قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

انی تارک فیکم الثقلین

نور علی نور

رسالہ روشنی بایراد رسالہ نصیحۃ الشیعہ

چھٹی جلد بابتہ سنہ ۱۹۱۱ء

جسکو

مرزا عبد التقی قزلباش آڈیٹر نے

مطبع آتم پرکاشں مراد آباد میں چھپوا کر

دفتر رسالہ روشنی سے شائع کیا

سالانہ چندہ (روپے)

آخری پیام

مین اون معاونین کا شکر گذار ہون جنکی اعانت سے روشنی کی پانچوین جلد تک مین ختم کر سکا ہون مین نے اپنا وطن چھوڑ کر اس کام کے لئے اس لئے لکھنؤ رہنا اختیار کیا تھا کہ یہان نشر شریعت کا بہت شور سنا تھا لیکن سب غلط نکلا۔ جو چند بزرگوار لکھنؤ مین چندہ دیتے ہین وہ ہرگز شایقانہ حیثیت سے نہین دیتے۔ یا میری ذاتی واقفیت کی وجہ سے یا اوس نوعیت سے کہ جیسے دیگر محتاج و مساکین کو کچھ دیدیتے ہین ویسے مجھے ایک سفید پوش قومی فقیر سمجھکر دیدیتے ہین۔ اتنی اونکی تحریک ہی کو بھی مین غنیمت سمجھکر نہایت شکر گذاری کے ساتھ اوسے قبول کرتا ہون۔ لیکن حقیقت مین رسالہ روشنی کی زندگی کا سبب دیگر اضلاع کے شائقین کی توجہ تھی جو زمانہ کی ضرورت کو بمقابلہ صاحبان لکھنؤ کے بہت کچھ زیادہ جاننے والے ہین۔ بہرحال کچھ نہ کچھ کام چلا ہی جاتا تھا لیکن امسال اوس کی بھی توقع نہین رہی کہ بہت سے ویلو واپس آگئے۔ مین معترف ہون کہ وقت پر پرچہ نہ شایع ہونا اس کا قوی سبب ہی لیکن اس کے سبب کو مین کیونکر بیان کر سکون۔ شاید پانچ چھ بزرگ ہون گے جو پیشگی چندہ بھیجدیتے ہین۔ قطع نظر اس کے آخری سہ ماہی سال مجریہ کی اونکو پہونچی ہو یا نہ پہونچی ہو۔ بعض وہ بزرگ ہین جو سہ ماہی دوم یا چہارم بذریعہ ویلیو آنا پسند کرتے ہین۔ مگر ایسے بزرگوار و نکی ایسی مثال ہے جیسے سیر بھر چاولون مین بارہ دانے۔ بعض ایسے شایق ہین کہ پرچہ کا تقاضا تو بڑے شد و مد سے کرتے ہین۔ مگر چندہ کا ذکر نہین۔ بہرحال ایسی حالتین پرچہ جاری نہین رہ سکتا۔ چھٹی جلد تو مین ختم کردونگا ہی۔ بخیال وصول ہو جانے پیشگی چندہ کے اون بزرگوارون سے جنکا ذکر اوپر ہوا لیکن ۱۹۱۰ء کی بابت اونسی بھی عرض ہی کہ وہ پیشگی چندہ نہ بھیجین تاوقتیکہ میری کوئی دوسری تحریر ملاحظہ نہ فرماوین۔ مین خدا کے فضل و کرم پر بھروسہ کرکے یہ کوشش کر رہا ہون کہ خاص افراد قوم مین اپنی ایسی سرپرستی سے بقیہ مجلدات چھپوادین۔ اگر مین کامیاب ہوا تب تو کل جلدین ہونگی۔ ورنہ چھٹی جلد کے بعد نہایت حسرت و افسوس کے ساتھ رسالہ روشنی ہمیشہ کے لئے اپنے حقیقی معاونین سے جدا ہوگا۔ اب مین نہایت شکر گذاری کے ساتھ ۱۹۰۹ء کی رسیدہ کا سلسلہ ذیل مین درج کرتا ہون۔

جلد ششم رسالہ کشف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مصنف مخاطب خطبہ شقشقیہ کے چند فقرون پر بحث کرکے "اپنے نزدیک یہ نکال کر کہ حضرت ابوبکرؓ کا خلیفہ ہونا چاہئے تھا جن سے سب مسلمان راضی ہوتے اور جناب امیر کسطرح مستحق خلافت ہو سکتے تھے جنکو سب نے چھوڑ دیا اور علی مرتضےٰ کا حضرت ابوبکرؓ سے مقاتلہ نہ کرنے کو تسلیم صحت خلافت حضرت ابوبکر ظاہر کرکے (جسکی حقیقت ہم پانچوین جلد روشنی سنہ ۱۸۹۸ء مین دکھا چکے) یہ کہتے ہین "جناب امیر علیہ السلام کو ابوبکرؓ سے لڑنے کا خیال کیون پیدا ہوتا وہ تو خلافت ابوبکر سے مزاحمت کرنیکو فتنہ سمجھتے تھے"۔

اوس کی سند کے لیے نہج البلاغہ سے ایک کلام جناب امیرؑ کا نقل کرکے یون ترجمہ کرتے ہیں "اور جناب امیر علیہ السلام کا کلام ہے جبکہ وفات ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور عباس اور ابوسفیان نے جناب امیر سے یہ درخواست کی اُن سے خلافت کی بیعت کرین۔ اے آدمیوں نجات کی کشتیون کے ساتھ فتنہ کی موجون سے بچو۔ اور نفرت کے راستے سے جدا ہو جاؤ۔ اور فخر کا تاج اُتار رکھو"۔

او ر فقرہ ہذا کے یہ معنی قرار دیتے ہیں کہ "یعنی ابوبکر کی خلافت مین خلل ڈالنا فتنہ ہے اور نفرت کا طریقہ ہے اس سے پرہیز کرو اور تمکو جو یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ خلیفہ عبدمناف کی اولاد میں سے کیون ہوا یہ غرور اور فخر کا طریقہ ہے۔ اس فخر کے تاج کو سر سے اوتار دو اور بنی تیم کو اپنے مقابلہ مین کم مت سمجھو"۔ مصنف مخاطب نے کلام علی مرتضیٰ کے فقرہ کا ترجمہ ٹھیک نہین کیا اور اپنے مذاق کی تائید کے لیے غلط پہلو رکہا ہے۔ اور بالخصوص لفظ منافرہ

کا ترجمہ "نفرت" اس فقرہ مین کہ "اور نفرت کے راستہ سے جدا ہو جاؤ" غلط اور بے محل نادانی سے کیا ہے۔

لفظ منافرۃ ثلاثی مزید باب مفاعلۃ سے ہے جسکا ثلاثی مجرد بیشک نفرت ہے اور اُسکے معنے جدا اور الگ ہو جانے کے ہین لیکن باب مفاعلۃ کی خاصیت باہم شریک ہونے کی ہے اس اعتبار سے معنی کلمہ منافرۃ کے جو کلام علی مرتضی مین آیا ہے باہم نفرت کرنے کے ہونگے۔

پس اُس فقرہ کے یہ معنے ہوتے ہین "چھوڑ دو راہ آپس مین نفرت کرنے کی"

اور یہ ظاہر ہے کہ آپس مین نفرت نہین ہو سکتی جب تک کہ ایک دوسرے پر اپنا فخر نہ جتا دے۔ اور اس اعتبار سے منافرۃ کے معنے مفاخرۃ کے قرار پاتے ہین۔ چنانچہ نہایہ ابن اثیر مین جو ایک عالم اہلسنت کی مشہور کتاب لغت ہے اُسمین صاف لکھا ہے "المنافرۃ المحاکمۃ والمفاخرۃ" پس کلام علی مرتضیٰ مین اس موقع پر منافرۃ کے معنے مفاخرۃ کے ہین اور ترجمہ اُس فقرہ کا یون ہونا چاہیے "چھوڑ دو راہ مفاخرۃ کی"

اور اس معنے پر فقرہ آئندہ بھی صاف دلالت کرتا ہے "اور اوتار ڈالو تاج مفاخرۃ کو" جس سے پہلو استدلال مصنف مخاطب کا مطلق باقی نہین رہتا ہے

اب مین پورا ترجمہ صحیح اُس فقرہ کلام علی مرتضیٰ کا لکھتا ہون جسپر مصنف مخاطب نے استدلال کیا ہے تاکہ آسانی سے ظاہر ہو جائے کہ اُس کلام علی مرتضیٰ سے کچھہ بھی تائید سخن مصنف مخاطب کی نہین ہوتی ہے اور مصنف مخاطب نے خلاف منشاے علی مرتضیٰ کے استنباط کیا ہے۔

"جبکہ رسولخدا صلعم نے وفات پائی اور عباس اور ابو سفیان بن حرب

نے حضرت کو مخاطب کیا تھا اس باب مین کہ حضرت کے ساتھ بیعت کرین وہ اے لوگو! شق کرو امواج فتن کو کشتی ہاے نجات سے (یعنے اس فتنہ و فساد کے دریا کو کشتی نجات مین بیٹھکر جھیل جاؤ) اور چھوڑ دو راہ مفاخرت کو اور تاج مفاخرت کو اوتار ڈالو"

اس فقرہ کے ہرگز یہ معنی نہین ہوسکتے کہ وہ حضرت ابوبکر کی خلافت مین خلل ڈالنا فتنہ ہے" اور نہ یہ مقصود ہے کہ اُس خلافت مین خلل ڈالنا نفرت کا طریقہ ہے اس حیثیت سے کہ خلافت اُنکی صحیح اور جائز تہی - اور نہ اُس فقرہ سے یہ منشا علی مرتضے کا ظاہر ہوتا ہے کہ وہ علی مرتضے لوگون کو سمجہاتے ہون کہ تمکو جو یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ خلیفہ عبدمناف کی اولاد مین سے کیون نہوا - بنی تیم مین کیون ہوا یہ غرور اور فخر کا طریقہ ہے اس فخر کے تاج کو سر سے اوتارو اور بنی تیم کو اپنے مقابلہ مین کم ست سمجھو" جیساکہ مصنف مخاطب استنباط کرتے ہین -

بلکہ اُس فقرہ کلام علی مرتضیٰ کا یہ مقصود اور منشا ہے کہ بعد وفات پیغمبرؐ جو واقعات پیش آئے اُن سبکو علی مرتضیٰ فتنہ سمجہتے تہے - حضرت ابوبکر کا خلیفہ قرار پانا اور حضرت ابوبکر کا مسلمانون کو بلقب مانعین زکوۃ اور ارتداد کا دیکر قتل کرنا اور مسیلمہ کذاب کا دعوی نبوت کرنا اور جم غفیر کا اُسکے اتباع مین ہوجانا - یہ سب واقعات فتنہ تہے -

چنانچہ علی مرتضےؑ نے جو یہ نصیحت اسی کلام مین فرمائی ہے کہ وہ شق کرو امواج فتن کو کشتی ہاے نجات سے" امواج فتن سے مراد ان تمام واقعات سے ہے اور کشتی نجات سے مراد سکوت کرنے سے ہے جیساکہ ہم پہلے احادیث دکہا چکے ہین جنکا مقصود یہی ہے کہ وہ زمانۂ فتنہ مین انسان کو سکوت کرنا چاہیے

علی مرتضیٰ کے ارشاد میں ایک کلمہ بھی ایسا نہیں ہے جس سے یہ استنباط ہو سکے کہ وہ خلافت حضرت ابوبکر کو صحیح سمجھے ہوں اور اس میں خلل ڈالنا فتنہ جانتے ہوں۔ ہاں خود خلافت حضرت ابوبکر کو امواج فتن فرمایا ہے البتہ حضرت ابوبکر کے خلیفہ قرار پا جانے کی حالت پر صبر و سکوت پسند فرماتے تھے اس وجہ سے نہیں کہ وہ صحیح خلیفہ قرار پائے تھے بلکہ اس وجہ سے کہ اسلام تازہ تھا اور فتنے برپا ہو چکے تھے کہ حضرت ابوبکر غلط خلیفہ قرار پا گئے تھے اور باہم مسلمانوں کے اور مسلمانوں اہل ارتداد اور کفار کے قتل و قتال شروع ہو گیا تھا اور سوقت اگر علی مرتضیٰ مع اپنے ہمراہیوں اور ساتھ [illegible] والوں کے حضرت ابوبکر اور اون کے ہاتھ پر بیعت [illegible] [illegible] شروع [illegible] تو کچھ [illegible] نہیں [illegible] مسلمان باقی رہتے یا اسقدر کم ہو جاتے کہ مذہب [illegible] اسلام تباہ [illegible] برباد [illegible]۔

[illegible] علی مرتضیٰ نے [illegible] چھوڑ دو [illegible] مفاخرت کو اور تاج مفاخرت کو اوتار ڈالو جسکے صاف [illegible] لوگو کو میرے خاندان میں خلافت اور امامت ہمیشہ سے رہی ہے [illegible] فخر [illegible] اور خلافت کا میری ذات کے لیے ہے۔ لیکن ابوبکر نے اوسوقت وہ فخر اپنے لیے وضع کر لیا اور اوسکا قبیلہ کوئی اس فخر کے قابل نہیں ہے۔

مگر ایسے زمانہ فتنہ میں جبکہ اوسکی امواج جوش زن ہیں تمہاری یہ خواہش کہ میرے ہاتھ پر بیعت کر کے خلافت کی مفاخرت یا باہم (منافرت) فخر حاصل کرنے کے لیے پیدا کی جاوے ہرگز زیبا نہیں ہے جس میں مذہب اسلام اور قومی سلطنت مسلمانوں کی تباہ ہو جاوے گی۔

بلکہ زیبا یہ ہے کہ ایسے زمانۂ فتن میں مفاخرۃ اور منافرۃ فخر حاصل کرنیکے

---ئے قایم کرنا ناپسندیدہ ہو تاکہ مذہب اسلام اور قومی سلطنت مسلمانون کی تباہی سے محفوظ رہے۔ پس اسی بنا پر علی مرتضےؓ نے فرمایا ہے "چھوڑدو راہ منافرۃ یا منافرۃ فخر قایم کرنے کی اور اُتارڈالو تاج مفاخرت کو" اور یہ ارشاد تفسیر ہے اُس فقرہ اول کی کہ شق کرو امواج فتن کو کشتی ہاے نجات سے" یعنے صبر و سکوت اختیار کرو جو کشتی نجات ہے اور اوس کے ذریعہ سے امواج فتن کو چیرکر پار ہو جاؤ گے۔

ان فقرات کے بعد آیندہ فقرہ کلام علی مرتضےؓ کا مصنف مخاطب یون ترجمہ کرتے ہین "کامیاب ہوا وہ جو اوٹھا قوت بازو کے ساتھ یا اطاعت کی اور راحت دی" ۔

اور اوس پر یہ استدلال کیا ہے "یہی کامیابی دو قسم کے آدمیون کو ہے ایک وہ جو قوت کے ساتھ خلافت کا بوجھ اوٹھانے کے لئے کھڑا ہو۔ دوسرا وہ جس نے اطاعت کی اور کوئی جھگڑا اور فتنہ نہ کیا اور اپنی جان کو اور سب مسلمانون کو اپنے فتنہ سے راحت دی قوت بازو سے مراد جماعت مہاجرین و انصار کی بیعت ہے جو ابو بکرؓ کو حاصل ہوئی ہے۔ اس قول مین بھی جناب امیرؑ نے یہ ارشاد کر دیا کہ خلافت مین کامیابی اوس کو ہے جس سے سب نے بیعت کی اور باقی سب مسلمانون کو اطاعت مین کامیابی ہے اور اب جو شر اور فساد اوٹھائیگا وہ نامراد ہے حاصل یہ ہوا کہ خلافت کا وہ مستحق ہے جو قوی ہے اور باقی سب مسلمانونکو اُسکی اطاعت چاہیے" ۔

مصنف مخاطب نے پہ ترجمہ بھی کلام علی مرتضےؓ کا ایسا کیا ہے جس سے مقصود اور منشاے علی مرتضےؓ مین مصنف مخاطب کو گنجایش اپنے استدلال کی ہوسکے اور استنباط بھی ایسا کیا ہے کہ جو مخالف مقصود اور منشا کے ہے

اصل وہ فقرہ یہ ہی۔

افلح من ینھض بجناح او استسلم فاراح " ترجمہ صحیح " فلاح (کامیابی یا رستگاری) پائی اُس شخص نے کہ اپنے بازو کی قوت سے اوٹھا یا سر کو جھکا لیا (ای سکوت کیا) تو اُسنے راحت پہونچائی "

اس فقرہ مین جو اصول عامہ علی مرتضے نے فرمایا ہی اُسکی صحت سے کسیکو انکار نہین ہو سکتا اور نہ اسوقت اُسکی صحت پر بحث ہی۔ بحث یہ ہی کہ اُسکا مصداق کس چیز پر اور کس کے حق مین ہوتا ہی " فلاح پائی اُس شخص نے کہ اپنے بازو کی قوت سے اوٹھا۔ یا سر کو جھکا لیا تو اُسنے راحت پائی " قوت بازو کی اس کلمہ مین اپنی اندرونی اور ذاتی قوت سے مراد ہی نہ قوت بیرونی اور غیر یعنے وہ قوت ذات سے منفصل نہو۔ اور وہ قوت کیا ہی! کار کی قابلیت اور قابلیت کسی کار کی پیدا نہین ہو سکتی جب تک کہ حقیقت اُس کار کا علم نہو اور جملہ اُن اوصاف سے وہ عالم متصف نہو کہ جن اوصاف کا اُس کار کے انجام دہی کے لیے ہونا ضرور ہو۔

پیغمبر خدا نے جو کار رسالت کو شروع کیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ خلافت مسلمانوں کی قائم ہوگئی کچھ شبہہ نہین ہی کہ آنحضرت باطنی اور ذاتی قابلیت اُس کار کی رکھتے تھے اور اُنکی فکر اور نظر اُس کار مین کوئی اُنکا شریک نہین تھا اور اُن کو حقیقت اُس کار کا ایسا علم کامل تھا جسمین اُنکو ایسا عروج ہو گیا کہ اُنھون نے درجۂ معراج پر پہونچکر خاتمہ کر دیا اور ختم المرسلین کا لقب حاصل کر لیا۔ اور وہ اُس کار کی ایسی قابلیت رکھتے تھے کہ کسی دوسرے مین نہین تھی۔

وہ اس کار کے لیے مجرد اپنی قوت ذاتی کی وجہ سے جو خداداد تھی مبعوث ہوئے اور بر انگیختہ اور اوٹھ کھڑے ہوے تھے۔ یہی مصداق کہ " فلاح پائی اُس شخص

سے نکہ اپنے بازو کی قوت سے اوٹھا"

اور فقرہ ثانیہ کی "یا سر جھکا لیا تو اُسنے راحت پہونچائی" مصداق وہ حالت پیغمبرؐ ہی کہ قبل ہجرت بسبب کفار کی اذیت رسانی اور مخالفت حد سے متجاوز ہو گئی یہانتک کہ مشورہ قتل پیغمبرؐ کرکے کفار قطعی آمادہ اور مسلح ہوگئے اور پیغمبرؐ کے گھر کو گہیر لیا تو پیغمبرؐ نے اُنکی دلی ارادہ حملہ کا مقابلہ اور اُنسے مقابلہ نہ کرنا پسند لیا اور صبر و سکوت کرکے اپنا سر جھکا لیا اور ہجرت فرمائی اور قتل و قتال کے وقوع مین نہ لانے سے راحت پہونچائی اور سر جھکانے اور راحت پہونچانے کا اطلاق اسپر بھی ہو سکتا ہی کہ جن لوگون نے پیغمبرؐ کی قابلیت اور قوت کے سامنے سر جھکا لیا تھا اور پیغمبرؐ کی قابلیت اور قوت اُس کا کو قبول کر لیا تھا۔

اس جگہ ہم یہ بھی کہسکتے ہین کہ دوسرون سے اُنکی قابلیت اور قوت کی اطاعت کی تھی خواہ ظاہری طور پر خواہ باطنی طور پر اُن لوگون سے اُسوقت قتل و قتال نکرنے کی وجہ اور سر جھکا لینے کے باعث راحت پہونچائی اور فتنہ برپا کرنے سے اذیت نہین پہیلائی۔

مگر یہ امر نہین تھا کہ محض لوگون کے قبول کرنے سے حضرت محمدؐ رسولؐ ہوگئے تھے یا اُنہین وہ قابلیت اور قوت ذاتی لوگون کے سر جھکانے سے پیدا ہوگئی تھی۔ نہین نہین۔ وہ قوت و قابلیت باطنی اور ذاتی اُنہین قدرت نے اول ودیعت کی تھی اور پہر لوگون نے اُس قوت اور قابلیت کے سامنے سر جھکایا تھا اور اُسکو قبول یا اُسکی اطاعت کی تھی یہ معنی ہین ارشاد علی مرتضیٰؑ کے کہ "فلاح پائی اُس شخص نے کہ اپنے بازو کی قوت سے اوٹھا۔ یا سر جھکا لیا تو اُسنے راحت پہونچائی"

بعد وفات پیغمبر جو کہ کار رسالت ختم ہو چکا تھا۔ لیکن قایم رکھنا۔ اور چلانا اوس کا۔ کا باقی تھا۔ اسلیئے کہ دین اسلام جسکا نتیجہ قومی سلطنت مسلمانوں کا تھا قیامت تک قایم اور رائج اور شایع ہونے والا تھا۔ ضرور ہے کہ بعد پیغمبر کوئی ایسا شخص نائب اور جانشین پیغمبر ہو۔ کہ جو اپنی قوت بازو سے اوس کار کو چلاوے اور اوسمین قابلیت باطنی اور ذاتی اوس کار کی ہو۔ اور اوس کار کے چلانے مین کوئی اوسکا شریک نہو اور نہو سکے۔ اور وہ علم حقیقت اوس کار کا رکھتا ہو۔ اور اوس مین وہ اوصاف بذاتہ نہ مع غیرہ موجود ہون۔ کہ جنکے وجود سے وہ اوس کام کو چلا سکے۔

جو کوئی غور کرے گا وہ ضرور قائل ہوگا کہ علم اور اوصاف باطنی اور ذاتی علی مرتضیٰ ع کے ایسے تھے جس مین وہ محتاج غیر کے نہین تھے۔ اور وہی اپنے علم اور اوصاف باطنی اور ذاتی کی وجہ سے اوس کار کو جو پیغمبر ص نے چھوڑا تھا۔ صحیح طور پر اوس کے اصلی مرکز پر چلا سکتے تھے۔ اور وہی ذاتی قوت اور قابلیت کار خلافت کی رکھتے تھے۔

برخلاف اوس کے حالت حضرت ابوبکر کی تھی کہ اون مین ذاتی قوت اور قابلیت اوس کار کی نہیں تھی۔ بلکہ دوسرون کے بھروسہ پر انہون نے اوس کار کو قبول کیا تھا جیسا کہ واقعہ سقیفہ بنی ساعدہ سے ظاہر ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس کار کے لایق نہ سمجھ کے قبول خلافت سے انکار۔ اور حضرت عمر کے ہاتھ پر بیعت کرتے تھے کہ حضرت عمر نے زبردستی اونکو خلیفہ بنایا (تاریخ طبری) اور پھر اونہون نے اپنی سچائی سے جسقدر اونمین قوت اور قابلیت تھی اوس کو اپنے خطبہ مین ظاہر بھی کر دیا اور یہ بھی بتا دیا کہ ذاتی قوت اور قابلیت اوس کار کی کس مین ہے (علی ع مین) (دیکھو تاریخ الخلفا علامہ سیوطی)

پس صریح ظاہر ہی کہ حضرت ابوبکر اپنی ذاتی قوت سے اُس کار کے لیے نہین اوٹھے۔ بلکہ دوسرے لوگون نے اُس کام کے لیے اُنکو اوٹھایا تھا چنانچہ اسی موقع پر مصنف مخاطب خود اس امر کو اِس پیرایہ مین قبول کرتے ہین کہ "قوت بازو سے مراد جماعت مہاجرین اور انصار کی بیعت ہی" حالانکہ قوت غیر بازو اور ذات حضرت ابوبکرؓ کی تہی۔

اگر حضرت ابوبکر کے ہاتھہ پر بیعت نہوتی تو وہ قوت بازو اور ذات حضرت ابوبکر مین نہوتی۔ اور چاہیے یہ تھا کہ وہ قوت جس سے حضرت ابوبکرؓ خلیفۂ برحق ہو سکین اُنکے بازو کی قوت اور اُنکی ذاتی قابلیت ہوتی۔

کچھہ شبہہ نہین کہ حضرت ابوبکرؓ اپنی قوت بازو یعنے قابلیت ذاتی سے خلیفۂ برحق ہو سکتے تہے نہ قوت بیعت اور دوسرون کے بنانے سے۔

پس علی مرتضےؑ نے جو یہ اصول فرمایا ہی کہ "وہ فلاح پائی اُس شخص نے کہ اپنے بازو کی قوت سے اوٹھا" ایک معیار ہی حضرت ابوبکرؓ کی حالت کے جانچنے کے لیے۔ اگر وہ اپنے بازو کی قوت سے اوٹھے ہین تو ضرور وہ خلیفۂ برحق ہین اور اگر وہ غیر اپنے بازو کی قوت سے کہڑے ہوے ہین اور دوسرون نے اُنکو خلیفہ بنایا ہی تو وہ کسی طرح خلیفۂ برحق نہین ہو سکتے

خود علی مرتضیٰ اور دوسرے لوگ موجودہ اُسوقت بغیر کسی شک وشبہہ کے جانتے تہے کہ حضرت ابوبکر اپنے بازو کی قوت یعنی ذاتی قابلیت کی وجہ سے نہین اوٹھے بلکہ دوسرون کی قوت سے۔ اور اسوقت تک بہی لوگ دل مین اُنکو ایسا ہی جانتے اور مانتے چلے آتے ہین تو مقصود منشا فقرۂ کلام علی مرتضیٰؑ کا آشکارا ہی کہ حضرت ابوبکر مصداق اِس فقرہ کے نہین ہو سکتے کہ "وہ فلاح پائی اُسنے جو اپنے بازو کی قوت سے اوٹھا"

بلکہ علی مرتضےٰ نے اپنے کلام بلیغ سے لوگون کو جتایا کہ حضرت ابوبکرؓ چونکہ اپنے بازو کی قوت سے نہین اوٹھے ہین بلکہ غیر ذاتی قابلیت سے اسلیے وہ فلاح پانے والے نہین ہین اور مصنف مخاطب نے جو کلام علی مرتضےٰ کے فقرہ سے مقصود بتایا ہی وہ صریح مخالف منشاے صریح علی مرتضیٰؓ کے ہی

اب یہ دیکھنا باقی ہی کہ سر جھکانے اور راحت پہونچانے کی حالت کے مصداق حضرت ابوبکرؓ ہوسکتے ہین یا کون اور یہ فخر کس کے حصہ مین آتا ہے؟ یہ فخر حضرت ابوبکرؓ کے حصہ مین اُسوقت آسکتا تھا کہ جب وہ اُس شخص کے سامنے سر جھکاتے کہ جسمین وہ قوت ذاتی چلانے کار خلافت کی تھی یا یون کہو کہ وہ اطاعت اُسکی کرتے اور اُسکو خلیفہ مانتے جیسا کہ حضرت محمدؐ کو رسولؐ مانا اُسوقت وہ اپنے سر جھکانے سے راحت پہونچانے والے ہوتے کہ مذہب اسلام صحیح طور پر اپنے مرکز پر چلتا۔

اُنہون نے بیشک ارادہ کیا کہ ترک خلافت کرین اور علی مرتضےٰ کے حق خلافت کو قبول کرین لیکن اُنکو اُس غلط قوت بعیت دوسرون نے اپنے اُس ارادہ مین کامیاب ہونے دیا۔

البتہ یہ فخر سر جھکانے کا جس سے مراد صبر و سکوت ہی علی مرتضیٰؑ کو حاصل ہوا کہ جب حضرت ابوبکرؓ خلاف معیار نہ اپنے بازو کی قوت سے اوٹھے بلکہ غیرون نے اُنکو اپنی قوت بعیت سے اوٹھایا اور علی مرتضےٰ نے بنظر مصلحت حالت زمانہ کے اُنسے قتل و قتال نہ کیا اور صبر و سکوت کرکے اپنا سر جھکایا جیسا کہ وقت ہجرت پیغمبرؐ نے عمل کیا تھا اور مذہب اسلام کو راحت پہونچائی اس حقیقت کے ظاہر ہونے کے بعد واضح ہوجاتا ہی کہ مصنف مخاطب نے جو تعبیر فقرات علی مرتضےٰ کی کی ہی وہ بالکل بناوٹ ہی۔ اپنے بازو کی قو

سے اوٹھنے کی یہ مراد کسی طرح نہین ہوسکتی کہ وہ قوتِ جماعت مہاجرین اور انصار کی بیعت ہی" قوت جماعت مہاجرین وانصار کی بیعت جسم وذات حضرت ابوبکرؓ سے جدا تہی اور بازو ہر بشر کا داخل اور شامل جسم وذات اُس بشر کے ہوتا ہی۔

جو شخص ذاتی قابلیت کسی کار کی رکہتا ہوگا اور وہ اُس کار کے کرنیکے لیے اوٹہے اُسکو کہین گے کہ وہ اپنے بازو کی قوت سے اوٹہا۔ مصنف مخاطب نے غیر کے بازو کی قوت کو اپنے بازو کی قوت سے تعبیر کی ہی جو سراسر غلط ہی

بیشک دوسرے قول مین بہی جناب امیرؑ نے یہ فرمایا ہی کہ خلافت کا مستحق وہ ہی جو اقوی اور اعلم ہو جس کا ذکر مصنف مخاطب آئندہ کرینگے لیکن اقوی اور اعلم ہونے کی صفت سے جو استحقاق خلافت کے لیے ہی صریح یہی مراد ہی کہ وہ صفت ذات مین اُس مستحق کے ہو نہ اُس کے غیر مین۔ اور وہ مستحق غیرون کی قوت اور علم پر بہروسہ کرکے اپنے آپ کو اقوی اور اعلم جاننے لگے۔

مصنف مخاطب اُس دوسرے قول علی مرتضیٰؑ پر آئندہ جس جگہ بحث کرینگے اُسی موقع پر ہم بہی حقیقت اُسکی دکہائینگے۔

اس جگہ مصنف جس کلام علی مرتضیٰؑ پر بحث کر رہے ہین اُسکے فقرۂ آئندہ کو یون ترجمہ کرتے ہین "پانی گدلا ہوا اور لقمہ ایسا کہ حلق بند ہوتا ہی اُس سے کہانے والے کا"

مصنف مخاطب اس فقرہ کے یہ معنی بیان کرتے ہین "یعنی خلافت مین راحت نہین ہی بلکہ سخت مصیبت ہی اور اُسکے فرائض کا ادا کرنا بہت مشکل ہی اور بہت بڑی جوابدہی کا کام ہی"

لیکن مصنف مخاطب کو اُس فقرہ کلام علی مرتضیٰ کا یون ترجمہ کرنا مناسب تھا "یہ پانی بدمزہ ہی اور ایسا لقمہ ہی کہ کھانے والے کے گلے مین اُس وجہ سے اچھو ہوتا ہی"

جب ذائقہ زبان کا درست نہین ہوتا تو پانی بدمزہ معلوم ہوتا ہی اور جب حلق مین قابلیت لقمہ نگلنے کی نہین ہوتی اور کوئی امر عارض ہوتا ہی تو اچھو لگ جاتا ہی۔ اس فقرہ مین تشبیہ دی گئی ہی خلافت کے چلانے والے سے۔ یعنی جس کے اپنے بازو مین قوت نہو اور اپنی ذاتی قابلیت نہ رکہتا ہو۔ اور اس کا کام دزبان اُس کا مذاق نہ رکھتا ہو اور وہ اُس کے قابل نہو اُس کو وہ کار خلافت مثل آب خوشگوار کے گوارا نہین ہو سکتا نہ اُس کے حلق سے لقمہ خلافت فرو ہو سکتا ہی جس سے مراد یہ ہی کہ کار خلافت ٹھیک نہین چل سکتا۔ اب مین اُسی مراد کو لیتا ہون جو مصنف مخاطب نے اختیار کی ہی۔ "یعنی خلافت مین راحت نہین ہی بلکہ سخت مصیبت ہی اور اُسکے فرائض کا ادا کرنا بہت مشکل ہی اور بہت بڑی جوابدہی کا کام ہی"

سچ ہی کہ حضرت ابوبکرؓ مین ذاتی قابلیت اور لیاقت کار خلافت نہین تہی ان کے لیے یہ کار ایک مصیبت تہی اور اُس کے فرائض کا ادا کرنا انکو بہت مشکل تہا کہ وہ بڑی جوابدہی کا کام تہا۔ جس کسی مین ذاتی لیاقت کسی کار کی نہوگی اور وہ کام اُس کے سپرد کیا جاوے یا اُس کام کو وہ قبول کرے تو ہرگز وہ اُس کام کو ٹھیک نہین کر سکتا جو کام ایسے لوگون کے سپرد ہوتے ہین یا وہ خود ایسے کام کو اختیار کرتے ہین ہمیشہ وہ کام خراب ہوتے ہین اور پیغمبرؐ نے اپنی زندگی مین

ہر ایک کا تجربہ کر لیا تھا اور سمجھ لیا تھا کہ کون کس کام کے لائق ہی اور جس کا علم اور عمل عمدہ تھا اور اُس کی لیاقت پسندیدہ تھی اُسی کو اپنی مرضی مین اس کار خلافت کے لیے منتخب کر لیا تھا اور اپنے ارشادات سے اُس کو بتا دیا تھا - اور ان تمام امور کی بنیاد آیات قرآنی مین موجود ہین - اور اسی بنا پر علی مرتضیٰؑ نے فرمایا ہی کہ " فلاح پائی اُسنے جو اپنے بازو کی قوت سے اُٹھا " اور جس کی قابلیت اور اُس کا مذاق درست نہو گا اُسکو اُس کار خلافت کا پانی بدمزہ معلوم ہو گا اور لقمۂ خلافت کا اُس کے گلے مین پہندہ ہو جاوے گا یعنے اُس سے وہ کام چل نہ سکیگا -

کچھ شبہ نہین ہی کہ اس فقرہ تشبیہی کے مصداق حضرت ابو بکرؓ ہین مصنف مخاطب پہر فقرہ آئندہ اُسی کلام علی مرتضیٰ کا یہ ترجمہ کرتے ہین " اور پہل چننے والا ایسے وقت مین جو اُن کی پختگی کا وقت نہین ہی ایسا ہی جیسے کہیتی بونے والا ایسی زمین مین (بوئے) جو اُسکی نہین " اور اس فقرہ سے یہ مستنبط کرتے ہین کہ " اس قول سے ظاہر ہوتا ہی کہ جناب امیر علیہ السلام کو اپنی خلافت حاصل ہونے کا وقت معلوم تھا "

لیکن اس فقرہ کلام علی مرتضیٰؑ سے ہرگز یہ مستنبط نہین ہوتا ہی کہ علی مرتضیٰ کو اپنی خلافت حاصل ہونے کا وقت معلوم تھا اُس فقرہ کا صاف مطلب یہ ہی کہ پختگی سے پہلے پہل توڑنے والے کی حالت ایسی ہوگی کہ جیسے غیر کی زمین مین کوئی زراعت کرے - یعنی قبل از وقت پہل کا توڑنا اور دوسرے کی زمین مین زراعت کرنا رائگان ہی پہل کا توڑنا قبل رسیدگی کے خود اُس پہل کو بہی خراب اور ضائع کرنا ہی اور نیسز

اُس سے کوئی تمتع حاصل نہین ہو سکتا اور ایسے ہی کسی دوسرے کی زمین مین کاشت بیفائدہ ہی۔ جس سے کوئی نفع حاصل نہین ہو سکتا اور قبل از وقت پہل کا توڑنا یا کسی دوسرے کی زمین مین زراعت کرنا کسی دانا کا کام نہین ہی اور ایسے کام کرنے والے کو ہر کوئی نادان کہیگا۔

یہ فقرہ بہی تشبیہی ہی حالت خلافت مسلمانان اور حضرت ابوبکرؓ کی خلافت قبول کرنے پر خود مذہب اسلام اور مسلمان تازہ تہے اور خلافت جو قائم ہوئی تہی وہ نارسیدہ تہی اور وہ پختہ نہین ہو سکتی تہی جبتک کہ بارہ لائق اور اعلم لوگون کے ہاتہ مین یکے بعد دیگرے نہ رہتی جیسا کہ پیغمبرؐ نے فرمایا ہی کہ جبتک بارہ خلیفہ قریش سے نہوئین جس سے مراد ائمہ اہلبیتؑ ہین دین اسلام عزیز (غالب) نہو گا۔

ایسی خلافت نارسیدہ اور غیر پختہ کا قبول کرنے والا عالم اور دانا ہونا چاہیے تہا حضرت ابوبکرؓ کے قبول کرنے والے ایسے تہے کہ جیسے قبل از وقت پختگی کے پہل توڑنے والے اور بوجہ اس کے کہ خلافت حق علی مرتضیٰؑ کی تہی زمین غیر مین زراعت کرنے والے۔ یہ مثال علی مرتضیٰؑ نے نہایت صاف فرمائی ہی جس سے علانیہ ظاہر ہو جاتا ہی کہ حضرت ابوبکرؓ کو نہ حق پہل توڑنے خلافت کا تہا کہ وہ پہل ہنوز نارسیدہ اور غیر پختہ تہا اور قابل اُن کے توڑنے کے نہین تہا کہ جس کو کوئی دانا توڑ نہین سکتا تہا اور نہ وہ خلافت اُن کی زمین تہی جس مین وہ زراعت کرنے لگے تہے ایسی حالت مین حضرت ابوبکرؓ کی خلافت قبول کرنے کا جو نتیجہ ہو سکتا ہی وہ ظاہر ہی۔

اس فقرۂ کلام علی مرتضیٰؑ سے یہ استنباط مصنف مخاطب کا کہ وہ جناب امیرؑ کو اپنی خلافت حاصل ہونے کا وقت معلوم تہا صحیح بےتعلق ہی۔

مگر مصنف مخاطب اپنے استنباط کی تائید کے لیے یہ کہتے ہین کہ "روایات کتب شیعہ سے بہی یہ ثابت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ نے اپنی بی بی حفصہ ام المومنین کو راضی کرنے کے لیے یہ بشارت سنائی تہی کہ میرے بعد ابو بکر خلیفہ ہونگے اُن کے بعد تیرا باپ عمر"۔ اور تفسیر صافی سے عبارت نقل کر کے یہ ترجمہ کرتے ہین "پس فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ نے کہ بیشک ابو بکر والی خلافت ہوگا میرے بعد پہر اُس کے تیرا باپ حفصہ نے پوچہا کہ یہ خبر تم کو کسنے دی ہی۔ رسول نے فرمایا کہ مجہے علیم خبیر نے خبر دی ہی"۔

مصنف مخاطب یہ بہی ظاہر کرتے ہین کہ "تفسیر صافی مین بہ حوالہ تفسیر مجمع البیان اور تفسیر عیاشی امام باقر علیہ السلام سے یہی مضمون نقل کیا ہی" اور اُس پر یہ استدلال کرتے ہین کہ "جس خلافت کی بشارت پیغمبر نے اپنی بی بی کو راضی کرنے کے لیے سنائی وہ خلافت کیونکر ناجائز ہوگی پیغمبر کی یہ شان نہ تہی کہ اپنی بی بی کو ایسی خبر سے خوش کرتے جو مرضی الٰہی کے خلاف ہوتی۔ چونکہ یہ امر تقدیری معلوم ہو چکا تہا اور یہ خبر مشہور ہو گئی تہی اب اگر صحابہ کو یہ حکم ہوا تہا کہ بعد رسول کے علی کو خلیفہ بنائیو تو اُسکے معنی یہ ہوئے کہ تقدیر الٰہی کو پلٹ دیجیو گویا یون حکم کیا۔

خدا چاہتا ہی کہ دے بعد میرے خلافت ابو بکر کو پہر عمر کو
مگر تم علی کو بلا فصل دیجو بدل دیجو حکم قضا و قدر کو"

مصنف مخاطب حاشیہ پر لکہتے ہین کہ "علی بن ابراہیم قمی کی روایت کا حاصل یہ ہی کہ ایک مرتبہ رسول اللہ اپنی بی بی حفصہ ام المومنین کے

حجرہ مین گئے وہ اُمہنین کی نوبت کا دن تہا ماریہ قبطیہ بہی خدمت کے لیے ساتہ تہین حفصہ کسی کام کے لیے گئی تہین اُسوقت مین رسول نے ماریہ سے خلوت کی حفصہ کو اسکی شکایت ہوئی تو رسول اللہ نے فرمایا کہ ای حفصہ تم خفا مت ہو مین نے آئندہ ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرلیا اور مین تمسے ایک راز مخفی کہتا ہون اگر اُس کا افشا کروگی تو اللہ بہت ناراض ہوگا حفصہ نے پوچہا وہ کیا راز ہی تو رسول اللہ نے فرمایا کہ میرے بعد ابوبکر والی خلافت ہوگا اُسکے بعد عمر۔ حفصہ نے پوچہا تم کو کس نے خبر دی ہی تو رسول اللہ نے فرمایا کہ مجکو علیم خبیر نے خبر دی ہی۔

پس اگر ابوبکر پہلے خلافت کو قبول نہ کرتے تو پیغمبر کی خبر کی تکذیب ہوتی حالانکہ مومنین پر خبر پیغمبر کی تصدیق واجب ہی۔

مصنف مخاطب نے مسئلہ مرضی الٰہی خوشنودی خدا اور مسئلہ قضا و قدر اور تقدیر اور مسئلہ جبر و اختیار پر یا تو غور نہین کیا جس کو ہم اپنے رسالجات روشنی مین بقدر ضرورت بیان کرچکے ہین یا عمداً محض بے محل مغالطہ دینے کے لیے اس موقع پر اُسکی شان ظاہر کی ہی اور اس امر کو بہی خلط ملط کردیا ہی کہ پیغمبر جو کسی امر حق کو ظاہر کرتا ہی اُسکی کیا شان ہوتی ہی اور بنظر حالت موجودہ کے لوگون کے خیالات اور طبائع سے آگاہ ہوکر جو کوئی پیشین گوئی کرتا ہی اور کسی واقعہ آئندہ کی خبر دیتا ہی اُسکی کیا صورت ہوتی ہی؟

پیغمبر کا امر حق بیان کرنا ہدایت ہوتی ہی خواہ وہ اصول دین سے متعلق ہو خواہ فروع دین سے اور وہ اُن اوامر و نواہی کو جو خدا کی طرف سی اُسپر پہونچے تبلیغ کرکے اُسکی تعمیل کا حکم دیتا ہی اور یہ امر لوگون کے

فطرۃً اختیار مین رہتا ہی کہ اُن اوامر و نواہی پر عمل کرین یا نہ کرین۔
قرآن مین خدا نے وہ اوصاف بتائے کہ جن اوصاف کی وجہ سے قابلیت اور حق خلافت پیدا ہوئی ہی اور پیغمبرؐ نے اُن اوصاف کا مصداق علی مرتضیٰ کو ظاہر کر کے بتا دیا کہ علی مرتضیٰ کی قابلیت اور حق خلافت کے واسطے ہی ہم اپنے رسالہ جات روشنی مین جابجا دکھا چکے ہین کہ۔ قران اور احادیث پیغمبرؐ سے بخوبی واضح ہی کہ مسئلہ خلافت کے متعلق جسقدر امور ضروری تھے خدا اور پیغمبرؐ نے اُس کی ہدایت امت کو کر دی۔ اور خدا کی اور پیغمبرؐ کی جو کچھ مرضی اور خوشنودی تھی اُس کو اور جس کسی مین خلافت کی قابلیت تھی اُس کو بتا اور جتا دیا۔ لیکن یہ امر کہ بعد پیغمبرؐ کے امت رسول جو کچھ خدا اور رسول نے امر خلافت اور اوصاف خلیفہ کے متعلق ہدایت کی تھی اُس کو مانین یا نہ مانین اور علی مرتضیٰ کو خلیفہ قبول کرین یا نہ کرین۔ امت کے اختیار مین تھا خواہ موافق مرضی اور خوشنودی خدا اور رسول کے جس کی ہدایت ہو چکی تھی وہ عمل کرین یا اُس سے انحراف اور تجاوز کرین۔ کہ انسان افعال خیر و شر کرنے کا فطرۃً مختار رہی۔ برخلاف ہدایت شان امر حق کے پیشین گوئی کی دوسری صورت ہی۔ کہ پیغمبرؐ بنظر حالت موجودہ زمانہ کے اپنی امت کی عادت اور خصلت اور اُن کی خواہشات پر غور کر کے آگاہ کرتا ہی کہ بعد میرے کیا حالت میری امت کی ہوگی۔ اور خبر دیتا ہی کہ بعد اُس نبی کے کس کس قسم کے واقعات پیش آئینگے۔ خواہ وہ حالت کسی کے لیے اچھی ہو اور کسی کے لیے بری اور وہ واقعات مسرت خیز ہون یا دردانگیز۔ اور خدا اور رسول کی مرضی اور خوشنودی کے موافق ہون یا مخالف۔ اور امتیاز اُس حالت اور اُن واقعات کا کہ وہ خیر ہی یا شر اسی امر پر موقوف ہوتا ہی کہ وہ حالت اور واقعات

آئندہ موافق مرضی اور خوشنودی خدا اور رسول کے ہین یا نہین - اگر اپنی حالت امت ایسی بنانے والی ہو اور قوم اپنی نفسون سے اپنے آپ کو متغیر کرنے والی ہو (کہ خدا کسی قوم کو متغیر نہین کرتا ہی بلکہ اُس قوم کے نفس جیساکہ خود خدا نے فرمایا ہی) یا ایسے واقعات پیش کرنے والی ہی کہ جو مخالف مرضی اور خوشنودی خدا اور رسول کے ہون ایسی حالت اور واقعات مذموم ہوتے ہین اور جو حالت اور واقعات موافق مرضی اور خوشنودی خدا اور رسول کے ہون وہ ممدوح ہوتے ہین -

ہمکو اس موقع پر اُن بعض پیشین گوئیون اور اخبار آئندہ کے نظیر آیاد دلانے کی ضرورت ہی جو حالت اور واقعات مذموم سے متعلق ہین -

پیغمبرؐ نے فرمایا ہی کہ بعد میرے میرے اصحاب احداث دین مین کرینگے اور فتنے برپا ہونگے" ایسی احادیث پیغمبرؐ ہم اپنے رسالہ جات روشنی مین پہلے بعض موقعون پر خود کتب اہل سنت سے لکھہ چکے ہین[۱] اور کچھ شبہ نہین ہی کہ ایسے پیشین گوئیان اور اخبار آئندہ - حالت اور واقعات مذموم سے تعلق رکھتے ہین اور جو لوگ ایسی حالت اور واقعات پیش لاوین وہ کسی طرح ممدوح نہین ہو سکتے -

ایسی پیشین گوئیان اور اخبار آئندہ اسی واسطے پیغمبرؐ نے فرمائی ہین کہ لوگ احداث اور فتنے برپا کرنے سے باز رہین - اور ایسے ارشادات پیغمبرؐ صرف بغرض نہی اور اجتناب کے اُس مذموم حالت اور واقعات سے صادر ہوئے ہین - یہ غرض نہین ہی کہ لوگ بعد پیغمبرؐ کے اُن احداث کو عمل مین لاوین اور ان فتنون کو برپا کرین اور وہ عمل اُنکا صحیح ہوگا اور اُن احداث اور فتنون کا برپا کرنا واجب یا جائز سمجھا جاویگا -

[۱] سلہ جلد اول

جس روایت کتب شیعہ پر مصنف مخاطب نے استدلال کیا ہی وہ روایت خبر واقعہ آئندہ کی ہی جسمین پیغمبرؐ نے یہ نہین فرمایا کہ وہ واقعہ امر حق ہوگا۔ اور نہ حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ مین اوصاف قابلیت خلافت کے کبھی پہلے پیغمبرؐ نے فرمائے نہ اس واقعہ کے خبر دینے کے وقت پس ضرور یہ خبر آئندہ واقعہ مذموم کی ہی۔ اور جب اوصاف قابلیت خلافت کے پیغمبرؐ بارہا علی مرتضیٰؑ مین بتا اور جتا چکے تھے اور خدا کی اور اپنی مرضی اور خوشنودی بہت موقعون پر علی مرتضیٰؑ کے لیے ظاہر کر چکے تھے تو کیسے ہو سکتا ہی کہ خلاف اسکے حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ کو خلافت کا مل جانا قابل مدح ہو بلکہ بہر آئینہ اُس کا اظہار بحیثیت ذم کے ہی۔ اور یہ ارشاد پیغمبرؐ در حقیقت تفصیل اور شرح تہی اسی اظہار آئندہ پیغمبرؐ کی جس مین اُنہون نے فرمایا ہی کہ "بعد میرے میرے اصحاب احداث کرینگے اور بعد میرے فتنے برپا ہونگے" جس مین اجمال تہا کہ کون احداث کرے گا اور کس امر مین احداث کرے گا۔ اور کون فتنے برپا کرے گا اور کس امر کے لیے فتنے برپا ہونگے اُن اخبارات مجمل مین نہ کسی صحابی کا نام تہا نہ اُس چیز کا نشان تہا جس مین کہ وہ صحابہ احداث اور فتنے برپا کرنے والے تھے اور جس چیز مین کہ فتنے اور احداث ہونے والے تھے۔

اس تفصیلی خبر احداث اور فتنے برپا کرنے مین چونکہ نام احداث اور فتنے برپا کرنے والون کے تھے اور اُس خبر کا نشان بھی تہا کہ جس مین احداث اور فتنے ہونے والے تھے اسی واسطے پیغمبرؐ نے بی بی حفصہ کو منع کیا تہا کہ وہ اس خبر کو جو حضرت ابوبکر اور عمر کے لیے مذموم تہی کسی دوسرے پر ظاہر کر کے فاش نہ کرین کہ حضرت ابوبکر اور عمر کو امر خلافت مین خود اُن دونون کی نسبت مذموم خبر پہونچنا خلاف مصلحت اور اخلاق پیغمبرؐ کے تہا۔ لیکن بی بی حفصہ

صاحبہ کو اس قدر تاب کہان تھی کہ وہ اس خبر کو جس مین بی بی عائشہ صاحبہ اُن کی ہمیلی سقدم تہین کہ اُن کے پدر بزرگوار اول خلیفہ ہو جانے والے تھے بی بی عائشہ صاحبہ سے چہپاتین۔ ان دونون کی اور اُن کے پدران بزرگوارون کی خواہش اور آرزو یہی تہی کہ خلافت کسی طرح سے اُن کے ہاتھ لگ جاوے گو اس مین اُن کا عمل کیسا ہی ہو کہ اُن دونون بیبیون کی خوشی اسی میز ہتی اور اُن دونون کے پدران بزرگوار ایسی خبر پر خوش ہونے والے تھے جن کو کچھ پروا خبر مذموم کی نہین تہی۔ اور اسی خوشی نے پیغمبر کے بہی افتنار خبر پر کچھ اعتنا ہونے دیا اور جب بی بی حفصہ صاحبہ سے بی بی عائشہ صاحبہ کو اس خبر سے آگاہ ہو گئی تہی تو چاہیے یہ تہا کہ اپنے ابوین کو خلافت کے لینے سے منع کرتین اور اُن کے بزرگ ابوین کو جب اُس خبر کا علم ہو گیا تہا۔ تو اُن پر بہی لازم تہا کہ وہ خود خلافت کے لینے سے انکار کرتے اور واقعہ مذموم کو اپنے عمل سے صادر ہونے دیتے کہ یہ امر بالکل اُن کے اختیار مین تہا۔ خدا اور رسول کو امر خلافت کے متعلق امر و نہی سے جو حکم و ہدایت ضروری تہا اُس کا اظہار کر دیا گیا۔ فطرتی اختیار جو خدا نے انسان کو عمل خیر اور شر کا دیا ہی اُس پر صدور فعل کے وقت توجہ کرنے کا انسان مختار ہی لیکن حکیم صانع کی حکمت مقتضی اس کی نہین ہوتی کہ خلاف فطرت انسان کو کسی عمل خیر یا شر سے روکے۔ کہ ایسی توجہ طرف امر محال کے ہوتی ہی اور فعل محال کی طرف توجہ عبث ہی جس کو کوئی حکیم دانا پسند نہین کر سکتا ہی۔

پیغمبر نے اس روایت مین جو خبر دی ہی جسکا ترجمہ مصنف مخاطب نے کیا ہی

ان ابا بکر یلی الخلافۃ بعدی ثم بعدہ ابوک	فرمایا رسول نے کہ بیشک ابوبکر والی خلافت ہوگا میرے بعد

پہر اُس کے بعد تیرا باپ (عمر) والی خلافت کی جگہ ترجمہ ہونا چاہیے تھا۔ کہ مل جاویگی خلافت ابو بکر کو۔ اور والی خلافت کے بہی یہ معنی ہین کہ بادشاہ ہو جانا یا متصرف ہو جانا بادشاہت پر۔ پیغمبر نے اپنے اس ارشاد مین کوئی کلمہ ایسا نہین فرمایا کہ بی بی عائشہ کے باپ یا بی بی حفصہ کے باپ اوصاف خلافت یا اوس کا استحقاق رکھتے ہین بلکہ پیغمبر نے جو کلمہ اپنے اس ارشاد مین فرمایا ہی وہ اس واقعہ کے سوال کا جواب ہو سکتا ہی کہ اے پیغمبر آپ کے بعد کون بوجھ سلطنت سنبھالنے کا ہو گا اُس کا یہ جواب ہی کہ بے شک ابو بکر والی خلافت ہو گا میرے بعد اور بعد اُس کے عمر جس سے ظاہر ہی کہ تعلق اُس کا ایک واقعہ کے اظہار سے ہی اور وہ ارشاد پیغمبر خبر ایک واقعہ آئندہ کی ہی۔

پیغمبر کا یہ کلمہ ارشاد کہ بعد میرے بے شک ابو بکر والی خلافت ہوگا اور بعد اُس کے عمر جواب اس سوال کا نہین ہو سکتا کہ اے پیغمبر استحقاق خلافت کے لیے کیا اوصاف ہین اور بعد آپ کے کون مستحق ولایت خلافت کا ہی جس سے ظاہر ہو جاتا ہی کہ پیغمبر کا وہ ارشاد متعلق استحقاق ولایت بادشاہت کے نہین ہی بلکہ وہ خبر ایک واقعہ مذموم کی ہی جس سے لوگون کو پرہیز کرنا لازم تھا۔

جیسا کلمہ خبر ظہور ایک واقعہ کا اس روایت مین ہی ویسا ہی کلمہ اوس روایت مین ہی جس کو صاحب تفسیر صافی نے تفسیر مجمع البیان سے نقل کیا ہی اور جس کا ذکر مصنف مخاطب کرتے ہین۔ وہ فقرہ یہ ہی کہ جب پیغمبر نے حرام کر لیا ماریہ قبطیہ کو اپنے اوپر اُس وقت خبر دی پیغمبر نے حفصہ کو انہ یملک من بعد ابو بکر و عمر سے بے شک بات یہ ہی کہ مالک ہو جاوینگے

بعد اُس پیغمبرؐ کے ابو بکر و عمرؓ بے شبہ یہ خبر ایک ایسے واقعہ کی تہی جو خوش کرنے والی بی بی حفصہ کو اور مغموم کرنے والی پیغمبرؐ کو تہی لیکن وہ واقعہ مذموم یون ہی پیش آنے والا تہا اس لیے پیغمبرؐ مجبور رہتے تہے کہ جو کچھہ واقعہ پیش آنے والا ہو اُس کی خبر دین گو وہ پیغمبرؐ کو مغموم اور غیر اہلبیت پیغمبرؐ کو مسرور کرنے والا ہو۔

یہ واقعۂ مذموم پیغمبرؐ کو مغموم اور غیر اہلبیت پیغمبرؐ کو مسرور کرنے والا اس وجہ سے تہا کہ وہ مخرج واقعات احداث دین اور فتنے برپا کرنے کی ہی۔ کیا ان احداث صحابہ سے جو دین اسلام مین پیدا اور مسلمانون مین فتنے بعد پیغمبرؐ برپا ہوئے پیغمبرؐ مغموم نہین ہو سکتے تہے۔ نہین وہی لوگ اُن احداث اور فتنے سے مسرور اور اُس سے فذاتی تمتع عزت اور دولت کا حاصل کر سکتے تہے جو خلاف پیغمبرؐ راہ چلنے والے ہون۔ ایسے احداث اور فتنے برپا ہونے کی تفصیل امر خلافت اور خلفاء مابعد نبیؐ کے لیے کتب اہلسنت مین موجود ہی جسمین حالات اور واقعات مذموم کی خبر پیغمبرؐ نے دی ہی اور مجلدات سابق مین ہم بہت کچھہ روایات لکھہ چکے ہین۔

تفسیر کبیر مین تحت سورۂ قدر کی اس آیت کے

لیلۃ القدر خیر من الف شہر } کہ لیلۃ القدر بہتر ہی ہزار مہینہ سے قاسم سے بسلسلہ رواۃ یہ روایت ہی

راوی کہتا ہی کہ کہ مین نے حسن بن علیؑ سے کہا کہ اے سیاہ کرنے والے منھہ مسلمانون کے تو نے قصد کیا اُس امر کی طرف اور بیعت کی تو نے تقدیم کر کے اُنکی بیعت معاویہ کی۔ پس فرمایا اُن علیہ السلام نے۔ بے شک رسول اللہؐ نے دیکہا تہا اپنے خواب مین بنی امیہ کو کہ وہ چلتے ہین ایک بعد

ایک کے - اور ایک روایت مین ہی کہ - کودتے ہین اوپر منبر اُسکے پیغمبر کے
کودنا بندرون کا - اور ناگوار گذرا وہ اوپر اُس (پیغمبر) کے پس نازل
کیا اللہ نے انا انزلناہ فی لیلۃ القدر اس قول تک خیر من الف
شھر - یعنی مالک ہو گئے بنی امیہ واسطے جسکے ہزار مہینہ کے بنی امیہ مالک
ہوئے اُس سے بہتر ہی ایک رات قدر کی جو ہم نے نازل کی ہی علی اور ائمہ
اہلبیت کے لیے) قاسم کہتا ہی پس حساب کیا ہم نے مالک ہونے بنی امیہ
کا تو وہ ہزار مہینہ ہین"

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ حضرت عثمان بنی امیہ کے مسن سردار اور اول
خلیفہ ہین جب اہل سنت نے دیکھا کہ بنی امیہ کی مثال ایسے جانورون سے
دی گئی ہی جو بعض حرکات انسانون کی سی کرتے ہین اور درحقیقت انسان
نہین ہین اور اُن کی مملکت پیغمبر پر شاق گذری ہی اور وہ خوش ہوتے ہین
اُس امر سے جو پیغمبر کو ناپسندیدہ ہوا ہی اور اُن کو اپنا خلیفہ اور امیر بنایا
ہی تب اُن کی مدح کی حدیثین وضع کرنی شروع کر دین - چنانچہ اس حدیث
سے باطل اور وضعی ہونا اس روایت کا ظاہر ہو جاتا ہی جو اہل سنت کے
بیان منقول ہوئی ہی " بہتر زمانہ یا لوگ یا امت میری وہ ہے جو میرے
زمانہ سے نزدیک ہون - پھر وہ لوگ ہین جو اُن سے متصل ہون پھر وہ لوگ
ہین جو اون سے متصل ہون - یعنی پھر وہ لوگ ہین جو والی ہون انکے بعد پھر وہ لوگ ہین
جو والی ہون اُنکے بعد (واضح رہے کہ اصل لفظ عربی یلونہم ہی جسکے معنے ہمنے والی
کے بتائے اُسی اعتبار سے کہ جس اعتبار سے مصنف مخاطب نے وہ
ان یلی" کا ترجمہ روایت کتب شیعہ سے اسی بحث مین کیا تھا کہ ابوبکر والی
خلافت ہو گا" اور جسکی مراد یہ ہی کہ مل جاوے گی خلافت ابوبکر کو"

مخفی نہ رہے کہ اصل مصدر یلی اور یلو نمسو کا ولی اور ولایت ہی) اس حدیث کے اعتبار سے خلفاے اربعہ اور بنی امیہ اور بنی عباس خلیفہ برحق قرار پاتے ہین۔ اور درحقیقت اہلسنت اسی حدیث وضعی کے اعتبار سے فضل ہر ایک صحابی اور تابعین صحابی اور تبع تابعین کے قائل ہوئے ہین (اہل سنت کی اصطلاح مین تابعین اُن کو کہتے ہین جنہون نے کسی صحابی پیغمبرؐ کو دیکھا ہو اور جس نے اُس صحابی کے دیکھنے والے کو دیکھا ہو اُس کو تبع تابعین کہتے ہین۔)

جامع الاصول مین جہان تذکرہ عبدالملک بن مروان کا جو خلفاے بنی امیہ سے تھا لکھا ہی۔ وہان یہ کہا ہی "وہ قرشی اموی تابعین مین سے مدینہ کے اور اُس کے فقہا رسے تھا اُسنے شام مین سکونت اختیار کی اور دیکھا تھا اُسنے عثمان بن عفان کو" اسکے پیچھے یہ مضمون چھپا ہی "یہ تحقیق سنا مین نے بارہا بے شک بنی امیہ مذمت کیے گئے ہین بضرورت اسلام اور اعتراف خاص و عام کے اور تحقیق کثرت سے آیات اور اخبار صریحہ اُنکے بارہ مین وارد ہوے ہین اور بہت حرکات اور نشان قبیحہ اُنسے صادر ہوئے ہین ایک آیت یہ ہی۔

"وماجعلنا الرؤیا التی اریناك الا فتنة للناس والشجرة الملعونة فی القرآن" — اور نہین گردانا ہم نے خواب کو ایسے کہ دکھائے ہم نے تجکو مگر فتنہ (آزمائش) ہی لوگون کے واسطے اور درخت ملعونہ قرآن مین (اِسے وہ خواب پیغمبرؐ جسکا ذکر حضرت امام حسن علیہ السلام سے اوپر نقل ہوا ہی) اور درخت ملعونہ جو قرآن مین ہی فتنہ ہی لوگون کے لیے"

اور احادیث سے ایک وہ حدیث ہی جو کشاف مین ہی کہ بیشک دیکھا پیغمبر صلے اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم نے خواب مین کہ تحقیق اولاد حکم کی دست بدست کہاتے ہین منبر اُس (پیغمبر) کو جیسے کہ دست بدست کہاتے ہین لونڈے گیند کو۔ اور شارحین نے کہا ہی کہ اولاد حکم سے مراد خاندانی بچون حکم سے ہی اور وہ جدا علی حضرت معاویہ اور یزید کا تہا اور جو کچہ اُنہون نے حسنؑ اور حسینؑ سے کیا وہ تفسیر اس خواب کی ہی"۔

اور صاحب تفسیر نیشاپوری نے جو روایت عطا مین ہی یہ نقل کیا ہی کہ "بیشک رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ و اصحاہ وسلم نے دیکھا خواب مین بنی امیہ کو کہ کودتے ہین اوپر منبر اُس (پیغمبر) کے کودنا بندرون کا پس برا معلوم ہوا یہ اُس پیغمبر کو"۔

اور بیان شجرہ ملعونہ مین ابن عباس سے یہ روایت لی ہی کہ "شجرۂ ملعونہ بنی امیہ ہین" اور اس روایت کو تفسیر کبیر مین کچہ زیادتی کے ساتہہ فخر رازی نے بہی نقل کیا ہی"۔

ابن ماجہ نے یہ روایت لی ہی۔ راوی کہتا ہی کہ "درمیان اس کے کہ ہم پیغمبر کے پاس بیٹھے تہے ناگاہ ایک جوان[1] بنی ہاشم سے سامنے آیا پس جس وقت اُنہون نے دیکھا اُس کو ڈبڈبا آئین دونون آنکہین اُس پیغمبر کی اور متغیر ہو گیا رنگ اُس پیغمبر کا۔ راوی کہتا ہی کہ مین نے کہا کہ ہم نے کبہی آپ کے چہرہ کو ایسا نہین دیکہا کہ ہمکو ناخوشی ہو پس فرمایا اُس پیغمبر نے کہ ہم اہلبیت ہین کہ اختیار کیا اللہ نے واسطے ہمارے آخرت کو اوپر دنیا کے اور بیشک اہلبیت میرے قریب ہی کہ دیکہین گے بعد میرے بلائے شدید کو اور حالت پٹک دیے جانے کو یہان تک کہ آوے

[1] نام جوان بنی ہاشم عمداً ترک کیا گیا ہی مگر یقیناً وہ مرد اہلبیت پیغمبر سے ہوگا جیسا کہ آئندہ مضمون روایت سے ظاہر ہی۔

ایک قوم مشرق کی طرف سے جن کے ساتھ سیاہ جھنڈے ہونگے اور مانگیں گے وہ خیر (بھلائی) کو پس وہ اُن کو نہ دی جائیگی پس وہ کشت و خون کرینگے اور نصرت پائینگے پس دیا جائیگا اُن کو جو کچھ کہ وہ مانگتے تھے پس نہیں قبول کرینگے وہ اُس کو یہان تک کہ وہ حوالہ کردین اُس (خلافت فی الارض) کو طرف ایک مرد کے میرے اہلبیت سے پس بھر دیگا وہ اُس کو عدل سے جیسے کہ بھر دیا ہوگا اُنھون نے اسکو جور سے"۔

اور حاکم نے صحیح یہ حدیث لی ہی کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اہل بیت میرے کو قریب ہی کہ وہ دیکھین بعد میرے ملت کے ہاتھ سے قتل اور پراگندہ ہونا اور بے شک شدید ترہماری قوم سے ہمارے واسطے بغض ہی بنی امیہ اور بنی مغیرہ اور بنی مخزوم کا"۔

بیضاوی نے اپنی تفسیر مین نقل کیا ہی کہ خواب مین دیکھا رسول اللہ صلعم نے ایک گروہ کو بنی امیہ سے چڑھتے ہین منبر پر اُس (پیغمبر) کے اور کودتے ہین وہ جس پر کودنا بندرون کا۔ اور فرمایا کہ وہ حصہ اُن کا ہی دنیا سے دیا گیا اُن کو بدلے اُن کے اسلام کے۔ اور اس بنا بر مراد قول خدا کی کہ نہ مگر فتنہ ہی واسطے لوگون کے اس سے ہی کہ جو کچھ احداث کیا اُنھون نے اپنے زمانہ مین اور "والشجرۃ الملعونۃ فی القرآن"۔ عطف ہی اوپر رویا (خواب) کے"

ان اخبارات آئندہ اور پیشین گوئیون پیغمبر سے جو صحت کے ساتھ اہل سنت کے یہان منقول ہوئے ہین صاف ظاہر ہی کہ پیغمبر نے اپنی امت کو آگاہ کیا تھا کہ بنی امیہ پیغمبر کے منبر پر اوچھل کود لگاوینگے اور وہ مالک اُس خلافت کے ہوجاوینگے جس کو پیغمبر بعد اپنے چھوڑنے والا تھا۔ اور وہ اخبار اور پیشین گوئیان پیغمبر کی ازروے آیات قرآنی کے

ہتین- اور جیسے کہ پیغمبرؐ نے اس واقعہ آئندہ کی خبر دی تہی ویسے ہی وقوع مین آیا-

پس بنی امیہ کے لیے بشارت اور خوشخبری اُس خلافت کی (جو سلطنت چہوٹی ہوئی پیغمبرؐ کی تہی) موافق مذاق مصنف مخاطب کے مصداق ہو سکتی ہی کہ جس مین بنی امیہ اور خلافت کے لے لینے مین اور متصرف ہونے مین حضرت عثمان داخل ہین بلکہ اُن کی وجہ سے بنی امیہ مین خلافت کی بنیاد پڑی ہی اور اُن کے بعد حقیقت دست بدست بنی امیہ کو ملتی رہی ہی کہ بعد حضرت عثمان کے حضرت معاویہ نے اپنے آپ کو خلیفہ مستقل قرار دیا- اور اُن کے بعد حضرت یزید اور حضرت مروان اعلی درجہ کے خلیفہ اور مالک خلافت ہوئے وہان تک کہ جب اُس خاندان سے خلافت بنی عباس نے نکالی اور خود مالک ہوئے-

لیکن درحقیقت یہ اخبار آئندہ اور پیشین گوئی پیغمبرؐ کی بنی امیہ کے لیے بشارت اور خوش خبری نہین ہو سکتی کیونکہ اُن اخبار سے اُن کی مذمت اور اُس واقعہ کے مذموم ہونے کی خبر ہی جس سے اُن لوگون کو اجتناب کرنا لازم تہا- اور بنی امیہ کی اور اُس واقعہ کی مذمت اسی وجہ سے ہی کہ وہ خلافت اور سلطنت حق اہلبیت پیغمبرؐ تہا اور اہل بیت پیغمبرؐ اُس کی قابلیت رکہتے تہے اور بنو امیہ اُس کی نہ قابلیت رکہتے تہے نہ اُن کا حق تہا اور باوجود اس کے خلاف مرضی خدا و رسول وہ اُس خلافت پر تصرف کرنے اور خلافت کے والی اور مالک بن جانے والے تہے اسلیے اُن کی مذمت اور اُس واقعہ کے مذموم ہونے کی خبر دی گئی ہی- ایسے اخبار اور پیشین گوئی سے بنو امیہ کی خلافت جس کے اول خلیفہ

حضرت عثمان ہین جائز نہین ہو سکتی بلکہ صریح ناجائز اور مذموم ہی۔ اور نہ ایسی خلافتون کے وقوع مین آنے سے جس کے وقوع کی خبر دی جا چکی ہی یہ لازم آتا ہی کہ یہ امر تقدیری ایسا تہا کہ حکم خدا یون ہی تہا خلاف اُسکے تقدیر الٰہی کا پلٹ دینا یا حکم قضا وقدر کا بدل دینا تہا یا مجرد اُس کے وقوع سے وہ امر وقوعی تقدیری یا تقدیر الٰہی یا حکم قضا و قدر سمجہا جاوے اور اُس سے وہ واقعہ جائز قرار پاوے۔

جن امور مین کہ انسان مختار ہی اُس کے لیے خود اعمال اُس کے مقدر ہو جاتے ہین خلافت کے لے لینے مین خود اُن کا اختیار تہا چاہتے لیتے چاہتے نہ لیتے اور معاویہ بہی یزید کی طرح چھوڑ دیتے یہ ظاہر کرکے کہ وہ خلافت حق اہلبیت پیغمبرؐ ہی اور دیگر مسلمانون کو بہی لازم تہا کہ بنو امیہ کو خلیفہ قبول نہ کر لیتے بلکہ سب مسلمانون کو لازم تہا کہ متفق ہو کر اہل بیت پیغمبرؐ کو خلیفہ قبول کرتے لیکن جن بنو امیہ نے خلافت کو لے لیا اور جن مسلمانون نے اُن کو خلیفہ قبول کیا اُنہون نے (خلاف مرضی اور خوشنودی خدا کے جو ظاہر ہو چکی تہی) اپنے اختیار سے ایسا عمل کیا جو مذموم تہا اور عمل قابل مدح کو اختیار نہین کیا اس لیے وہ فعل اور عمل اُنکا مذموم قرار پایا۔

جو کفار کہ عہد پیغمبرؐ مین ایمان نہین لائے یا اب تک ایمان نہین لاتے ہین اُن کی نسبت یہ کہا جا سکتا ہی کہ یہ امر تقدیری تہا اور ہی اور حکم خدا یون ہی تہا اور ہی۔ اور خلاف اُس کے ہونا تقدیر الٰہی کا پلٹ دینا یا حکم قضا و قدر بدل دینا ہی یا اُن کا ایمان نہ لانا تقدیر الٰہی اور حکم قضا و قدر ہی اور وہ امر اُن کے لیے جائز ہی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ کسی سزا کے قابل

دنیا اور آخرت مین قرار نہ پاوینگے۔ اور جو کوئی اُن سے سزا کی وعید کو سنے یا اُن کو سزا دے وہ ظالم ہی۔

پیغمبرؐ نے جو اخبار احداث اور فتن کے بالاجمال فرمائے ہین اُس کی تفصیل اہل سنت کے یہان بنوامیہ کے لیے امر خلافت کے متعلق یعنی حضرت عثمان پیشرو اُن کے ہین خود پیغمبرؐ سے لی گئی ہی جو اُس واقعہ سے علاقہ رکھتی ہی جس کو پیغمبرؐ نے بعد اپنے وقوع مین آنا ظاہر فرمایا ہی یعنے بنوامیہ کی خلافت بعد پیغمبرؐ احداث اور فتنہ ہی۔ ویسی ہی کتب شیعہ مین وہ روایات ہین جنمین پیغمبرؐ نے تفصیلاً احداث اور فتنہ کو بیان فرمایا ہی کہ بعد میرے والی اور متصرف اور مالک خلافت ابوبکرؓ اور عمرؓ ہو جاوینگے کسی احداث اور فتنہ کو تفصیل سے فرمانا پیغمبرؐ کا بشارت اور خوشخبری احداث اور فتنے برپا کرنے والون کے لیے نہین ہو سکتی۔ بلکہ وہ احداث اور فتنے خود احداث اور فتنے ہی ہونگے نہ کچھ اور۔

اب مین یہ بتاتا ہون کہ حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کا خلافت و سلطنت رسولؐ کا لے لینا اور اُس کو رسولؐ کے اہلبیتؑ سے نکالنا کیونکر احداث اور فتنہ قرار پاتا ہی۔

یہ ظاہر ہی کہ امارت قوم اور حفاظت اور اہتمام خانہ کعبہ خاندان رسالت مین[۱] مدت سے چلا آتا تھا اور باعتبار معاملہ ملکی کے بھی وہ حق اہلبیت پیغمبرؐ قرار پا گیا تھا۔ اگر پیغمبرؐ ایسی راے رکھنے والے ہوتے یا اُن کی ایسی مرضی ہوتی کہ وہ حق خلافت اہل بیت پیغمبرؐ سے نکل جاوے یا پیغمبرؐ کے اہل بیت اُس حق سے محروم ہو جاوین تو صریح ہی کہ ایسا امر قطعی بداخلاقی حق مین اُن کے اہلبیتؑ کے تھی۔

[۱] دیکھو صفحہ ۳۲۳ جلد پنجم رسالہ روشنی

دیہ یاد رکھنا چاہیے کہ پیغمبر کی مرضی خدا کی مرضی اور خوشنودی کے موافق تھی) جو کوئی ایسا مسئلہ مذہب اسلام مین قبول کرنے والا ہوگا کہ پیغمبر اپنے اہلبیت کو اُن کے حق سے محروم کرنے والے تھے وہ پیغمبر کو بداخلاق اور مذہب اسلام مین بداخلاقی کے مسائل ماننے والا ہوگا۔

اسی بنا پر اوصاف امامت علی مرتضیٰ مین دیکھہ کر پیغمبر نے بتا اور جتا دیا تھا کہ کار خلافت پیغمبر بعد پیغمبر بنفس نفیس علی مرتضیٰ جو داخل اہل بیت پیغمبر ہین اور اہلبیت پیغمبر چلانے والے ہین - یہ بھی ضرور تھا کہ وقت وفات پیغمبر وہ امام خلافت معین اور موجود ہو تا کہ وقت وفات رسول سے وہ امام اپنے کام مین مشغول ہوا اور جو امور کہ وقت وفات رسول سے وقوع مین آوین اُن کو طے اور اُن کا انصرام اور جو جرائم لوگون سے سرزد ہون اُن کا تدارک کرے۔

چنانچہ سب سے پہلے جو امام کا کام تھا وہ یہ تھا کہ پیغمبر کی تجہیز وتکفین مین مشغول ہوئے اور قرآن کو جمع اور مرتب کرے جس سے کہ احکام رعایا پر نافذ ہو سکین۔

اگر یہ امر قبول کیا جاوے کہ وقت وفات رسول امام معین اور موجود نہو اور بعد وفات رسول امام اور جانشین اُس کا معین اور پیدا کیا جاوے تو اس مین بڑی قباحت لازم آتی ہی - کہ وقت وفات رسول سے وقت تعیین خلیفہ تک امت رسول بے سردار کے رہیگی - اور کوئی پیغمبر کی تجہیز وتکفین کا کرنے والا اور اس مدت مین جو واقعات اور جرائم پیش آوین اُن کا طی اور انصرام اور تدارک کرنے والا نہوگا - اور نہ کوئی ذمہ دار اُن امور اور واقعات کے تدارک کا ہو سکتا ہی - اسقدر مدت

تک ہر متنفس کا نفس حاکم رہے گا اور اُس خلیفہ ما بعد کو کوئی حق تدارک اُس مدت کے بابت نہو گا ۔

دیکھو وقت وفات پیغمبرؐ سے حضرت ابو بکرؓ کے سقیفہ بنی ساعدہ مین سعین اور کل امت رسول مین مسلم اور مقبول ہوتے خلیفہ تک کسقدر زمانہ گذرا اور اُس وقت سے حضرت ابو بکر کو منصب کار خلافت پیدا ہوا اگر علی مرتضیٰ عین وقت وفات رسول نکر اور تدبیر تجہیز و تکفین پیغمبرؐ کی نکرتے تو باسانی سمجھ مین آسکتا ہے کہ پیغمبرؐ کی لاش کا کیا حال ہو جاتا ؟

اور ایسے ہی جمع قرآن اور اُس کی تکمیل ترتیب جس نوعیت سے کیگئی جو عہد حضرت عثمانؓ مین ختم اور تمام ہوئی اور اُسپر غور کامل اور علم تمام نہونے کے باعث اجرائے احکام خداوندی میں کیا کیا دشواریان اور مشکلین پیش آئین جس کو علی مرتضیٰؑ حل کرتے رہے اور جہان علی مرتضیٰؑ سے نہ پوچھا گیا جہان اُن کو دخل کا موقع نہ ملا یا جہان اُن کی بات کو رد کیا گیا وہان کیا کیا خطائین اور غلطیان ہوئین ؟

کل امت کو لازم تہا کہ عین وقت وفات رسولؐ کے جبکہ علی مرتضیٰؑ (جس کو پیغمبرؐ اپنا امام اور جانشین اور چلانے والا کار خلافت کا بتا یا اور جتا گئے تہے) موجود تہے تو کوئی دوسری فکر اور تدبیر خلیفہ اور امام بنانے کی نہ کی جاتی جس کی کوئی ضرورت نہین تہی لیکن جب لوگون نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کو اور بعد شہادت علی مرتضیٰؑ کے بجائے اہلبیت پیغمبرؐ کے بنی امیہ اور بنی عباس کو خلافت بتائے اور جتائے اور مرضی اور خوشنودی خدا اور رسول کے خلیفہ بنایا ۔ اور خلافتین اُنہون نے لین اور اہل بیت پیغمبرؐ کے ساتھہ وہ سلوک کیے جس کی پیغمبرؐ خبر

سے گئے تھے اور جس کی تصدیق علمار اہلسنت نے کی ہی اور کتب تواریخ اہلسنت جس سے مالامال ہین تو یہ تمام خلافتین احداث اور فتن نہین تو کیا ہی؟ اور کیا کتب فریقین مین جو احادیث اور روایات منقول ہوئے ہین اُن سے ان خلافتون کے وقوع مین آنے سے پورا ہونا پیشین گوئیون کا جو احداث اور فتن کے متعلق پیغمبرؐ فرما گئے تھے لازم نہین آتا ہی۔ اس حقیقت کے ظاہر ہونے بعد یہ حقیقتی استدلال مصنف مخاطب کی صریح واضح ہو جاتی ہی اور صاف نمایان ہو جاتا ہی کہ پیغمبرؐ نے جو خبر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے خلیفہ ہونے کی دی تھی وہ بشارت اور خوشخبری نہین تھی بلکہ خبر احداث اور فتنے برپا کرنے کی تھی وہ امر تقدیری صحابہ اور خلفاے بنی امیہ اور بنی عباس کا تھا۔

اشعار

یہ مرضی خدا و پیمبر کی تھی	کہ بعد نبیؐ ہو خلیفہ علیؑ
مگر فتنہ تھا اور احداث تھا	خلافت ابوبکرؓ کو جو ملی
خلافت عمرؓ اور عثمانؓ کی	اُسی فتنہ کی خیال پر وہ چلی
وہ فتنہ ہوا اُن کے احداث سے	کہ آئندہ کو راہ جس کی کھلی
عمل سے وہ احداث اُن کے ہوا	اسی سے وہ تقدیر اُن کی بنی
مقدر ہوا اُن کا یہ اس لیے	کہ مرضیِ حق کی رعایت نہ کی
مقدر بدل جاتا اُن کا کرتے	رضائے خدا کی اگر پیروی

نہ احداث ہوتے نہ کچھ فتنہ ہوتے
سبھی چین سے اپنی قبرون مین سوتے

مصنف مخاطب بعد استدلال کے اُس روایت پر جس مین پیغمبر صلعم

سے نے خبر واقعہ مذموم کے لیے بی بی حفصہ کو دی تھی اسی فقرہ (توڑنے والا پہل کا بغیر وقت کے مثل زراعت کرنے کے ہی غیر کی زمین مین) کلام علی مرتضیٰؑ سے یون استنباط کرتے ہین کہ جناب امیرؑ کو بھی یہ مضمون (خبر واقعہ خلافت) معلوم تہا اسی لیے انہون نے کہا کہ اس وقت مین ہماری خلافت طلب کرنا قبل از وقت ہی اور ایسا ہی جیسے پہلون کی تیاری سے پہلے کوئی شخص پہل توڑنے کا ارادہ کرے وہ اسیطرح ناکام رہتا ہی جیسے کوئی شخص ایسی زمین مین کہیتی کرے جس مین اسکا حق نہین اس کہیتی سے اس بونے والے کو فائدہ نہوگا یعنی اس وقت مستحق خلافت ابو بکرؓ ہین اُن کی خلافت مین ہم کو دخل دینا ایسا ہی جیسے کہ دوسرے کی زمین مین کہیتی کرنا اور جب کہ جناب امیرؑ کو یہ معلوم تہا کہ ابھی میری خلافت کا وقت نہین ہی پہر کیا وجہ جو وہ یہ سوچتے تہے کہ دست بریدہ سے لڑون یا صبر کرون ۔

لیکن یہ استنباط مصنف مخاطب کا کسی طرح صحیح نہین ہو سکتا۔ جناب امیرؑ کو یہ مضمون بیشک معلوم تہا کہ جس کی خبر پیغمبرؐ نے دی تہی کہ بعد پیغمبرؐ اصحاب احداث اور فتنے بپا کرینگے اور خلافت پر حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ متصرف ہو جاوینگے ایسی حالت مین کہ خلافت ابھی مستقل حالت کو نہین پہونچی ہوگی اور مذہب اسلام اور مسلمان تازہ ہونگے اور ارض خلافت حضرت ابو بکرؓ کی نہین ہوگی اور اس وجہ سے علی مرتضیٰؑ نے حضرت ابو بکرؓ کی نسبت یہ تشبیہ دی ہی کہ وہ پہلون کی تیاری سے پہلے کسی شخص کا پہل کو توڑنا ایسے وقت مین کہ اس کے توڑنے کا وقت نہ آیا ہو ایسا ہی ہی جیسے کسی غیر کی زمین مین زراعت کرنا جس سے مراد علی مرتضیٰؑ کی یہ ہی کہ حضرت ابو بکرؓ

کو استحقاق تصرف اور تسلط کا خلافت پر نہین تہا کیا باعتبار اس کے کہ خلافت بوجہ پختہ نہ ہو جانے کے ایسی تہی کہ حضرت ابو بکر قابلیت اُس پر تصرف کی نہین رکہتے تہے اور کیا باعتبار اس کے کہ وہ خلافت اُن کی زمین نہ تہی جس کا نتیجہ یہ ہی کہ حضرت ابو بکرؓ نے خلافت کو بہی ضرر پہونچایا اور خود بہی اُس سے کہ حق تمتع نہین رکہتے تہے کچہ تمتع جائز حاصل نہین کیا۔ حضرت ابو بکر کے خلافت قبول کر لینے سے مسلمانون کی سلطنت کو یہ ضرر پہونچا کہ اُن لوگون کے ہاتہہ مین خلافت نہ آنے اور نہ رہنے سے جو قابلیت اور حق اُس کا رکہتے تہے سلطنت مسلمانون کی اور مذہب اسلام تمام روے زمین پر قائم اور جاری نہو سکا۔ اور اہل حق اور قابلیت رکہنے والون خلافت کی محرومی کی بنیاد قائم ہوئی۔ اور امت رسول مین ہر کسی کو حوصلہ اور جرأت حصول خلافت کا بڑہ گیا اور اہل بیت پیغمبر ضعیف و ناتوان ہو گئے۔ درحقیقت علی مرتضیٰؑ نے یہ تشبیہ اپنے حق مین نہین دی ہی بلکہ حضرت ابو بکر کے حق مین دی ہی اور علی مرتضیٰؑ کا وہ ارشاد تشریح ہی اُن احادیث پیغمبرؐ کی جن مین اُنہون نے احداث اور فتنہ برپا کرنے اور حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ کے خلافت پر متصرف ہو جانے کی خبر دی تہی اور یہ تشبیہ صریح ہی کہ حضرت ابو بکرؓ کے متعلق ہی کہ اُس کے اوپر کا فقرہ یہ ہی کہ یہ پانی بدمزہ ہی اور ایسا لقمہ ہی کہ کہانے والے کے گلے مین اٹہو ہوتا ہی جس کا اطلاق صاف و صریح حضرت ابو بکرؓ پر ہوتا ہی۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔

علی مرتضیٰؑ نے جیسا کہ اپنے دیگر خطبون اور کلامون مین فرمایا ہی کہ حضرت ابو بکر مستحق خلافت نہین تہے ویسا ہی اس کلام مین ظاہر کیا ہی اور علی مرتضیٰؑ برابر فرمانے رہے ہین کہ خلافت میرا حق ہی اور مین اُس کا مستحق ہون پہر

اُس فقرۂ کلام علی مرتضیٰ سے کے یہ معنی کیسے ہوسکتے ہیں کہ مستحق خلافت ابوبکرؓ ہیں اور ارض خلافت اُنکی ہی"۔

علی مرتضیٰؑ کو بموجب ارشادات پیغمبرؐ کے صرف استحقاق خلافت اپنے لیے اور واقعہ حضرت ابوبکر اور عمرؓ کے خلیفہ ہوجانے کا معلوم تھا۔ اور پیغمبرؐ کے کسی ارشاد سے ہرگز یہ نہین پایا جاتا ہی کہ علی مرتضیٰؑ کبھی ازروے واقعہ خلیفہ ہوسکین گے یا نہین یا اُن کے خلیفہ ہونے کا کون وقت ہوگا اور ایسی خبر دے بھی نہین سکتے تھے کہ جبکا ظہور مطابق واقعہ کے نہو کہ علی مرتضیٰؑ کی کسی وقت بلاخلش خلافت قائم نہین ہوئی۔ اور جبکہ پیغمبرؐ استحقاق خلافت علی مرتضیٰؑ اور اپنے اہلبیت کے لیے بتا اور جتا چکے تھے اور بعد اپنے ہر زمانہ کے لیے علی مرتضیٰؑ اور اپنے اہل بیت کے واسطے حق اور قابلیت ظاہر کرچکے تھے تو پھر کوئی خاص وقت خلافت کا علی مرتضیٰؑ اور اہلبیت کے لیے معین نہین فرما سکتے تھے نہ ایسے فرمانے کی ضرورت تھی۔ اور نہ کوئی ایسا علم جس سے پیغمبرؐ نے آگاہ نہ کیا ہو علی مرتضیٰ کو ہوسکتا تھا اور نہ علی مرتضیٰؑ کے کسی کلام سے ایسا علم اُن کا ظاہر ہوسکتا ہی۔

پس علی مرتضیٰؑ کا سوچنا اس بات کو کہ "دست بریدہ سے لڑون یا صبر کرون" نہایت ضروری تھا کہ حضرت ابوبکر کا خلافت قبول کرنا احداث اور فتنہ اور واقعہ مذموم تھا جس کے خلاف خلافت کو علی مرتضیٰ اپنا حق جانتے تھے۔ ایک جہت سے اُس فتنہ واحداث کو فرو اور دور کرنا روا تھا اور دوسری جہت سے کہ بیعت حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر ہوچکی تھی اور وہ خلیفہ بن بیٹھے تھے اور مسلمان جدید اور مذہب اسلام تازہ تھا اور اہل کفر و ارتداد کی شورش تھی حضرت ابوبکرؓ پر حملہ کرنا اور مسلمانوں کا قتال خلاف مصلحت وقت تھا جس مین سلطنت

مسلمانونکے تباہ اور برباد ہو جانے کا سخت اندیشہ تھا - اور یہ مسئلہ ایسا اہم اور مشکل تھا جسکے لیے سوچنا لابد تھا اور اُس کے کسی پہلو کا اختیار کرنا کچھ آسان نہ تھا - علی مرتضیٰ کا سا ہی نفس پاک متحمل اسکا ہو سکتا تھا کہ اُس خلافت پر حملہ نہ کرکے صبر کیا جاوے جنکے دل و دماغ مین ذرہ برابر شائبہ طمع خلافت کا نہ تھا - صرف سچی محبت دین اسلام کی متمکن تھی جس نے اُن کو اُس حملہ سے باز رکھا - اور دین اسلام کو تباہ ہونے سے بچا لیا - یہ عمل علی مرتضیٰ کا حقیقی معجزہ ہی جو دوسرے کسی انسان سے نہین ہو سکتا تھا - دوسرا انسان طمع خلافت مین پھنس جاتا اور کچھ پروا تباہی اور بربادی اسلام کی نہ کرتا -

مصنف مخاطب اُسی کلام علی مرتضیٰ کے فقرہ آئندہ کا یون ترجمہ کرتے ہیں کہ "اب مین دعوی کرونگا تو کہین گے کہ حکومت کا حریص ہی اور جو ساکت رہونگا تو کہین گے کہ موت سے ڈر گیا" اور اُسکا یہ مطلب بیان کرتے ہین کہ بعد تمام مہاجرین و انصار ابوبکرؓ سے بیعت کر چکے اسکے بعد اگر مین دعوی کرون تو سب لوگ یہ کہین گے کہ حکومت کا حریص ہی یہ اسوجہ سے کہتے کہ بعد انعقاد خلافت ابی بکرؓ کے جناب امیرؑ کا دعوی کسی حجت شرعی کے ساتھہ نہ ہوتا یہ بھی دلیل نص امامت کے باطل ہونے کی ہی ورنہ اگر نص امامت موجود ہوتی تو سب لوگ یہی کہتے کہ بموجب نص رسول کے دعوی ہی حریص ملک کیون بتاتے اگر دعوی سے ساکت رہون تو کہین گے کہ موت سے ڈر گیا"

لیکن مصنف مخاطب نے اُس فقرہ کا ترجمہ پورے طور پر ٹھیک نہین کیا ٹھیک ترجمہ یہ ہی "پس مین اگرچہ کہون تو لوگ کہین گے کہ اُنہون نے ملک کی طمع کی اور سکوت کرون تو لوگ کہین گے کہ موت سے ڈر گیا"

وہ الفاظ جنکا ترجمہ مصنف مخاطب نے کیا ہی یہ "اب اگر مین دعوی

کرون " فان اقل " مین اس کا ترجمہ دعوی کرنے کا کسی طرح نہین
ہو سکتا - بلکہ اسکا ترجمہ صاف یہی ہوتا ہی " پس اگر مین کچھ کہون " جس سے
مراد یہ ہی کہ " اگر مین ملک خلافت پر اپنے حملہ کا ارادہ کسی حجت سے ظاہر کرون
تو کہین گے کہ ملک کی طمع کی اور اگر سکوت کرون تو کہین گے کہ موت سے
ڈر گیا " مراد اسکی " اگر مین کچھ کہون " جو مین نے یہ لی ہی کہ " اگر مین کسی حجت
سے ملک خلافت پر حملہ کا ارادہ ظاہر کرون " اس مراد کی صحت پر یہ آخر
مضمون فقرہ کا حجت ہی " اور اگر سکوت کرون تو کہین گے کہ موت سے
ڈر گیا " یہ ظاہر ہی کہ موت سے خوف کا الزام اسی حالت مین لگایا جا سکتا ہی
جبکہ حملہ کا ارادہ نہ کہا جاوے - مجرد دعوی سے خوف کا الزام پیدا
نہین ہو سکتا ہی -

پس ظاہر ہی کہ دعوی کرنے کی مراد اس فقرہ سے جیسا کہ مصنف مخاطب
لیتے ہین ہرگز پیدا نہین ہو سکتی اور نہ وہ مراد مطابق واقعہ کے ہو سکتی ہی
کیونکہ نتیجہ اس فقرہ کا موافق مذاق مصنف مخاطب کے یہ ہوگا کہ علی مرتضیٰ
نے دعوی خلافت نہین کیا حالانکہ یہ امر خلاف واقعہ ہی - علی مرتضیٰ بعد تجہیز
و تکفین پیغمبر کے اسی زمانہ مین اظہار اپنے حق اور بغیر حملہ بطلان انعقاد خلافت
حضرت ابو بکرؓ کا برابر کرتے رہے ہین - اور ایسی کوشش جس مین خونریزی
کی نوبت نہ آنے پاوے حصول خلافت کے لیے جس پر غیر اہل حق نے تصرف
کر لیا تھا ہمیشہ جاری رکھی ہی جس سے کوئی انکار نہین کر سکتا کتابت مین جو
لفظ " فان اقل " پایا جاتا ہی کچھ تعجب نہین ہی کہ وہ لفظ غلطی کتابت سے
بجاے " فان احمل " یعنی اگر حملہ کرون مین " پڑھا گیا ہی - کہ مضمون مابعد
جو الزام حرص ملک اور خوف موت سے متعلق ہی اسی پر دلالت کرتا ہے

اقوال اور افعال علی مرتضیٰؑ سے ظاہر ہی کہ علی مرتضیٰؑ خلافت حضرت ابوبکرؓ کو قابل حملہ جانتے تھے مگر حملہ نہین کیا اور اُس حملہ کے کرنے اور نہ کرنے سے جو اعتراض اور الزام علی مرتضیٰؑ پر لگایا جا سکتا تہا اُس کو اس فقرہ مین اپنے کلام کے رفع فرماتے ہین۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہی کہ علی مرتضیٰؑ انعقاد خلافت حضرت ابوبکرؓ کو یقینی صحیح نہین جانتے تھے بلکہ اُس کو خلاف امر حق کے احداث اور فتنہ سمجھتے تھے جیسا کہ شروع کلام مین اُسی زمانہ کو امواج فتن فرمایا اور قرار دیا ہی اگر خلافت کو اپنا حق نہ سمجھتے تو ہرگز اظہار اپنے حق کا نہ کرتے اور خلافت حضرت ابوبکرؓ کی احداث اور فتنے اُن کے نزدیک اگر نہو تی تو ہرگز اُس کو قابل حملہ کے قرار نہ دیتے۔ گو کسی دوسرے سبب سے حملہ وقوع مین نہ آتا۔ اور یہ فرمانا علی مرتضیٰؑ کا کہ لوگ مجکو حریص ملک کہین گے دلالت کرتا ہی اس امر پر کہ خلافت پر اُنکا حق تہا اور وہ اُس کو اپنا حق جانتے تھے اور حضرت ابوبکر کا حق نہین سمجھتے تھے لیکن چونکہ طلب حق مین شائبہ طمع مضمر تہا اسلیے اُسوقت درگذر کی اور لوگون کو اطمینان دلا دیا کہ علی مرتضیٰؑ مین وصف رذیلہ طمع نہین ہی۔ اگر علی مرتضیٰؑ خلافت حضرت ابوبکر کو صحیح اور اُنکا حق جانتے تو نہایت خوشی اور طیب خاطر سے خود اور تمام بنی ہاشم بلا توقف حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کر لیتے اور کسی وقت یہ فرما دیتے کہ خلافت اُنکی صحیح ہی۔" یہ نہوتا کہ اُنکی خلافت کو قابل حملہ جانتے۔

جب یہ امر علانیہ ہی کہ علی مرتضیٰؑ ملک خلافت کو اپنا حق جانتے تھے اور علاوہ اُس کے جو حضرت ابوبکرؓ انعقاد خلافت ہوا اُسکو قابل حملہ تصور کرتے تھے تو ضرور ہی کہ ایسا اُنکا جاننا اور سمجھنا واجبی تہا اور وہ ایسا نہین جان سکتے تھے اور نہ سمجھ سکتے تھے جبتک کہ ازروے قرآن اور ارشاد پیغمبرؐ کے اُن کو علم نہو اسلیے کہ اُن سے بہتر بعد پیغمبرؐ کے کسی کو علم قرآنی اور علم پیغمبری نہین تہا۔ اور اسی سے

لازم آتا ہی کہ وہ علم علی مرتضیٰ کا بابت حق خلافت کے اپنے لیے نص تہا نہ غیر کے لیے۔ اور جس کسی نے اس علم حق خلافت کو نص نہ مانا۔ وہ درحقیقت علی مرتضیٰ کے علم حق کی تکذیب کرنیوالا ہی جس سے تکذیب رسول و خدا کی لازم آتی ہی اور کچہ نہیں کیونکہ علی مرتضیٰ جو خلافت کو اپنا حق از نہ غیر کا جانتے تہے وہ حجت شرعی تہی۔

لیکن جو لوگ کہ الزام حرص ملک علی مرتضیٰ پر لگانے والے ہو سکتے ہین وہ اُن کے قول اور فعل کو حجت شرعی نہ ماننے والے اور نصوص کی غلط تاویل کرنے والے ہونگے جس پر آخر کار علی مرتضیٰ کو جنگ کرنی پڑی اور جس کی خبر پیغمبر دے گئے تہے کہ مجکو تنزیل قرآن پر جنگ کرنی پڑی اور تجکو تاویل قرآن پر جنگ کرنا ہوگا۔ علی مرتضیٰ کے کلام مین اُنہین لوگون کی طرف یہ اشارہ ہی کہ جو لوگ بحالت حملے ایسا کہنے والے ہو سکتے تہے کہ علیؑ ملک کا حریص ہی وہ بحالت حملہ نہ ہونے کے اس بات کے قائل ہوے کہ علیؑ موت سے ڈر گیا جو لوگ حضرت ابوبکرؓ سے بیعت کر چکے تہے۔ ایسے لوگ وہی ہو سکتے تہے کہ جو غلط تاویل نص کی کرنے والے اور علی مرتضیٰ کے دعوی کو حجت شرعی پر مبنی نہ سمجہنے والے تہے۔ لیکن جو لوگ کہ جناب امیرؑ کے دعوی کو حجت شرعی پر مبنی جاننے والے اور نص امامت کی غلط تاویل کرنے والے تہے۔ وہ اسکے قائل نہین ہو سکتے تہے کہ علی مرتضیٰؑ حریص ملک کے ہین یا موت سے ڈر گئے ایسے لوگون سے وہ کلام علی مرتضیٰؑ متعلق نہین ہی نہ ایسے لوگون کی طرف وہ خطاب علی مرتضیٰ کا ہی۔ اُس کلام علی مرتضیٰؑ مین صرف اُنہین لوگون سے خطاب ہی جو حضرت ابوبکرؓ سے بیعت کر چکے تہے اور جو نص امامت کی غلط تاویل کرنے والے اور دعوی علی مرتضیٰؑ کو حجت شرعی پر مبنی نہ سمجہنے والے تہے مصنف مخاطب نے مطلب کلام علی مرتضیٰؑ کے بیان مین جو یہ کہا ہی

کہ سب لوگ یہ کہیں گے کہ حکومت کا حریص ہی" اور اس سے استنباط عدم حجت شرعی اور ابطال نص امامت کرتے ہین - صریح خلاف کلام علی مرتضیٰ کے ہی اس مین کوئی لفظ ایسا نہین جو دلالت کرتا ہو اس امر پر کہ کل لوگ ایسا کہنے والے ہونگے - اس کے اصلی الفاظ یہ ہین "یقولوا حرص علی الملک" کہین کے کہنے والے کہ حرص کی ملک پر" پس علی مرتضیٰ کا یہ ارشاد متنبہ کرنے والا ہی اُن لوگون کو کہ جو علی مرتضیٰؑ پر بوجہ حملہ کے غلط الزام حرص ملک کا لگانے والے ہوتے - اور جب حملہ حرص ملک کی وجہ سے نہ سمجھا جاے تو خواہ مخواہ حملہ محض طلب حق کے لیے قرار پاوے گا اس کلام علی مرتضیٰ کا صاف نتیجہ یہ ہوتا ہی - کہ ملک خلافت میرا حق ہی جس کے لیے نص ہو چکی ہی اور میرا دعوی حجت شرعی پر مبنی ہی اگر طلب حق کے لیے مین حملہ کرون تو جو کو بیعت کر چکے ہین اور نص امامت کی غلط تاویل کرنے والے ہین اور حجت شرعی کو نہین مانتے وہ یہ کہین گے کہ علی ملک پر حرص کرتا ہی" علی مرتضیٰ کی طینت مقدس اور سیرت طاہرہ ایسی تھی کہ وہ اپنے کسی فعل مین ذرہ برابر بھی شائبہ نفسانیت انسانی کے مد اداء نہین ہو سکتے تھے - یاد کرو وہ مشہور واقعہ جبکہ علی مرتضیٰ اپنے ایک کافر دشمن کو مغلوب کرکے اس کے سینہ پر سوار ہو کر چاہتے تھے کہ اس کے سر کو بدن سے جدا کرین تو اس دشمن نے آپکے روے مبارک پر اپنا تھوک پھینکا - اس وقت فوراً علی مرتضیٰؑ نے اسکو قتل سے چھوڑ دیا - اور فرمایا - کہ اگر اسوقت مین اس کو قتل کرتا تو وہ قتل میری نفسانیت پر محمول ہوتا اور خالصۃً للہ وہ قتل نہ سمجھا جاتا جس پر پیغمبر سے سند فضیلت "کرم اللہ وجہہ" کی پائی" حضرت ابوبکر امر حق خلافت مین علی مرتضیٰؑ سے مخالفت رکھنے والے تھے - غیر ممکن تھا کہ علی مرتضیٰ ایسا

حملہ حضرت ابوبکر پر کرتے جس مین کہنے والے یہ کہسکتے کہ علی مرتضیٰ حریص ملک ہی
اس نظر سے یہ کہا جا سکتا ہی کہ بمقابلہ اُس کا فردشمن کے حضرت ابوبکر مخالف کسیقدر
دولت دین اسلام کے نتھے لیکن سیرۂ پاکیزہ اور طینت علی مرتضیٰ مین اُسقدر
فرق سے کچھ فرق لازم نہین آسکتا۔

دوستان را کجا کنے محروم ✽ توکہ با دشمنان نظر داری

فی الحقیقت علی مرتضیٰ کو اُنکے پاکیزہ طینت اور مقدس زندگی نے اُنکو اُس
فعل سے روکا ہی جس مین شائبہ نفسانیت اور حرص کا پیدا ہو۔ اُسی سے بچنے
کے لیے علی مرتضیٰ نے حملہ سے اجتناب کیا ہی اور حملہ نکرنے کی وجہ کو بیان فرمایا ہی
جس کے سمجھنے کے لیے دل تعصب سے صاف ہونا چاہیے ورنہ اُس کلام سے
اُنکے ویسے ہی استنباط غلط نکلیں گے جیسے کہ نص امامت کی غلط تعبیر کی گئی ہی۔

بعد اس کلام کے کہ اگر مین کچھ کہون (اے بہ جہت اظہار حملہ کردن)
توکہین گے کہ ملک کا حریص ہی اگر مین ساکت رہون توکہین گے کہ موت سے
ڈر گیا" اس فقرہ آخر مین جو غلط الزام لگانے والون کی طرف سے بیان فرمایا
ہی اُس کو خود علی مرتضیٰ یون رفع فرماتے ہین اور اُس غلط الزام کے عائد
کرنے والون کو یہ تنبیہ کرتے ہین جس کا مصنف مخاطب نے یہ ترجمہ
کیا ہی۔

"افسوس ہی بعد ان سب باتون کے (صحیح ترجمہ بعد چون و چرا کے)
قسم ہی خدا کی کہ ابن ابی طالب زیادہ محبت رکہنے والا ہی موت کے ساتھ
بچہ سے جو اپنی مان کے پستان کے ساتھ محبت رکہتا ہو" اور اُس کی مراد
مصنف مخاطب یہ بتاتے ہین۔کہ یہ طلب خلافت سے جو میرا سکوت ہی وہ
ہرگز اس وجہ سے نہین کہ مجکو موت کا خوف ہو لوگون کے خیالات پر افسوس ہی کہ

جو میری نسبت ایسا گمان کریں مین تو اپنی موت کا ایسا مشتاق ہون کہ بچہ بھی مان کے دودہ کا ایسا مشتاق نہین ہوتا پھر مین موت سے کیون ڈرتا بلکہ میرا سکوت اس وجہ سے ہی کہ ابو بکر کی خلافت مین مزاحمت کرنا فتنہ ہی اور میری خلافت کا ابھی وقت نہین آیا ہے

پھر مصنف مخاطب اُس پر یہ استدلال کرتے ہین کہ اب انصاف فرمائیے کہ جناب امیر کو تو اپنی شجاعت کا ایسا دعوی تھا پھر وہ اپنے ہاتھ کو دست بریدہ کیون کہتے یا کوئی اُن پر یا اُن کے اہلبیت پر ظلم کرتا تو اُنکو سکوت کی کہان تاب ہوتی ہے

مصنف مخاطب نے جو شروع مین مراد اُس فقرہ کی بیان کی ہی اُس مضمون سے مجکو اتفاق ہی صرف ایک لفظ حملہ کا اُس مین اضافہ ہونا چاہیے۔ یعنے طلب خلافت سے (بذریعہ حملہ کے) جو میرا سکوت ہی وہ ہرگز اس وجہ سے نہین کہ مجکو موت کا خوف ہو۔ لوگون کے خیالات پر افسوس ہی جو میری نسبت ایسا گمان کرین۔ مین تو اپنی موت کا ایسا مشتاق ہون کہ بچہ بھی مان کے دودہ کا ایسا مشتاق نہین ہوتا۔ پھر مین موت سے کیون ڈرتا ہے اس مضمون مراد مین حملہ کا لفظ ہم اس لیے اضافہ کرتے ہین کہ واقعات ہمکو یہ دکہاتے ہین کہ علی مرتضیٰ نے طلب خلافت کے لیے اظہار رجعت اور دلیل کا کیا ہی۔ البتہ طلب خلافت کے لیے حملہ نہین کیا۔ لیکن آخر مین مصنف مخاطب نے جو وجہ مزاحمت نکرنے کی یہ ظاہر کی ہی کہ یہ علی مرتضیٰ کا سکوت اس وجہ سے ہی کہ ابو بکر کی خلافت مین مزاحمت کرنا فتنہ تہا اور انکی خلافت کا وقت نہین آیا تہا ہے یہ مراد مصنف مخاطب کی کسی طرح صحیح نہین ہو سکتی کیونکہ یہ وجہ نہ کلام علی مرتضیٰ سے پیدا ہو سکتی ہی نہ نتائج واقعات

اُس کی تائید کرتے ہین ۔

جب یہ امر مسلمہ ہی جیسا کہ کتب فریقین سے پہلے ظاہر ہو چکا ہی کہ علی مرتضیٰؑ خلافت کو اپنا حق جانتے تھے اور اپنے استحقاق خلافت کا اظہار اور سعی مناسب برابر ہر زمانہ مین کرتے رہے اور بغیر حملہ کے طلب خلافت کی کوشش مین کبھی کوتاہی نہین کی ۔ اور نہ کبھی حضرت ابو بکرؓ یا دوسرونکی خلافت کے صحیح ہونے کو قبول کیا ۔ اور علانیہ حضرت ابو بکر اور دوسرون کے خلیفہ ہو جانے پر اعتراض فرماتے رہے تو صریح ہی کہ علی مرتضیٰ انعقاد خلافت ابو بکر اور غیرون کے خلیفہ ہو جانے کو فتنہ جانتے تھے اور جب خود اُس خلافت اور اُسکے بہنون خلافتون کو فتنہ جانتے تھے تو کیسے یہ امر تسلیم کیا جا سکتا ہی کہ علی مرتضیٰؑ حضرت ابو بکرؓ کی خلافت مین مزاحمت کرنا فتنہ جانتے تھے ۔ حالانکہ علی مرتضیٰؑ نے حضرت ابو بکرؓ کی خلافت مین بذریعہ اظہار اپنے استحقاق کے اور ازروے کوشش طلب اپنے حق کے مزاحمت کی ۔ البتہ اُس اظہار استحقاق اور کوشش طلب حق کے بعد حملہ نہین کیا ۔ اور یہ امر ظاہر ہی کہ اظہار استحقاق اور کوشش طلب حق کے ذریعہ سے مزاحمت کی وجہ جداگانہ اور بذریعہ حملہ کے طلب حق نہ کرنے کے لیے وجہ جداگانہ تھی ۔ اور چونکہ علی مرتضیٰ نے مزاحمت خلافت حضرت ابو بکر مین بذریعہ اظہار استحقاق اور کوشش طلب اپنے حق کے کی تھی اور صرف حملہ طلب خلافت کے لیے نہین کیا تھا اور اُس حملہ کے نہ کرنے سے جو غلط الزام علی مرتضیٰؑ پر لگایا جا سکتا تھا صرف اُسی کو اس موقع پر اپنے اُس فقرۂ کلام سے رفع فرمایا ہی ۔ کہ میرا سکوت حملہ سے بوجہ خوف موت کے نہین ہی ۔ اس فقرہ مین اظہار وجہ سکوت کا حملہ سے متعلق ہین ہی ۔ بلکہ انکار اُس وجہ سے ہی جو کچھ لوگ غلط وجہ سکوت کی حملہ سے بتلاتے

کرنے والے تھے اس تقریر سے جیسے غلطی مراد مصنف مخاطب کی نسبت فقرہ کلام علی مرتضیٰؓ کے ظاہر ہوتی ہی۔ ویسے ہی اُنکا استدلال غلط قرار پاتا ہی۔ شجاعت امر دیگر ہی اور حملہ نکرنا امر دیگر ہی۔ علی مرتضیٰ کو صرف دعوی شجاعت کا نہین تہا بلکہ وہ وصف اُن مین فطرتی تہا۔ لیکن وصف شجاعت کو کام مین لانے کے لیے ضرور ہی کہ اُس کے موقع اور محل کو اور اُس سے جو نتیجہ پیدا ہو اُس کو پیش نظر رکہا جاوے اور اگر یون بے سوچے اور سمجہے شجاعت کو کام مین لایا جاوے تو وصف شجاعت اپنی حد سے تجاوز کرکے درجہ تہور پر پہونچ جاتا ہی جو مذموم ہی خصوص جبکہ شائبہ طمع خلافت اُس مین شامل ہو جاتا تو وصف شجاعت اپنے اعتدال پر قائم نرہتا لیکن باوصف موجود ہونے فطرتی وصف شجاعت کے علی مرتضیٰؓ نے جو حملہ خلافت حضرت ابو بکر پر نہین کیا وہ نتیجہ اُس پیش بینی اور دور اندیشی کا تہا کہ جو بعد حملہ کے لازم آجاتا تا ادہر بیعت خم غدیر سے جو پیغمبرؐ نے کرائی تہی اور لوگون کا علیؑ کو مثل اپنے پیغمبرؐ نے ولی قرار دیا تہا اُس سے نکث وانحراف کرکے سقیفہ بنی ساعدہ مین حضرت ابو بکر کے ہاتہہ پر بیعت کرکے خلیفہ بنایا اُسکو علی مرتضیٰ نے دست بریدہ ہونا فرمایا جو نہایت ٹہیک تہا۔ اور اس حالت کا پیش رکہنا ضروری تہا اگر اُس امر کو پیش نظر رکہہ کے اور بغیر سوچے سمجہے مجرد شجاعت پر بہروسہ کرکے حملہ کرتے تو ضرور اندیشہ تہا کہ وصف شجاعت جو ممدوح ہی اپنی حد سے تجاوز ہو کر درجہ تہور مذموم پر (جیسے کہ جلتی آگ مین بے سوچے سمجہے کود پڑنا) پہونچ جاتا۔ اور وصف رذالت طمع خلافت اُس کو لاحق ہو جاتا اُدہر یہ نتیجہ بہی اُس وقت حملہ کا خطرناک تہا کہ علی مرتضیٰ اُس حملہ مین غالب ہوتے یا مغلوب مگر مذہب اسلام اور مسلمان دونون کمزور ہو کر ضرور تباہ اور برباد ہو جاتے اور دو

حالت موجودہ ہی مذہب اسلام اور مسلمانون کی باقی نہ رہتی جس حیثیت اور نوعیت سے زمانہ خلافت حضرت ابوبکر مین اُسکی توقع ہوسکتی تہی۔

اور اُس ناقص حالت اسلام اور مسلمانون کی اصلاح بذریعہ پند و نصیحت کے ہوسکتی تہی۔ جیسا کہ باوجود سلطنت مخالفت خلافت ہر زمانہ کے ائمہ اہل بیت اصلاح مذہب اسلام خراب شدہ اور مسلمانون نقص گرفتہ کے کرتے رہے۔ جس اصلاح کی بدولت اس وقت مذہب اسلام کامل اور صحیح کرورون مسلمانون مین موجود ہی جو روے زمین کے ہر حصہ مین آباد ہین اور سبکو یقینی اصلی معجزہ ائمہ اہل بیتؑ کا کہنا روا ہی۔

اس میری تقریر سے علی مرتضیٰؑ کے فقرہ کی مراد ظاہر ہو جاتی ہی کہ باوصف وصف شجاعت کے علی مرتضیٰؑ نے حملہ خلافت حضرت ابوبکرؓ پر کیون نہ کیا اور کیون اُنہون نے اپنے آپ کو دست بریدہ فرمایا۔ اُنکا حملہ نہ کرنا بوجہ خوف موت کے نہین تہا اور گو بیعت خم غدیر کو بیعت سقیفہ بنی ساعدہ نے قطع کر دیا تہا لیکن علی مرتضیٰؑ اگر اُسوقت حملہ کرتے تو کچہ شبہ نہین ہی کہ مذہب اسلام اور مسلمان اور مسلمانون کی خلافت سب تباہ و برباد ہو جاتی۔ اور اُس وقت علی مرتضیٰؑ پر یہ الزام لگایا جاتا کہ طمع خلافت نے اصل مذہب اسلام اور مسلمانون اور اُن کی بادشاہت کو تباہ و برباد کر دیا۔ جیسا کہ اب حملہ نہ کرنے سے خوف موت کا الزام لگایا جاتا ہی اور علی مرتضیٰ کی بے استحقاقی کا حق خلافت سے قیاس کیا جاتا ہی۔

اُس فقرہ کے بعد جو فقرہ کلام علی مرتضیٰ مین ہی اُس کا ترجمہ مصنف مطاعن یون کرتے ہین۔

"بلکہ مجھے معلوم ہین ایسی پوشیدہ باتین کہ اگر مین اُن کو ظاہر کرون تو

تم اس طرح تڑپو جیسے گہرے کنوین مین رسیان تڑپتی ہین لله اور اس کی مراد یہ بیان کرتے ہین کہ یعنی تم مجھے دعوی خلافت کی ترغیب دیتے ہو مگر مجھے آئندہ کے حالات ایسے معلوم ہین کہ اگر مین تم پر ظاہر کرون تو تم ایسے تڑپ جاؤ جیسے رسی گہرے کنوین مین تڑپتی ہی وہ باتین شاید یہ تہین کہ ابوبکرؓ کے بعد جو خلافت لیگا وہ قتل ہوگا اُن کے بعد جو خلیفہ ہوگا وہ قتل ہوگا اُن کے بعد مین خلیفہ ہون گا مین بہی قتل ہونگا پس ابوبکر تو خلافت لے چکے اب اس کے بعد تم خلافت کی میرے لیے کوشش کرتے ہو حالانکہ اس کا نتیجہ قتل ہوگا اور جو چیز باعث قتل ہو اُس سے تو بچنا چاہیے نہ کہ اس کو طلب کرنا لله

علی مرتضیٰؑ نے اس فقرہ مین یہ بہی تو ارشاد فرمایا ہی کہ مجکو ایسا علم مکنون حاصل ہوا ہی کہ اگر مین اس کو ظاہر کرون تو تم ایسے مضطرب ہو جاؤ گے جیسے گہرے کنوین مین لٹکی رسی مضطرب ہوتی ہی جس کی مراد یہ ہی کہ بعد پیغمبرؐ جو فتنہ اور احداث ہونے والے ہین اور جو جو جور و ستم اہلبیت پیغمبرؐ پہ گذرنے والے ہین جن پر اہلبیت پیغمبرؐ صبر کرین گے وہ امور مجکو معلوم ہین اگر ان کو ظاہر کرون تو تم مضطرب ہو جاؤ گے۔ اس ارشاد کی یہ مراد کسیطرح نہین ہو سکتی جو مصنف مخاطب لیتے ہین وہ مراد ایک ایسی مراد ہی جسکے حقیقی ہونے پر خود مصنف مخاطب کو بہی اطمینان نہین ہی چنانچہ وہ یہ کہتے ہین کہ وہ باتین (پوشیدہ جن کو سنکر وہ لوگ جن سے علی مرتضیٰ خطاب فرما رہے ہین مضطرب ہو جاوین) شاید یہ تہین کہ ابوبکرؓ کے بعد جو خلافت لے گا وہ قتل ہوگا اور اُن کے بعد کا خلیفہ بہی قتل ہوگا اُنکے بعد مین خلیفہ ہونگا مین بہی قتل ہونگا لله اول تو یہ مراد دعوی خلافت

کی ترغیب سے مطلق نہین ہو سکتی بلکہ ترغیب حملہ سے مطابق ہوتی ہی۔ اور علی مرتضیٰؓ نے دعوی خلافت علانیہ برابر کیا ہی صرف حملہ نہین کیا۔ و دوسرے اگر اس فقرہ سے وہ مراد لی جائے تو علی مرتضیٰ بزمانہ حیات حضرت ابو بکر کے ضرور اُن کو بغیر قتل کے زندہ خلافت سے ہٹا دیتے اس لیے کہ اگر اُن کو یہ پوشیدہ امر معلوم ہوا تہا کہ حضرت ابو بکر کے مرنے کے بعد جو تین خلفا ہونگے جنکے آخری خود علی مرتضیٰؓ ہونگے قتل ہو جاوین گے تو اُن کو یہ بہی ضرور معلوم تہا کہ حضرت ابو بکر کی زندگی مین اگر کوئی خلیفہ مقرر ہو جائیگا تو سلسلہ قتل خلفا کا وقوع مین نہ آئے گا۔ کیونکہ تین خلفاء کا قتل ہونا موقوف اُسی حالت پر تہا کہ جب بعد وفات حضرت ابو بکر کے وہ خلفا یکے بعد قتل دیگرے خلافت کو قبضہ مین لین۔ اور اگر مصنف مخاطب کو یہی مراد لینی منظور رخاطر تہی تو بعد قتل علی مرتضیٰؓ کے ذکر خلافت بنی امیہ اور بنی عباسیہ کا بہی اپنی مراد مین کرنا ضرور تہا کہ علی مرتضیٰؓ کے مخاطب کلام اُس وقت حضرت ابو سفیان اور حضرت عباس تہے جو مارے خوشی کے دیر تک مثل لبنی رسی کے جو گہرے کنوین مین چہوٹنے کے وقت تڑپتی ہی تڑپتے رہتے۔

تیسری جو مراد مصنف مخاطب نے ظاہر کی ہی اُس سے زمانہ حضرت ابو بکرؓ مین نتیجہ طلب خلافت نہ کرنے کا خوف موت علی مرتضیٰ کے لیے پیدا ہوتا ہی۔

چنانچہ بتصریح مصنف مخاطب نے آخرکار لکہا ہی یہ جو چیز باعث قتل ہو اُس سے بچنا چاہیے نہ کہ اُس کو طلب کرنا۔ حالانکہ علی مرتضیٰؓ نے خود اپنے اسی کلام مین اسی فقرہ سے اوپر اپنی رغبت طرف موت

کے ایسی ظاہر فرمائی ہی جیسے بچہ اپنے ماں کے پستان کی طرف رغبت کرتا ہی۔ اور بوجہ خوف موت کے حملہ خلافت پر نہ کرنے سے صاف انکار کیا ہی اور جو لوگ علی مرتضیٰ پر الزام خوف موت کا حملہ خلافت پر نہ کرنے سے لگانے والے ہوں اُن کو علی مرتضیٰ نے متنبہ فرمایا ہی۔ لیکن مصنف مخاطب کی جرأت قابل تماشا ہی باوصف تنبیہ علی مرتضیٰ کے کلام علی مرتضیٰ کے فقرہ کی ایسی مراد لیتے ہیں جس سے جھٹلانا علی مرتضیٰ کا لازم آتا ہی یعنی علی مرتضیٰ تو یہ فرماتے ہیں کہ مجکو رغبت طرف موت کے ایسی ہی کہ جیسے بچہ کو پستان مادر کی طرف اور مصنف مخاطب فقرہ کی مراد یہ بتاتے ہیں کہ بوجہ علم قتل ہو جانے کے طالب خلافت نہیں کی۔ درحقیقت علی مرتضیٰ کے اِس فقرہ کی مراد صاف و صریح یہ ہی جیسا کہ تمام اُس کلام علی مرتضیٰ سے متبادر ہی۔ یعنی تم اے عباس اور ابو سفیان مجکو خلافت پر حملہ کرنے کی کیا ترغیب دیتے ہو مجکو ایسے پوشیدہ راز معلوم ہوئے ہیں کہ اگر میں حملہ کرونگا تو مذہب اسلام اور سلمان اور مسلمانوں کی بادشاہت قومی برہم درہم ہو جاوے گی کہ اہل ارتداد جدا مذہب اسلام پر اور مرتدین مسلمانوں اور اُن کی قومی خلافت پر حملہ کر رہے ہیں اور زکوٰۃ کے متعلق جدا جنگ و جدل باہم مسلمانوں کے ہو رہا ہی اور جب مسلمان اور سلطنت مسلمانوں کی اور مذہب اسلام میرے حملہ سے تباہ و برباد ہو جاویگا (جیسا کی خبر پیغمبر مجکو دے گئے ہیں اور وصیت (نصیحت) صبر کی فرما گئے ہیں) تب تم لوگ دیر تک ایسے تڑپوگے جیسے لمبی رسی گہرے کنوین مین تڑپتی ہی یعنے تم کو قومی سلطنت مسلمانوں کی تباہی کا مدت تک افسوس رہے گا۔

اس کلام علی مرتضیٰؑ پر بحث اور غلط اُس کے معنی اور مراد ظاہر کرنے کے بعد جسکی حقیقت ہماری تقریر سے عیان ہو گئی مصنف مخاطب یہ دعوی کرتے ہیں "کہ جناب امیرؑ کو ابوبکرؓ سے لڑنے کا کیون خیال پیدا ہوتا وہ تو اپنے بیعت کرنے سے پہلے ہی ابوبکر کی اطاعت کو اپنے ذمہ واجب سمجھتے تھے" اور اس دعوی کی تائید کے لیے نہج البلاغۃ سے کلام علی مرتضیٰ کو سند لاتے ہین وہ اصل فقرہ اور ترجمہ مصنف مخاطب یہ ہے۔

"الذلیل عندی عزیز حتی اخذ الحق لہ والقوی عندی ضعیف حتی اخذ الحق منہ" | عاجز آدمی میرے نزدیک زبردست ہے تاکہ اُس کا حق اورون سے لے کر دلاؤن اور زبردست میرے نزدیک ضعیف ہے تاکہ اُس سے حق لون"

یہ ترجمہ ٹھیک نہین ہے۔ ذلیل کا ترجمہ عاجز اور عزیز کا ترجمہ زبردست کیا ہے۔ ذلیل کا ترجمہ خوار کا ہے اور عاجز نا توان کو کہتے ہین اور عزیز کا ترجمہ برتر ہے اور زبردست قوی کو کہتے ہین جیسا کہ خود مصنف مخاطب نے دوسری جگہ اسی فقرہ مین قوی کا ترجمہ زبردست کیا ہے۔ ٹھیک ترجمہ کل فقرہ کا یہ ہے "خوار میرے نزدیک برتر ہے تاکہ لون مین حق اُس کے لیے اور زبردست میرے نزدیک کمزور ہے تاکہ لون مین حق اُس سے" اپنے ترجمہ پر مصنف مخاطب یہ استدلال کرتے ہین۔

"جب جناب امیرؑ کی یہ حالت تھی تو پھر وہ کسی زبردست سے کیون ڈرتے اور اپنے ہاتھ کو دست بریدہ کیون کہتے اور اگر خلافت کو اپنا حق سمجھتے تو کیون چھوڑتے"؟

دوسرا فقرہ کلام علی مرتضیٰ کا یہ ہے "رضینا عن اللہ قضاءہ وسلمنا الیہ

سلہ شرح میثم مطبوعہ طہران جزو دہم۔

اصرہ " بس کا مصنف مخاطب یہ ترجمہ کرتے ہین وہ ہم اللہ کی تقدیر پر راضی ہین اور جو اللہ کا حکم ہو اُس کو تسلیم کرتے ہین "

اس ترجمہ مین قضا کا ترجمہ مصنف مخاطب نے تقدیر کیا ہی حالانکہ قضا سے مراد یہ ہی کہ " جو کچھ جاری ہو جائے یا گذر جائے " اور انہے اُس ترجمہ سے مصنف مخاطب یہ مراد لیتے ہین " یعنی ہمکو معلوم ہی کہ اللہ نے پہلے خلافت ابو بکرؓ کے لیے مقرر کی ہی ہم اللہ کی اس تقدیر پر راضی ہین ہر گز ہم کو شکایت نہین "

تیسرے فقرہ کلام علی مرتضیٰ کا مصنف مخاطب نے یہ ترجمہ کیا ہی " کیا تو یہ سمجھتا ہی کہ مین رسول پر جھوٹ بولتا ہون واللہ مین نے سب سے پہلے اُن کی تصدیق کی ہو اب مین سب سے پہلے اُن پر جھوٹ بولنے والا نہونگا " اسکے معنی یہ بیان کرتے ہین " کہ یعنی رسول مجکو یہ خبر دے گئے ہین کہ پہلے خلافت حق ابی بکر ہی مین یہ خبر سچی بیان کرتا ہون ہرگز جھوٹی نہین "

چوتھے فقرہ کا مصنف مخاطب نے یہ ترجمہ کیا ہی " پس مین نے اپنے معاملہ مین غور کیا تو یکایک یہ معلوم ہوا کہ میری اطاعت میری بیعت کرنے سے پہلے تھی اور یکایک یہ معلوم ہوا کہ عہد میری گردن مین غیر کا تھا "

اس ترجمہ مین جو مصنف مخاطب نے یہ لکھا ہی " میری اطاعت میرے بیعت کرنے سے پہلے تھی " یہ ترجمہ ہی۔ فاذا اطاعتی سبقت بیعتی " حالانکہ اُس کا ترجمہ یہ ہوتا ہی کہ " اطاعت میری سبقت لے گئی ہی میری بیعت پر "

مصنف مخاطب جناب امیرؑ کا مطلب یہ بیان کرتے ہین کہ " وفات رسولؐ کے بعد جو مین نے اپنے معاملہ مین غور کیا تو یکایک مجکو یہ معلوم ہوا کہ بیعت کرنے سے پہلے ہی ابو بکرؓ کی اطاعت مجپر واجب تھی شاید اسکی

یہ ہو کہ رسول نے خبر دے گئے تھے کہ ابو بکر خلیفہ برحق ہونگے اُنکی اطاعت کیجیو چنانچہ اس سے پہلے جناب امیر نے فرمایا کہ مین رسولؐ پر جھوٹ نہ بولونگا۔ اور یکایک مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر کا یعنی ابو بکر کا عہد میری گردن مین ہی یعنی مہاجرین و انصار نے ابو بکر سے بیعت کر لی تھی اس وجہ سے یہ عہد میرے ذمہ بھی واجب ہو گیا تھا اس لیے کہ بیعت کے وقت جو لوگ موجود ہوں انکی بیعت اُن پر بھی لازم ہو جاتی ہی جو اُس وقت موجود نہ ہوں "

مصنف مخاطب یہ بھی ظاہر کرتے ہین کہ "اگر یہ مانا جائے کہ جناب امیر نے بیعت مین تاخیر کی تھی تو وہ تاخیر اس وجہ سے نہ تھی کہ وہ ابو بکرؓ کی اطاعت کو واجب نہ سمجھتے ہون بلکہ بطور دوستانہ شکایت کے تھی اور اس تاخیر مین کوئی حرج نہین سمجھا تھا اس لیے کہ مقصود بیعت یعنے عہد اطاعت قبل بیعت حاصل تھا "

مصنف مخاطب نے جن فقرات کو اُس کلام علی مرتضیٰؑ سے لیا ہی جو نہج البلاغہ مین مندرج ہین یہ مناسب معلوم ہوتا ہی کہ اُس پورے کلام علی مرتضیٰؑ کا ترجمہ اس موقع پر لکھا جائے تاکہ اُس سے خود بخود ظاہر ہو جائے کہ اُن فقرات سے وہ مراد ہرگز نہین ہو سکتی کہ جو مصنف مخاطب نے لی ہی۔ گو وہ کل کلام جو نہج البلاغہ مین سید رضی نے منتخب کیا ہی خود ایک جزو کلام طویل علی مرتضیٰؑ کا ہی کہ اُنھون نے بعد واقعہ نہروان کے جس مین خوارج مغلوب اور تہ تیغ ہو چکے تھے ارشاد فرمایا ہی اور اُس مین اُس حالت کا ذکر کیا ہی جو وقت وفات رسول اللہ سے اُس وقت تک جبکہ وہ کلام ارشاد فرمایا ہی گذر چکی تھی۔ جیسا کہ شارح ابن میثم اور ابن ابی الحدید نے لکھا ہی ترجمہ پورے اُس کلام کا جو نہج البلاغہ مین لیا گیا ہی یہ ہی اور جو چار حصہ کو شامل ہی

(حصۂ اول) قسم امر خدا کے ساتھ مین نے قیام کیا جس وقت کہ وہ لوگ بزدل ہوگئے اور گویا ہوا مین جس وقت کہ وہ کلام مضطرب کرتے تھے۔ اور اونچا ہوا مین جس وقت کہ وہ لوگ دبک گئے۔ اور چلا مین ساتھ نور خدا کے جس وقت کہ وہ ٹھہر گئے۔ اور تھا مین اُن سب مین آواز مین پست تر اور سبقت مین سب سے اعلی۔ پس بے اڑا مین عنان فضیلت کی۔ اور تنہا مین سے اُسکی گھوڑ دوڑ مین بازی جیتی "

(حصۂ دوم) مثل پہاڑ کے کہ نہین حرکت دے سکتی ہین اُس کو زور شور کی ہوائین اور اُسکو جگہ سے ہٹا نہین سکتین آندھیان۔ اور نہین تھا مجھ مین کوئی عیب کہ جس کے باعث سے مجکو کوئی عیب لگا سکے اور نہ کوئی بُرا کہنے کی بات جسکے سبب سے کوئی کہنے والا کچھ کہہ سکے۔ اور ذلیل میرے نزدیک عزیز ہی اُس وقت تک کہ مین اُس کے لیے حق کو لے لون اور قوی میرے نزدیک ضعیف ہی اُس وقت تک کہ مین اُس سے حق کو لے لون "

(حصۂ سوم) ہم راضی ہین خدا سے جو کچھ اُس کی قضا جاری ہوئی اور تسلیم کیا ہمنے اُس کے لیے اُس امر کو۔ آیا تو دیکھتا ہی مجھے کہ مین رسول خدا صلعم پر جھوٹ باندھونگا واللہ ہر آئینہ مین پہلا وہ شخص ہون کہ جس نے اُن حضرت کی تصدیق کی ہی پس مین پہلا اُن لوگون مین کا ہونگا کہ جنھون نے اُن حضرت پر جھوٹ باندھا "

(حصۂ چہارم) پس مین نے جو اپنے امر پر نظر کی تو ناگاہ دیکھا طاعت میری میری بیعت پر سبقت لے گئی ہی۔ اور ناگاہ دیکھا مین نے کہ عہد میرے غیر کا میرے گلے مین ہی "

اس ارشاد علی مرتضیٰؓ سے ظاہر ہی کہ اُس کا پہلا حصہ متعلق ہی ایسے امور سے جن کو علی مرتضیٰؓ نے معرض افتخار مین اور اظہار مین اپنی فضیلت

کے تمام صحابہ اور مسلمانوں پر بسبب کمال اطاعت خدا اور رسول صلعم کے جو علی مرتضیٰ علیہ السلام سے وقوع مین آئی فرمایا ہے۔ اور اُس حصہ کلام مین سے مصنف مخاطب کوئی فقرہ اپنی کسی غرض کی سند کے لیے نہین لے سکے اور نہ اُس حصہ مین سے کسی فقرہ کے معنی اور مراد کو مصنف مخاطب اپنے مذاق کے موافق بیان کر سکے۔ جس سے یہ نتیجہ لازمی پیدا ہوتا ہے کہ مصنف مخاطب علی مرتضیٰ کے افتخار اور فضیلت کے تسلیم کرنے مین عاجز آ گئے ہین اور در حقیقت علی مرتضیٰ نے اپنے معرض افتخار مین جس جس اشارات سے اپنی فضیلت اس حصہ کلام مین ظاہر فرمائی ہے اُس سے کوئی مسلمان جس کے دل مین ذرہ برابر بھی نور ایمان ہوگا اُس کلام کی صداقت سے انکار نہین کر سکے گا۔ اور جب افتخار علی مرتضیٰ کا اور اُن کی فضیلت تمام صحابہ اور مسلمانوں عہد پیغمبر پر قابل تسلیم ہو جاویگا کہ جس کا بمجبوری قبول کرنا ہر ایک مسلمان پر لازم آتا ہے کہ جس کو واقعات زمانہ عہد رسول اور سوانح عمری علی مرتضیٰ ثابت کرتے ہین تب حصص آئندہ کلام علی مرتضیٰ کے جن مین سے بعض فقرات کے مصنف مخاطب نے غلط معنے اور مراد قرار دی ہے خود بخود حقیقت معنی اور مراد اُن حصص کلام علی مرتضیٰ کی ظاہر ہو جاوے گی۔

دوسرے حصہ کلام علی مرتضیٰ کے شروع مین اشارہ ہے اُن کی اُس فضیلت کے استحکام کی کہ مثل پہاڑ کے کسی طرح سے جس کو جنبش نہ ہو سکے اور جس کو کوئی عیب اور امر مذموم نہ توڑ سکے۔ اس حصہ کلام کے اخیر مین جو یہ فقرہ علی مرتضیٰ نے فرمایا ہے جس کو مصنف مخاطب لیتے ہین "کہ ذلیل آدمی میرے نزدیک عزت والا ہے تا کہ اُس کے لیے حق لون اور زبردست میرے نزدیک کمزور ہے تا کہ اُس سے حق لون" وہ متعلق سیرۃ علی مرتضیٰ

کے ہی جس مین آنحضرت علیہ السلام نے اظہار اپنی سیرۃ کا فرمایا ہی اس اپار سے کہ لوگ ہدایت پاکر سیرۃ علی مرتضیٰؑ کا اتباع کرین کہ وہ سیرۃ درحقیقت ماخذ اصول قانون عدل کی ہی - اور یہ سیرۃ اپنی علی مرتضیٰؑ نے عموماً اُسی محل اور موقع کے لیے بیان فرمائی ہی جبکہ درمیان دو شخصون کے کسی حق کا تنازع ہوا ور ایک نے دوسرے کا حق چھین لیا ہو یا داب رکھا ہو اور علی مرتضیٰ درمیان اُن دو شخصون کے شخص ثالث محل عدالت اور موقع عدل مین ہون - جس کا مدعا یہ ہی کہ حقدار جو اپنا حق چھن جانے کے باعث خوار ہو گیا ہو اُس کی حمایت کی جاوے اور اُس کو بوجہ حق کے زبردست سمجھا جاوے اور ناحقدار جس نے کسی کا حق لے کر برتری حاصل کی ہو اُس کی رعایت نکیجاوے اور اُس کو ناچیز اور حقیر سمجھنا چاہیے -

مگر اس مین کچھ شبہ نہین ہو سکتا ہی کہ یہ اصول قانون عدل جو اپنے کلام مین علی مرتضیٰؑ نے اپنی سیرۃ کے لحاظ سے بیان فرمایا ہی اُس کی تعمیم مین خود علی مرتضیٰؑ کی حالت خاص شامل ہی بلکہ اُن کی حالت خاص سے اصولاً اُس کی تعمیم ہو گئی ہی - اور اُن کی حالت خاص کو بمقابلہ حضرت ابوبکرؓ کے جب سمجھا جاتا ہی جیساکہ خود مصنف مخاطب نے اُس کلام علی مرتضیٰؑ کو باہم علی مرتضیٰؑ اور حضرت ابوبکرؓ کے متعلق کیا ہی تو صاف یہ صورت پیدا ہوتی ہی کہ منصب خلافت کو علی مرتضیٰؑ اپنا حق بہ سبب اُس فضیلت اور برتری کے جس کا بیان حصہ اول مین کیا ہی اور اُس فضیلت اور برتری کے استحکام کو مثلاً اسی دوسرے حصہ کلام کے شروع مین ظاہر فرمایا ہی سمجھتے تھے جس کو حضرت ابوبکرؓ نے حاصل کر لیا تھا اور جس کے حصول سے حضرت ابوبکرؓ بظاہر برتر اور زبردست ٹھہر گئے تھے - اور لوگ بوجہ متصرف ہو جانے حضرت ابوبکرؓ

کے حق علی مرتضیٰؑ ہے۔ جو علی مرتضیٰؑ کو ذلیل اور کمزور اور حضرت ابو بکرؓ کو عزت والا اور قوی جانتے تھے اُنہیں خیالات کے باطل اور غلط قرار دینے کے لیے علی مرتضیٰؑ نے یہ فرمایا ہی کہ وہ ذلیل آدمی میرے نزدیک عزت والا ہی تاکہ اُس کے لیے حق لون - اور زبردست میرے نزدیک کمزور ہی تاکہ اُس سے حق لون ۔ باعتبار اُس واقعہ کے جو تصرف خلافت کے متعلق گذرا صاف اور صریح کلام علی مرتضیٰؑ کے یہ ہی معنے ہو سکتے ہین کہ حق خلافت علی مرتضیٰؑ کا تھا اور تصرف حضرت ابو بکرؓ سے علی مرتضیٰؑ ذلیل اور حضرت ابو بکرؓ عزت والے اور علی مرتضیٰؑ کمزور اور حضرت ابو بکرؓ زبردست سمجھے نہیں جا سکتے اور اس معنے اور مراد سے اس امر کا کچھ تعلق نہیں ہو سکتا ہی جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین کہ وہ جناب امیرؑ کسی زبردست سے کیون ڈرتے اور اپنے ہاتھہ کو دست بریدہ کیون رکھتے - اور اگر خلافت کو اپنا حق سمجھتے تو کیون چھوڑ دیتے اُس کلام علی مرتضیٰؑ کی صرف اس خاص حالت مین جبکہ اُس کلام کو حالت حضرت ابو بکرؓ اور علی مرتضیٰؑ سے متعلق کیا جاوے یہ مراد ہو سکتی ہی کہ جو فضیلت اور برتری علی مرتضیٰؑ کو حاصل تھی اور بہ سبب اُس کے خلافت حق علی مرتضیٰؑ کا تھا حضرت ابو بکرؓ نے جو اُس حق کو لے لیا اُس سے نہ علی مرتضیٰؑ خوار سمجھے جاتے ہین اور نہ حضرت ابو بکرؓ زبردست اُسی فضیلت اور برتری مین جو علی مرتضیٰؑ کو حاصل تھی اور اُسی فضیلت اور برتری کی وجہ سے جو حق خلافت علی مرتضیٰؑ کو حاصل تھا لینے نہ علی مرتضیٰؑ کی فضیلت اور برتری مین کچھ کمی ہو سکتی تھی نہ اُن کے حق مین کچھ نقصان آسکتا تھا نہ حضرت ابو بکرؓ کی کچھ بڑائی اُس سے ثابت ہو سکتی تھی نہ اُن کے لیے حق خلافت پیدا ہو سکتا تھا - کوئی شیعہ اس بات کا قائل نہین ہی کہ حضرت ابو بکرؓ سے علی مرتضیٰؑ ڈر گئے تھے اور اس وجہ سے اُنہون

نے حضرت ابوبکرؓ سے خلافت نہین سے لی تہ اس کلام علی مرتضیٰؑ سے کسی طرح مفہوم ہوتا ہی۔ پس حجت مصنف مخاطب کی اس امر پر مبنی ہی کہ خود اپنی طرف سے ایک امر غلط قرار دیتے ہین اور خود ہی اسپر حجت لاتے ہین۔

ہان علی مرتضیٰؑ نے خلافت حضرت ابوبکرؓ پر حملہ نہین کیا اور اُسکے وجوہ خود علی مرتضیٰؑ نے فرمائے ہین جو ہمارے ماسبق تحریرون مین ظاہر ہو چکے ہین منجملہ اُنہین وجوہ سے ایک وجہ یہ بہی تہی کہ کچہ امت رسولؐ نے بیعت علی مرتضیٰؑ سے جو خم غدیر پر ہوئی تہی نکث کر کے سقیفہ بنی ساعدہ مین حضرت ابوبکرؓ پر بیعت کی اور اس وجہ سے علی مرتضیٰؑ نے اپنے آپ کو دست بریدہ فرمایا۔ یہ قول علی مرتضیٰؑ کا جو خطبہ شقشقیہ[1] مین ہی مخالف اور منافی اُس قول علی مرتضیٰ کا نہین ہو سکتا جو اس کلام زیر بحث مین اظہار حق کے متعلق ہی کیونکہ اظہار حق اور امر ہی اور اُس حق کو بذریعہ حملہ کے حاصل نہ کرنے کے لیے وجہ بیان کرنا اور امر ہی۔ دوسری مصلحت اور دور اندیشی کیوجہ سے جو پہلے ظاہر ہو چکی ہین حق کے طلب کرنے مین صبر یا دیر کرنا کچہ عیب نہین ہو سکتا ہی اور اُس سے اپنے حق کو ساقط کر دینا یا دعوی کا ترک کرنا لازم نہین آسکتا ہی بلکہ صبر اور دیر کرنا طلب حق مین بسبب دوسری مصلحتون کے ایک فعل صواب تہا کہ جس مین طمع خلافت بہی نہین سمجہی جا سکتی تہی۔ افسوس ہی کہ ایسا عمدہ عمل علی مرتضیٰؑ کا کہ جو ہر کسی بشر سے ظہور مین نہین آسکتا تہا دوسری نوعیت سے سمجہا جائے۔

تیسرا حصہ زیر بحث کلام علی مرتضیٰؑ کا متعلق اُس واقعہ کے ہی کہ علی مرتضیٰؑ جو اخبار پیغمبرؐ بیان فرماتے تہے خواہ وہ کسی کی ذات سے متعلق ہون خواہ پیشین گوئی آئندہ سے اور لوگ اُنمین شک کرتے تہے۔ لوگون کے اُس

[1] دیکہو جلد چہارم روشنی بحث خطبہ شقشقیہ۔

شک رفع کرنے کے واسطے وہ ارشاد علی مرتضیٰؑ نے فرمایا ہی اُسی حصّہ سے یہ فقرہ مصنف مخاطب لیتے ہین۔

"رضینا عن اللہ قضاءہ وسلمنا لہ امرہ" { "ترجمہ ہم اللہ کی قضا پر راضی ہین اور تسلیم کرتے ہین جو کچہ خدا کا امر ہی"

قضاے الہی پر راضی ہونا اور اُسکے امر کو تسلیم کرنا یہ ایک اعلی درجہ ہی مدارج عرفان کا کہ جس پر خاص اولیاء اللہ پہونچتے ہین اور جو کوئی مصیبت اس دنیا مین خاصان خدا کو پیش آتی ہی وہ اُس کی بطیب خاطر برداشت کرتے ہین اور جادۂ تحمل سے قدم اُن کا نہین ڈگتا۔ اور جس مین امتحان اُن خاصگان خدا کا ہو جاتا ہی اُس موقع پر یہ کلمہ اُن کی زبان سے نکلتا ہی۔

ایسے کلمہ سے حقیقت کسی امر باطل کی جو وقوع مین آجاوے لازم نہین آیا کرتی ہی۔

علی مرتضیٰؑ سید العارفین اور سردار اولیاء اللہ تھے یہ کلمہ بہی اُنہون نے ایسے ہی موقع پر فرمایا ہی کہ جو موقع اُن کے لیے سخت تر مصیبت اور امتحان کا تہا اور وہ مصیبت یہ تہی کہ پیغمبرؐ جو اخبار فرما گئے تہے کہ بعد اُنکے کیا کیا فتنے برپا ہونگے اور صحابہ پیغمبرؐ احداث کرینگے اور اہل بیت پیغمبرؐ کو کیا کیا اذیتین امت کے ہاتہ سے پہونچینگی جن کو موقع بموقع خود اہلسنت کی کتابون سے ہم اپنے رسالہ جات مین دکہا چکے ہین۔ اور ابن ابی الحدید اور ابن میثم شارحین نے بہی احداث اور طلاحم کا ذکر کیا ہی۔

علی مرتضیٰؑ اُنہین اخبارات اور علم پیغمبرؐ کے بموجب جو علی مرتضیٰؑ کو حاصل ہوا تہا اظہار ایسے امور کا فرماتے تہے جس کی عام طور پہ لوگ تصدیق نہین کرتے تہے چنانچہ خود اسی حصّہ کلام مین علی مرتضیٰؑ فرماتے ہین کہ آیا تو دیکہتا

ہی مجھے کہ مین رسول خدا پہ جھوٹ باندھونگا واللہ ہر آئینہ مین پہلا وہ شخص ہون کہ جس نے اُن حضرت کی تصدیق کی ہی تب مین پہلا اُن لوگون مین کا ہونگا کہ جنہون نے آنحضرت پر جھوٹ باندھا"

پس ظاہر ہی کہ امت اسماع فرمودہ رسولؐ کی جب تصدیق نہ کرے اور علی مرتضیٰؑ کی صداقت بیانی پر شک لاوے تو اس سے زیادہ علی مرتضیٰؑ کے لیے کون موقع مصیبت کا ہو سکتا ہی۔ اسی مصیبت کے سبب سے جو اذیت امت رسولؐ کے ہاتھ سے علی مرتضیٰؑ کو پہونچی اور جس کی علی مرتضیٰؑ نے برداشت کی اُسی کے متعلق علی مرتضیٰؑ فرماتے ہین کہ ہم قضاے خدا پہ راضی ہین اور اُس کے امر کو تسلیم کرتے ہین یعنی خدا کی راہ مین جو مصیبت اور اذیت ہم کو پہونچتی ہی اُس کو ہم گوارا کرتے ہین جو کلمہ کہ علی مرتضیٰؑ نے وقت برداشت مصیبت اور اذیت کے فرمایا ہی جس کو ایسے موقع پر خاصانِ خدا فرمایا کرتے ہین۔

یہی کلمہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے معرکہ کربلا مین ایسے ہی موقعون پر جبکہ امت رسولؐ نے اُن کی ہدایت کو نہ مانا اور اُن کے حق کو قبول نہ کیا اور اُن کے اعوان و انصار کو قتل کیا اور خود امام علیہ السلام کو زخمی اور مجروح کیا ہی تو چند بار فرمایا ہی "رضینا بقضاء اللہ وتسلیما لامرہ" لاکھون ہو کروڑون شیعہ ہر سال عاشورا کے دن بیادگاری امام مظلوم وقت بجا آوری اعمال عاشورا کے خاص اس کلمہ کو بھی عملاً پڑھتے ہین۔

کیا کوئی اس بات کا قائل ہو سکتا ہی کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے اس کلمہ کے فرمانے سے یہ لازم آگیا کہ حضرت امام حسین ناحق پر تھے

اور یزیدؔ حق پر تہا - اور اللہ نے خلافت یزیدؔ کے لیے مقرر کردی تہی اور حضرت امام حسین علیہ السلام اُس پر راضی ہوگئے تہے اور اُن کو کچہ شکایت نہین رہی تہی حالانکہ مرتے دم تک اُنہون نے بیعت یزیدؔ سے انکار کیا ہی ایسے ہی علی مرتضیؑ نے جو وہ کلمہ ارشاد فرمایا ہی اور اُس کے مصنف مخاطب یہ معنے بتاتے ہین کہ وہ اللہ نے خلافت ابوبکرؓ کے لیے مقرر کی ہی ہم اللہ کی اس تقدیر پر راضی ہین - ہرگز ہم کو شکایت نہین ہے کسی طرح یہ معنے جو مصنف مخاطب نے بیان کیے ہین صحیح قرار نہین پاسکتے -

ہم کو اس مین کچہ عذر نہین ہی کہ یہ کلمہ علی مرتضیؑ کا معاملہ خلافت حضرت ابوبکرؓ سے متعلق سمجہا جاوے لیکن تعلق اُس کا خواہ مخواہ اسی نوع سے ہوگا کہ علی مرتضیؑ کے نزدیک خلافت حضرت ابوبکرؓ کی مذہب اسلام مین ایک مصیبت تہی اس وجہ سے کہ خلاف مرضی خدا و رسولؐ کے امت رسولؐ نے ایسے شخص کو خلیفہ قبول کیا تہا کہ جس مین وہ اوصاف نہ تہے جن کو خدا و رسولؐ نے بیان فرمایا تہا اور غیر قابل اور غیر مستحق کو خلیفہ مقرر کرلیا گیا تہا اور علی مرتضیؑ خلاف اُس کے جو کچہ ازروے قرآن اور اخبار پیغمبرؐ بیان کرتے تہے اُس کی صحت پر لوگونکو شک ہوتا تہا - کچہ شبہ نہین ہوسکتا کہ اس سے زیادہ علی مرتضیؑ کے نزدیک کوئی مصیبت نہین ہوسکتی تہی جس سے سخت اذیت علی مرتضیؑ کے قلب اور روح کو پہونچی لیکن علی مرتضیؑ نے اپنے غیظ و غضب کو روکا جس کو صبر کہتے ہین اور اُس مصیبت عظیم اور اذیت شدید کو جس کا اشارہ خطبہ شقشقیہ مین بہی ہی برداشت کیا اور اسی مصیبت اور اذیت کی برداشت کی حالت سے یہ فقرہ متعلق ہوسکتا ہی معنے کہ ہم قضاء الٰہی پر راضی ہین اور اُس کے امر کو تسلیم کرتے ہین اور اُس مصیبت

کے واقع ہونے سے اور اُس سے اذیت پہونچنے سے ہم کو کچھ شکایت نہین ہی کہ خاصگان خدا کا ایسے ہی موقعون پر امتحان ہوتا ہی اور جس سے ہرگز یہ لازم نہین آسکتا کہ وہ واقعہ جس سے وہ مصیبت ظہور مین آئی اور خاصگان خدا کو اذیت پہونچی صحیح اور مطابق مرضی خدا کے تھا۔ اس بنا پر لزوم اس امر کا قرار نہین پا سکتا کہ اللہ نے پہلے خلافت ابوبکرؓ کے لیے مقرر کی تھی اور علی مرتضیٰؑ اور اہلبیت پیغمبرؐ اُس کی صحت اور جواز پر راضی ہوگئے تھے۔ کسی امر کو حق قبول کرنا اور چیز ہی اور کسی امر ناحق پر صبر و سکوت کرنا اور چیز ہی۔

خلیفۂ برحق وہ ہو سکتا ہی جو مطابق ہدایت خدا و رسولؐ کے قبول کیا جائے اور جو امتیاز اور اوصاف خدا و رسولؐ نے قرار دیے ہین اُس مین وہ امتیاز اور اوصاف موجود ہون۔ ایسے خلیفہ کو کہ سکینگے کہ مطابق مرضی خدا اور رسولؐ کے ہی لیکن برخلاف اُس کے لوگ جس کسی کو خلیفہ مقرر کرلین اور وہ خلیفہ قرار پا جاوے اُس کی نسبت یہ نہین کہا جا سکتا کہ بموجب تقدیر الٰہی کے یعنے موافق اُس اندازہ کے ہی جو خدا نے کیا تھا بلکہ صاف یہ کہا جائیگا کہ بموجب تقدیر بندگان خدا کے ہی کہ جس کو بندگان خدا نے اپنے اندازے سے مقرر کیا ہی اور یہی فرق ہی باہم خلیفۃ اللہ اور خلیفۃ الناس کے یعنی درمیان اُس خلیفہ کے کہ جو منجانب اللہ ہو اور اُسکے جو منجانب لوگون کے ہو۔ اور جن لوگون کا یہ اعتقاد ہو کہ خدا اور اُسکے رسولؐ نے کوئی ہدایت دربارۂ تقرر خلیفہ کے نہین کی وہ کیسے کہ سکتے ہین کہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت اول خدا نے کی تھی وہ مجبور ہین اس امر کے کہنے پر کہ بغیر اور بلا مرضی خدا کے اُس کے بندہ مختار ہین جس کو چاہین خلیفہ مقرر کرلین اور کچھ شبہہ نہین ہی کہ بغیر ہدایت خدا اور رسولؐ کے بندگان خدا او راست رسولؐ جو کچھ محض اپنی خواہش سے عمل مین

لاوینگے اُس مین خطا ہوگی اور مجرد کسی امر کے واقع ہوجانے کو تقدیر الٰہی سمجھا جائے تو کفر کا وقوع اور شیوع گو کسی زمانہ مین ہو تقدیر الٰہی اور صحیح سمجھا جائیگا حضرت ابوبکرؓ کی خلافت مجرد واقع ہوجانے سے اگر تقدیر الٰہی اور صحیح سمجھی جائے تو کوئی وجہ نہین ہی کہ بمقابلہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے یزید کی خلافت کو کیون نہ کہا جائے کہ تقدیر الٰہی تھی اور بموجب اس تقدیر کے وہ خلافت صحیح ہی اور کلمہٗ حضرت امام حسین علیہ السلام سے یہ مراد کیون نہ لیجائے کہ اللہ نے خلافت یزید کے لیے مقرر کی ہی ہم اللہ کی اس تقدیر پر راضی ہین ہرگز ہم کو شکایت نہین ؏

یقین کرنا چاہیے کہ یہ رضا و تسلیم جو علی مرتضیٰؑ اور حسنین علیہما السلام نے ظاہر کی ہی وہ مصیبت اور اذیت کی برداشت پر ہی جو راہ خدا مین اُن کو برداشت کرنا پڑا نہ حضرت ابوبکرؓ اور یزیدؓ کی صحت خلافتون کے قبول پر۔

علی مرتضیٰؑ نے اُسی حصہ کلام مین اس فقرہ کے بعد کہ ہم قضاے خدا پر راضی ہین اور اُس کے امر کو ہم نے قبول کیا ہی اور جس سے راہ خدا مین مصیبت اور اذیت کی برداشت مراد ہی جو یہ فرمایا ہی۔ آیا تو دیکھتا ہی کہ مین رسول خدا صلعم پر جھوٹ باندھونگا واللہ ہر آئینہ مین پہلا وہ شخص ہون کہ جس نے آنحضرت کی تصدیق کی ہی۔ پس مین پہلا اُن لوگون مین کا نہ ہونگا کہ جنھون نے آنحضرت پر جھوٹ باندھا" اس کے یہ معنے نہین ہوسکتے جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین ؏ یعنی رسول مجکو یہ خبر دے گئے ہین کہ پہلے خلافت حق ابی بکرؓ ہے مین یہ خبر سچی بیان کرتا ہون جھوٹ ہرگز ہوگی نہین ؏

یہ معنی صحیح اسلیے نہین ہوسکتے کہ اس فقرہ کلام علی مرتضیٰؑ سے ظاہر ہی کہ حضرت جو کچھ فرماتے تھے لوگ اُس مین شک کرتے تھے اور آمادہ تکذیب

علی مرتضیٰؑ کے تھے پس ہم کو یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ کلام علی مرتضیٰؑ کا جس مین لوگ شک کرتے تھے اور آمادہ تکذیب علی مرتضیٰؑ کے تھے اُن لوگون کے خیالات کے موافق تھا یا مخالف۔ ظاہر ہی کہ وہ ارشاد علی مرتضیٰؑ مخالف اُن لوگون کے خیالات کے تھا۔

اگر اُن لوگون کے خیالات کے موافق ہوتا تو وہ لوگ ارشاد علی مرتضیٰؑ مین شک نہ کرتے اور اُن کے کلام کی تکذیب پر آمادہ نہ ہوتے اور اس سے کوئی انکار نہین کر سکتا کہ اُن لوگون کے خیال مین خلافت حضرت ابوبکرؓ کی برحق اور صحیح تھی۔ لہذا یہ لازم آتا ہی کہ علی مرتضیٰؑ اخبار واحادیث پیغمبرؐ کے موافق اُس خلافت کو ناحق اور غیر صحیح ظاہر فرماتے تھے اور وہ لوگ علی مرتضیٰؑ کے ارشاد مین جو مخالف اُن کے خیالات کے تھا شک کرتے تھے اور آمادہ تکذیب علی مرتضیٰؑ کے ہوتے تھے۔

پس اُس کلام علی مرتضیٰؑ کے سوا اس کے اور کچھ معنے نہین ہو سکتے کہ رسولؐ آگاہ فرما گئے ہین کہ خلافت حق علیؑ اور اہل بیت پیغمبرؐ ہی اور سوائے ان کے جو کوئی خلافت قبول کرے یا امہ رسول کسی غیر کو خلیفہ قرار دے وہ ناحق اور مذہب اسلام مین فتنہ ہی۔ اور یہ خبر مین سچی بیان کرتا ہون ہرگز جھوٹی نہین ہی۔ اور یہ معنی کسیطرح سے صحیح نہین ہو سکتے کہ رسول مجکو خبر دے گئے ہین کہ پہلے خلافت حق ابی بکرؓ کی ہی مین یہ خبر سچی بیان کرتا ہون ہرگز جھوٹی نہین ہی۔ کیونکہ علی مرتضیٰؑ مخالف صحت خلافت ابوبکرؓ کے اخبار رسولؐ بیان کرتے تھے اور لوگون کے خیال بنا ئید صحت خلافت حضرت ابوبکرؓ کے تھے۔

چوتھے حصہ کلام علی مرتضیٰؑ مین جو عین فقرہ منقولہ بالا کے بعد ہی جسکے معنی ابھی بتلائے گئے ہین۔ یہ فقرہ ہی وہ پس مین نے جواپنے امر پر نظر کی تو

ناگاہ دیکھا کہ طاعت میری - میری بیعت پر سبقت لے گئی ہی - اور ناگاہ دیکھا مین نے کہ عہد میرے غیر کا میرے گلے مین ہی جس کی صریح مراد یہ ہی کہ جب مین نے اپنے امر پر نظر کی تو بات تو یہ تہی کہ طاعت میری میری بیعت پر سبقت لے گئی تہی - یعنے مین نے رسول کی اطاعت کہ جو عین اطاعت خدا تہی اس درجہ پر کی تہی کہ وہ اطاعت میری سبقت لے گئی تہی اس بات پر کہ لوگ میرا اتباع کرین یا یہ بات تہی کہ میری اطاعت لوگون پر میرے ساتھہ بیعت کرنے سے سابق ہی واجب ہو گئی تہی لیکن باوصف اس شان صریح موجودہ کے بات یہ ہو گئی کہ عہد اپنے غیر کا اپنے گلے مین پایا - یعنی غیر کی سلطنت اور خلافت کا اتباع میری گردن مین پڑ گیا - جس سے غرض یہ ہی کہ لوگون نے دوسرا خلیفہ امیر بادشاہ سلطنت قومی مسلمانون کا بنا لیا اور مجکو انکا تبع قرار دیا - بجاے اس کے کہ میرا حق بوجہ اطاعت خدا اور رسول کے یہ تہا کہ مجکو لوگ خلیفہ اور بادشاہ مذہب اسلام قبول کرتے - اور میری اطاعت اپنے اوپر واجب جانتے اور میرے ہاتھہ پر بیعت کرتے کہ میری اطاعت میری بیعت سے سبقت لے گئی تہی -

جس مین اشعار اور اظہار حق خلافت کا اپنے لیے اور انکار حق خلافت کا غیر کے لیے ہی - بجاے اس صاف و صریح مراد کے مصنف مخاطب جو یہ مطلب جناب امیرؑ کا قرار دیتے ہین کہ بیعت کرنے سے پہلے ہی ابو بکر کی اطاعت مجہپر واجب ہی" صریح غلط ہی کیونکہ کلام علی مرتضیٰؑ سے وجوب اطاعت ابوبکر کا علی مرتضیٰؑ پر کسی طرح مفہوم نہین ہو سکتا نہ اُس سے بیعت کرنا علی مرتضیٰؑ کا حضرت ابو بکرؓ کے ہاتہہ پر واضح ہوتا ہی چنانچہ وہ اصلی فقرہ یہ ہی فنظرت فی امری فاذا اطاعتی سبقت بیعتی " جس کا لفظی ترجمہ یہ ہی - پس میں نے

اپنے معاملہ میں نظر کی تو یکایک یہ معلوم ہوا کہ طاعت میری - (اے مین نے جو اطاعت خدا اور رسول کی کی تھی) سبقت لے گئی ہی یا میری اطاعت جو خدا و رسول نے لوگون پر واجب کردی ہی - میری بیعت پہ (اے میرے ساتھ بیعت کرنے پر) " - سبقت لیگئی ہے "

مصنف مخاطب جو یون ترجمہ کرتے ہین کہ یکایک یہ معلوم ہوا کہ .. میری اطاعت میری بیعت کرنے سے پہلے تھی "" ہرگز ٹھیک نہین ہی - کیونکہ یہ ایک غلط مضمون ہوتا ہی کہ مین نے جو اطاعت کی ہی وہ میری بیعت کرنے سے تھی - اس لیے کہ علی مرتضیٰ نے حضرت ابو بکرؓ کی کبھی اطاعت نہین کی اور انکار بیعت سے کیا -

اور اگر یون کہا جائے کہ مجکو اطاعت کرنا بیعت کرنے سے پہلے چاہیے تھا تو اس کے واسطے اصل فقرہ مین الفاظ نہین ہین جو الفاظ کہ اصل فقرے مین ہین اُس کے صرف یہی معنے ہو سکتے ہین کہ میری اطاعت جو مینے کی ہی یا جو لوگون پر واجب ہو گئی ہی وہ سبقت لے گئی ہی میری بیعت پر یعنے میرے ساتھ بیعت کرنے پر -

اور اگر اس فقرہ کا وہ مفہوم ہوتا جو مصنف مخاطب ترجمہ مین پیدا کرنا چاہتے ہین تو وہ اصل فقرہ یون ہوتا " فاذا کانت علی طاعۃ غیری قد سبقت علی بیعتہ " پس ناگاہ تھا مجپر اطاعت کرنا غیر اپنے کا بالتحقیق سبقت لے گئی ہی اوپر بیعت میری کے "

مصنف مخاطب اپنے مفہوم کو جب تک کہ اصل فقرہ عربی مین نہ بنا دین تب تک ترجمہ مین وہ مفہوم پیدا نہین ہو سکتا -

پھر قول جناب امیرؑ کا اسی قول کے ساتھہ جس کا ذکر ابھی ہوا ہے بیشک

یہ ہی جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین کہ وہ یکایک مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر کا اپنے ابو بکر کا عہد میری گردن مین ہی"

ان دونون قول کا مفہوم صریح ہم اوپر بیان کر چکے ہین کہ امر تو کچھہ ہونا چاہتے تھا اور ہو گیا کچھہ یعنے حق ناحق ہو گیا مگر مصنف مخاطب اسکے معنے کرتے ہین وہ یعنی مہاجرین وانصار نے ابو بکرؓ سے بعیت کر لی تھی اسوجہ سے یہ عہد میرے ذمہ بھی واجب ہو گیا تھا اس لیے کہ بعیت سے کہ وقت جو لوگ موجود ہون اُنکی بعیت اُنپر بھی لازم ہو جاتی ہی جو اُسوقت موجود نہون"

جس اعتبار سے مصنف مخاطب نے مراد ظاہر کی ہی افسوس ہی کہ اُسکے خلاف اصول ہونے کی وجہ سے ہم اُس سے اتفاق نہین کر سکتے اول یہ اصول عامہ ہی کہ جس عہد مین جو لوگ شریک ہون اُنہین پر پابندی اُس عہد کی لازم ہوتی ہی نہ اُن لوگون پر کہ جو اُس عہد مین نہ شریک ہون نہ طلب کیے گئے ہون نہ اُنکو اطلاع دی گئی ہو کہ کوئی عہد قومی ہونے والا ہی نہ اُنکی طرف سے وکلا اور سفیر ہون یا اُنکے عوض اُنکی اجازت سے راے دینے والے یا یون کہو کہ قوم کی طرف سے جماعت اہل الراے یا اہل حل وعقد ہون۔

جن مہاجرین اور انصار نے حضرت ابو بکرؓ سے بعیت کر لی تھی اُنکا عہد اگر صحیح ہو تو باعتبار اسکے کہ وہ عہد بعیت اُنہون نے کیا تھا اُسکی تعمیل اُنپر واجب ہوتی لیکن علی مرتضیٰؑ جو نہ اُس عہد مین شریک تھے نہ اُنکی اجازت سے کوئی اُنکے عوض راے دینے والا تھا نہ وہ شرکت جلسہ کے لیے طلب کیے گئے نہ اُنکو اطلاع دی گئی نہ مجمع متفقہ اہل الراے اور اہل

حل وعقد کا تو امر کی طرف سے تہا۔ تو وہ پابند کسی عہد مہاجرین اور انصار کے ہرگز نہین ہو سکتے تہے اور نہ وہ اُنکے عہد کو اپنے ذمہ واجب جان سکتے تہے نہ مصنف مخزن نے کوئی سند کسی آیت یا حدیث سے دی کہ بیعت کے وقت جو لوگ موجود ہون اُنکی بیعت اُنپر بہی واجب ہو جاتی ہی جو اسوقت موجود نہون نہ بیعت انتخاب کرنے والا مجمع اہل الرائے اور اہل حل وعقد کا ہو۔

مین پوچہتا ہون اُسوقت خدمت مین پیغمبرؐ کی موجود ہو کر اور مسلمان ہو کر یعنے پیغمبرؐ کی اطاعت و فرمانبرداری قبول کر کے عہد بیعت کرتے تہے تو وہ عہد بیعت ان لوگون کے ذمہ بہی واجب ہو جاتا تہا جو اسوقت موجود نہون یہ سوال تو اصول عامہ کی شکل پر تہا۔ لیکن خاص صورت مثلاً اس واقعہ کی یہ ہو کہ بیغمبرؐ کا ارشاد فرماتے اور کچہ مسلمان اُسکے خلاف بغیر اطلاع اور طلب اور شرکت دوسرے مسلمانون کے کوئی عہد کسی سے کرتے تو آیا وہ عہد دوسرے مسلمانون کی گردن مین پڑ سکتا ہی اور وہ عہد اُن دوسرے مسلمانون پر واجب العمل ہو سکتا ہی۔؟

چاہو یون فرض کرو کہ اپنے زمانہ حیات مین کوئی امر پیغمبرؐ نے بیان نہ فرمایا ہو یا کسی امر کی ہدایت نہ کی ہو اور کچہ مسلمان خود بخود اپنی طرف سے کوئی عہد باہم کر لین تو وہ عہد اُن مسلمانون پر کہ جو اُس عہد مین نہ شریک تہے نہ موجود نہ اُنکے عوض کوئی رائے کا دینے والا نہ وہ طلب کیے گئے ہون نہ اُنکو اطلاع دی گئی ہو نہ وہ مجمع اہل الرائے اور اہل حل وعقد کا ہو۔ واجب ہو سکتا ہی۔؟

اس ہر صورت کا جواب مجکو یقین ہی کہ ہر کوئی نفی ہی مین دے سکتا ہی

سقیفۂ بنی ساعدہ مین حضرت ابوبکرؓ کی تقریر [illegible] جس
حیثیت سے کہ ہوا بجائے اُسکے یہ ہونا چاہیے تہا [illegible] کی خبر
سنکر جلدی کہ حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ مسجد نبوی مین آ [illegible] ہوگئے تہے ویسے
ہی لوگ جمع ہوتے جاتے اور سقیفہ بنی ساعدہ [illegible] رہتا ہو
تہا انکو بہی مسجد نبوی مین بلا لیا جاتا تاکہ اول سب [illegible] بنی مین شریک
ہوسکتے۔

بعد قبض روح پیغمبرؐ سب سے پہلے جو کام ہونا چاہیے [illegible] دفن
پیغمبرؐ کا تہا لیکن اس کام کا مقدم ہونا وہی سمجھ سکتا تہا [illegible] پیغمبرؐ امام
اور تمام کام عملی جو مذہب اسلام سے متعلق تہے [illegible] ہو یہی
خلیفۂ رسول اور بادشاہ اسلام سمجھا جاسکتا ہے۔
حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ تجہیز اور تکفین پیغمبرؐ کو مقدم نہ [illegible] تجہیز و تکفین پیغمبرؐ
کو ترک کرکے اور علی مرتضےٰؑ جو کار تجہیز و تکفین پیغمبرؐ مین مشغول رہتے تہے اُنکے
اُس کار کو یہ سمجھکر کہ امام اپنا کام کر رہا ہے سقیفۂ بنی ساعدہ [illegible] اسلئے طے کرنے
امر خلافت کے تشریف لے گئے جسکا یہ نتیجہ ہے کہ حضرت [illegible] اور عمر نے
علی مرتضےٰؑ کا امام ہونا قبول کرکے سب سے پہلے [illegible] امر مین
اختلاف کیا کہ پیغمبرؐ کا کفن و دفن مقدم ہے یا خلیفہ کا مقرر کرنا۔
حضرت ابوبکرؓ کو جب وفات پیغمبرؐ کی خبر ہوئی تہی تو وہ جنازہ نبیؐ پر حاضر
ہوئے اور انکے چہرۂ مبارک کو دیکھکر بوسہ دیا اور اُنکی موت کا اطمینان
کرکے باہر تشریف لائے اور حضرت عمرؓ کو نہ جو سکر موت رسول ہوتے تہے اور برہنہ
تلوار کو گہما کر یہ فرماتے تہے کہ جو کوئی نبیؐ کی موت کا قائل ہوگا اُسکا سر اوڑا دونگا
یہ آیت پڑہکر موت پیغمبرؐ کا یقین دلایا۔

وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم

ترجمہ "اور نہیں ہی محمدؐ مگر رسول تحقیق کہ گذر گئے ہین پہلے اس سے بہت رسول پہر کیا اگر پیغمبر مر جائے یا قتل ہو جائے پہر جاؤ گے تم اوسلٹے پاؤن"

اس آیت مین نبی کی وفات کا ہر طرح سے ذکر تہا خواہ بستر پر موت ہو خواہ میدان جنگ مین قتل ہو۔ حضرت عمرؓ نے اس آیت کو سنکر فرمایا یہ آیت مجکو یاد نہین رہی تہی مگر حضرت ابوبکرؓ کے یاد دلانے سے موت پیغمبرؐ کا اُنکو یقین ہو گیا۔

جب موت پیغمبرؐ کا حضرت ابوبکرؓ کو اطمینان اور حضرت عمرؓ کو یقین ہو گیا تہا تو اُنکو لازم تہا کہ وہ تا تجہیز اور تکفین پیغمبر جنازہ پیغمبرؐ پر حاضر رہتے اور لاش پیغمبرؐ کو چہوڑ کر چلے نہ جاتے۔

پیغمبرؐ کی جان اور جسم دونون رسولؐ ہوتے ہین جان محمدؐ کو بہی روح رسول کہتے تہے اور جسم محمدؐ کو بہی جسم پیغمبر کہتے تہے۔ روح رسول جب جسم پیغمبرؐ مین تہی اُسوقت بہی پیغمبر کو چہوڑنا نہین چاہیے تہا اور جب روح پیغمبر جسم رسولؐ مین نہین تہی اُسوقت جسم پیغمبرؐ کو بہی چہوڑنا نہین چاہیے تہا۔

مگر حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ حیات پیغمبرؐ مین بہی میدان جنگ مین چہوڑ چہوڑ کر چلے گئے اور بعد ممات بہی جسم پیغمبر کو چہوڑ کر چلے گئے

افسوس ہی کہ آیت فکر ممات پیغمبر حضرت ابوبکرؓ کو تو پہلے سے یاد تہی اور وقت مرگ پیغمبر اُنہون نے حضرت عمرؓ کو تازہ یاد کرائی لیکن یہ دونون بزرگوار پورا مضمون اُس آیت کا دفعتہ بہول گئے "اگر پیغمبر مر جائے یا قتل ہو جائے پہر جاؤ گے تم اوسلٹے پاؤن"

فی الحقیقت علی مرتضےٰ منجانب خدا قابلیت امامت کی رکھتے تھے۔
جنہون نے نہ حیات پیغمبرؐ مین میدان جنگ مین پیغمبرؐ کو چھوڑا نہ بعد وفات
اُنکے جسم کو۔

حضرت ابو بکر اور عمر کو نہین چاہیے تھا کہ علی مرتضےٰ سے اختلاف کرتے
وہ کفن و دفن پیغمبرؐ کو مقدم سمجھتے اور لاش پیغمبرؐ کو چھوڑ کر سقیفۂ بنی ساعدہ
کو نہ چلے جاتے اور جنازۂ نبی پر حاضر رہکر اور جسقدر مہاجر و انصار خبر وفات
پیغمبرؐ سنکر جمع ہوتے وہ سب عزت شرکت دفن نبی کی حاصل
کرتے۔

بعد اُسکے بموجودگی علی مرتضےٰ و بنی ہاشم اور دیگر مہاجر و انصار کے اگر کسی
کو یہ شبہہ ہوتا کہ پیش پیغمبرؐ علی مرتضےٰ کار امامت نہین کرتے رہے ہین اور وہ
قابلیت کار خلافت کی نہین ہی تو اس امر کو طی کرتے کہ بعد پیغمبرؐ کون خلیفہ
مقرر ہونے کے قابل ہی اور اس امر کے طی کرنے سے پہلے تمام مسلمانون
علے الخصوص تمام سرداران قبائل عرب کو اطلاع دیتے کہ وہ کسی روز جمع
ہوکر بالاتفاق اس امر کو طی کرین کہ بعد پیغمبرؐ کون خلیفہ مقرر کیا جائے لیکن
امر تقرر حضرت ابو بکرؓ کا خلافت پر نہایت عجلت کے ساتھہ کار مقدم تجہیز
و تکفین پیغمبرؐ کو چھوڑ کر بلا لحاظ کسی اصول کے کہ جسکا ہونا ایک عظیم عملی کاروا
کے لیے ضروری تھا عمل مین لایا گیا۔

جن لوگون نے کہ اُسوقت حضرت ابو بکر کے ساتھہ بیعت کی اُنکا عہد
علی مرتضیٰ کی گردن مین ڈالنا یا اُنکے عہد کا علی مرتضیٰ کے ذمہ لازم ہونا جیسا کہ مصنف مخاطب
قرار دیتے ہین سوا مصنف مخاطب کے اور کسی کی سمجھہ مین نہین آسکتا۔
بلکہ میری سمجھہ مین تو موجودہ وہ لوگ بہی کہ جنہون نے اُسوقت حضرت ابو بکرؓ

سے عہد بیعت کیا تھا پابند اپنے اُس عہد کے نہیں رہ سکتے کہ وہ عہد بے اصول ہونے کی وجہ سے باطل اور ناجائز تھا ایسی حالت میں کلام علی مرتضیٰ کے یہ معنے بیان کرنا کہ غیر کا یعنے ابوبکر کا عہد میری گردن میں پڑا اور مہاجرین اور انصار کی بیعت سے یہ عہد میرے ذمہ بھی واجب ہو گیا سراسر غلط اور غیر صحیح ہی۔

نہ علی مرتضیٰ اس معنی مین وہ کلمہ فرما سکتے تھے اور جو کلمہ کہ اُنہون نے فرمایا ہی نہ اُسکے وہ معنے ہو سکتے ہین۔ بلکہ اُنکے ارشاد کے وہی معنے ہین کہ کچہ کا کچہ اور حق کا ناحق ہو گیا یعنے کہ میری اطاعت جو خدا اور رسول کی کر چکا ہون سبقت لے گئی ہی میرے ساتھ بیعت کرنے سے اور اب عہد غیر کے لیے میری گردن مین پڑ گیا۔

واسطے غیر کے عہد کا علی مرتضیٰ کی گردن مین پڑنے سے مراد یہ ہی کہ مین اُس غیر کو حملہ کر کے اور بوجہ دیگر مصلحتون کے جنکو اُنہون نے دوسرے موقعون پر فرمایا ہی دفع نہین کر سکتا اور اُنکو اُنکی حالت پر چھوڑ کر مجبور ہوا ہوان اور اس حیثیت سے عہد واسطے غیر کے میری گردن مین پڑ گیا ہے۔

علی مرتضیٰ نے ہرگز یہ نہین فرمایا جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین کہ میری بیعت سے پہلے ابوبکر کی بیعت مجہپر فرض ہوئی اور اُنکا عہد میری گردن پر آ گیا جس کی حقیقت ہم ابھی اوپر لکھ چکے اور نہ اُس سے یہ ثابت ہو سکتا ہی جیسا کہ مصنف مخاطب قصد کرتے ہین کہ تاخیر بیعت بطور دوستانہ شکایت کے تھی۔

اور اُسی مضمون کو مصنف مخاطب یون ادا کرتے ہین کہ اگر یہ مانا جائے کہ جناب امیر نے بیعت مین تاخیر کی تھی تو وہ تاخیر اس وجہ سے نہ تھی کہ وہ ابوبکر

کی اطاعت کو واجب نہ سمجھتے ہوں بلکہ بطور دوستانہ شکایت کے تھی اور اس تاخیر مین کوئی ہرج نہ سمجھا تھا اس لیے کہ مقصود بیعت یعنے عہد اطاعت قبل بیعت حاصل تھا۔

یہ مضمون بطور دفع دخل کے مصنف مخاطب نے باعتبار روایات اپنے بیان کی کتب سے بیان کیا ہی کہ بیعت علی مرتضیٰ کے بارہ مین اہل سنت کے بیان مختلف روایات وارد ہوئی ہین جن مین سے بعض کا یہ مقصود ہی کہ بوجہ سطوت خلافت کے علی مرتضیٰ سے بلا تاخیر بیعت لی گئی اور بعض روایتون سے اہل سنت نے یہ مقصد نکالا ہی کہ بوجاہت حضرت فاطمۃ زہرا صلوات اللہ علیہا کے تا زندگی اُنکے علی مرتضیٰ سے بیعت طلب کرنے پر اصرار نہین کیا گیا تھا بعد وفات جناب سیدہ علی مرتضیٰ نے بیعت کی۔ لیکن ہم موقع بموقع ان ہر قسم کی روایات کی حقیقت دکھلاتے ہین۔

جن روایات سے بذریعہ قہر و استیلا کے علی مرتضیٰ کا واسطے بیعت کے طلب کرنا یا بلا تاخیر اُنکا بیعت کرنا ظاہر کیا گیا ہی وہ روایات بغرض اثبات قہر و استیلا کے وضع کی گئی ہین تاکہ حق خلافت قہر و استیلا کی وجہ سے پیدا ہو جائے لیکن ناواقف تھے اس امر سے کہ مسئلہ قہر و استیلا بیرون سلطنت حق پیدا کرتا ہی اور مضامین اُنکی دوسری قسم کے روایات کے بوجہ مخالف اور مختلف ہونے کے قابل اعتماد کے نہین ہین۔

اور جن روایات سے کہ بعد وفات جناب فاطمۃ کے بتاخیر بیعت کرنا علی مرتضیٰ کا بیان کیا جاتا ہی منجملہ اُنکے جو روایت صحیح بخاری مین ہی اُس سے مصالحت باہم حضرت ابو بکر اور علی مرتضیٰ کے واضح ہوتی ہی نہ بیعت۔

اور بنظر واقعات کے مصالحت یہی قرار پا سکتی ہی کہ حضرت ابو بکرؓ و علی مرتضیٰ

حملہ نہ کرین اور حضرت ابو بکر طلب بیعت کے ارادہ سے باز آئین اور بخلاف روایت صحیح بخاری کے دوسری روایتین اس قسم کی جس مین ذکر بیعت علی مرتضیٰ کا ہی معتمد نہین ہوسکتین۔

شیعہ از روے تحقیق برابر اسکے قائل ہین کہ علی مرتضیٰ نے بیعت حضرت ابو بکر سے نہین کی اور نہ کسی اور خلیفۂ وقت سے۔ اور نہ حضرت امام حسن نے معاویہ بن ابی سفیان سے اور نہ حضرت امام حسین نے یزید بن معاویہ سے۔ البتہ علی مرتضیٰ نے باکراہ خلافت خلفاے ثلاثہ کو اُنکی حالت پر چھوڑا اور رحملہ نکرکے اُنکو رہنے دیا اور اسی شان سے کہا جاسکتا ہی کہ علی مرتضیٰ نے اتباع اُنکی خلافتون کا کیا جیسے سلطنت غیر عادل کا اتباع اہل عدل ہمیشہ کیا کرتے ہین یقین کرنا چاہیے کہ اگر علی مرتضیٰ اطاعت حضرت ابو بکر کو واجب سمجھتے ہوتے تو ممکن نہین تہا کہ وہ ایک لمحہ بہی اُنکے ہاتہہ پر بیعت کرنے سے توقف کرتے کیونکہ وہ تمام امور جو شرعاً واجب ہون فوراً بلا تاخیر عمل مین لانے والے تہے۔ اور تعمیل امر واجب مین تاخیر شکایت دوستانہ متصور نہین ہوسکتی بلکہ اپنے حق مین دشمنی ہی جسکی توقع علی مرتضیٰ سے غیر ممکن ہی۔ اور اگر علی مرتضیٰ بیعت حضرت ابو بکر کو واجب نہین سمجھتے تہے تو تاخیر بیعت کے کچھہ معنی نہین ہوسکتے۔

اور جب مصنف مخاطب یہ قرار دیتے ہین کہ علی مرتضیٰ اطاعت حضرت ابو بکر کو واجب سمجھتے تہے تو اُسکے مخالف جو نتیجہ بیعت نہ کرنے کی حالت مین پیدا ہوتا ہی وہی نتیجہ تاخیر بیعت مین پیدا ہوگا۔ مقدار زمانہ امر واجب کو تبدیل نہین کرسکتا۔

مصنف مخاطب کس قدر خوبی سے دفع دخل کرتے ہین کہ علی مرتضیٰ پر امر واجب کی تعمیل کی تاخیر کا الزام عائد کرنا چاہتے ہین لیکن وجہ اُسکی یہ ہی کہ وہ

علی مرتضے کو شل دیگر اُن صحابہ اور مسلمانوں کے سمجھتے ہین کہ جو امر واجب کو تمام عمل مین لانے والے تھے جسکا اثر علی مرتضےؓ کے افضل الناس ہونے پہ پڑتا ہی مگر اسکو شیعہ قبول نہین کر سکتے ہان اہل سنت مین سے جسکا جی چاہے اُسکو قبول کرے کہ مصنف مخاطب بجاے ادعاے نصیحت شیعون کے اس موقع پر اہلسنت کو نصیحت کرنے لگے ہین۔

پھر مصنف مخاطب حضرت ابو بکر سے جناب امیرؑ کو لڑنے کا خیال پیدا نہو کے لیے یہ حجت کرتے ہین کہ وہ جناب امیرؑ ابو بکر کی خلافت کو خلافت حقہ سمجھتے تھے اور یون کہتے تھے کہ جسطرح خلفاے ثلاثہ کی خلافت حق تھی اُسیطرح میری خلافت بھی حق ہو جس ذریعہ سے اُنکو خلافت حاصل ہوئی تھی اُسی ذریعہ سے مجکو۔ جن مہاجرین اور انصار نے جس شرط پر اُنسے بیعت کی تھی اُنہین نے اُسی شرط پر مجسے جسطرح اُنکی اطاعت سب پر واجب تھی اُسیطرح میری۔

اور نہج البلاغہ کی شرح ابن میثم سے خط جناب امیرؑ موسومہ معاویہ کے فقرات نقل کرکے یون ترجمہ کیا ہے۔ اور اخیر فقرہ کی جو عبارت چھوڑ دی ہی اُسکا ترجمہ خط ہلالی مین ہم لکھدین گے وہ جناب امیرؑ نے خط لکھا تھا معاویہ کو کہ بیشک مجسے اُنہین لوگون نے بیعت کر لی جنہون نے ابو بکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ سے بیعت کی تھی اُسی شرط پر جس شرط پر کہ اُنسے بیعت کی۔ اب نہ کسی حاضر کو جائز ہی کہ کسی اور کو پسند کرے اور نہ غائب کو یہ اختیار ہی کہ اُسکو رد کرے۔ اور نہین ہی شوری مگر مہاجرین اور انصار کے لیے۔ پس اگروہ جمع ہوکر کسی کو امام مقرر کردین تو وہی اللہ کی رضامندی ہی۔ پھر اگر نکلے اُنکے امر سے کوئی نکلنے والا خلیفہ پر طعن کرکے یا خود طریقۂ بدعت اختیار کرکے تو اُسکو پھیر و اُسی بیعت کی طرف جس سے وہ نکلتا ہی۔ پھر اگر وہ انکار کرے تو اُس سے لڑو اُسی سبب

سے کہ اُسنے مومنین کے طریقہ کے خلاف طریقہ اختیار کیا اور پہیر دیا اُسکو حق سے اسنے۔ اور مین قسم کہاتا ہون اپنی جان کی ای معاویہ اگر تو اپنی ہوا کو چہوڑکر اپنی عقل سے غور کرے تو قتل عثمانؓ کے اتہام مین تو مجکو سب آدمیون سے زیادہ بری پائیگا اور البتہ تو جان لیگا کہ مین ایک گوشہ مین تہا اُس سے " دگر یہ کہ گناہ ڈہونڈہے تو میرا پس گناہ ڈہونڈہ تو جو کچہہ کہ ظاہر ہو تجکو "

مصنف مخاطب نے شروع مین جو یہ ترجمہ کیا ہی کہ وہ اُنہین لوگون نے بیعت کی جنہون نے ابو بکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ سے بیعت کی تہی۔ اُسی شرط پر جس شرط پر اُنسے بیعت کی تہی " لفظ شرط صحیح نہین ہی اصل عبارت مین لفظ " علی ما " ہی جسکا یہ ترجمہ ہوتا ہی " اُسی طرح پر " یعنے بیعت کی مجہسے قوم کے اُنہین لوگون نے کہ جنہون نے بیعت کی ابو بکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ سے اُسیطرح پر کہ بیعت کی تہی اُنہون نے اُنسے جسطرح پر یعنے جیسے کہ اُن تینون کو خلیفہ قبول کرنے کے لیے جن لوگون نے بیعت کی تہی ویسے ہی مجکو خلیفہ قبول کرنے کے لیے اُن لوگون نے مجہسے بیعت کی ہی۔

اور باقی مضمون ترجمہ مین جہان کہین جو پیرایہ بنوع دیگر اختیار کیا ہی اُسکا فرق اُس ترجمہ سے نمایان ہوجائیگا جہان آئندہ ہم ترجمہ لکہین گے۔

مصنف مخاطب اپنے ترجمہ کے مضمون بالا سے یہ استدلال کرتے ہین وہ جناب امیرؑ نے اول یہ فرمایا کہ جن لوگون نے ابو بکر اور عمر اور عثمان سے بیعت کی تہی اُنہین لوگون نے مجہسے بیعت کی ہی پس جسطرح وہ تینون امام برحق تہے اسیطرح مین امام برحق ہون اور جسطرح اُنکی امامت سے کسی بیعت کرنے والے یا غائب کو انکار کرنا یا بغاوت کرنا یا کسی دوسرے کو امام مقرر کرنا جائز نہ تہا اُسیطرح میری امامت سے انکار جائز نہین "

ﷺ پھر جناب امیر کو یہ تردد کیون ہوتا کہ ابوبکر سے لڑون یا نہ لڑون - اگر جناب امیر ابوبکر سے لڑتے تو ابوبکر کے مقابلہ مین اُنکی وہی حالت ہوتی جو جناب امیر کے مقابلہ مین امیر معاویہ کی ہوئی ؟

ﷺ پھر جناب امیر نے فرمادیا کہ امام مقرر کرنے کا اختیار مہاجرین اور انصار کو ہی جسکو وہ امام بنائین اُسی سے اللہ راضی ہی - اس سے ثابت ہو گیا کہ امامت کے لیے نص نہ تھی بلکہ امامت بعیت مہاجرین وانصار سے حاصل ہوتی تھی - خلفاء ثلاثہ کو مہاجرین وانصار نے امام بنایا تھا پس اللہ اُنکی امامت سے راضی تھا - مہاجرین وانصار جسکو امام بنائین پھر اُس سے جو کوئی مخالفت کرے اور سمجھانے سے نہ مانے اُس سے مومنین کو لڑنا چاہیے پس اگر جناب امیر ابوبکر کی مخالفت کرکے اُنسے لڑتے تو تمام مومنین کو جناب امیر سے لڑنا واجب ہوتا ؟

ﷺ مہاجرین اور انصار جسکو امام بنادین اُسپر طعن کرنا بھی جائز نہین جو طعن کرے وہ بھی باغی ہی اور اُس سے لڑنا جائز ہی ؟

ﷺ جناب امیر نے جو یہ فرمایا (قاتلوہ علی اتباعہ غیر سبیل المومنین ولاہ اللہ) اُسمین اس آیت کی طرف اشارہ ہی ؟

ﷺ ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الہدی ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولی ونصلہ جہنم وساءت مصیرا ؟

ﷺ اور جو شخص مخالفت کرے رسول ؐ کی ہدایت ظاہر ہو جانے کے بعد اور اتباع کرے غیر طریقہ مومنین کا پھیر دینگے ہم اُسکو ادھر کو پھرا اور ڈالینگے ہم اُسکو جہنم مین اور وہ بُرا ٹھکانا ہی ؟

اور فاضل میثم کی شرح سے حوالہ دیتے ہین کہ ﷺ جناب امیر کے خط مین -

(ولاہ اللہ سے آگے رعا تولی) اور اُسکے بعد پوری آیت لکھی تھی اور پورا خط بھی نقل ہی جسمین پوری آیت مذکور ہی"

مصنف مخاطب اپنی طرف سے یہ بھی لکھتے ہین کہ وہ رضی سے اپنی عادت خیانت کے بموجب خط کا فقط ایک ٹکڑا نقل کیا اور اس آیت کے باقی لفظ بھی حذف کردیے"

اسکے بعد مصنف مخاطب یہ استنباط کرتے ہین کہ وہ جناب امیر نے جو یہ فرمایا تھا کہ مہاجرین وانصار کے بنائے ہوے امام سے جو مخالف ہو اُس سے لڑو اس دعوے کی دلیل مین یہ آیت ذکر کی اس سے ثابت ہوا کہ جناب امیر نے اُن مہاجرین اور انصار کو جنہون نے ابو بکر اور عمر اور عثمان کو امام بنایا سومن مانا یہ وہی لوگ ہین جنکو حضرات شیعہ مرتد کہتے ہین (معاذ اللہ منہا) جناب امیر نے اس آیت کے ذکر سے یہ بھی ثابت کردیا کہ ابو بکر اور عمر اور عثمان امام المومنین تھے اسیطرح مین بھی امام المومنین ہون"

مصنف مخاطب یہ بھی حجت کرتے ہین کہ وہ اس آیت مین جہنم کی سزا اُس شخص کے لیے مذکور ہی جو حق ظاہر ہو جانے کے بعد رسول کی اور طریقہ مومنین کی مخالفت کرے اور جناب امیر نے اس آیت کو اُس شخص پر صادق کیا جو ابو بکر اور عمر اور عثمان اور علیؑ سے باغی ہو پس ثابت ہوا کہ جو شخص ابو بکر اور عمر اور عثمان اور علیؑ کا مخالف ہو وہ رسول کا بھی مخالف ہی اور اُسکی سزا جہنم ہی"

آخرکار مصنف مخاطب یہ نتیجہ نکالتے ہین کہ وہ شیعون کے مقابلہ مین جو اہلسنت کا مذہب ہی وہ سب اس کلام معجز نظام سے ثابت ہو گیا اور چونکہ جناب امیر نے اسکے ثبوت مین قرآن کی آیت بھی ذکر کردی اسلیے ثابت

ہوگیا کہ اہلسنت کا مذہب ثقلین کے مطابق ہی اور شیعون کا مذہب ثقلین کے خلاف ہی۔

ای حضرات شیعہ یاد رہے کہ قیامت کے دن یہی قول تیر حجت ہوگا۔

جب روز جزا حساب ہوگا محشر مین نجات اُسے ملے گی		اس قول کا کیا جواب ہوگا جوتابع بوتراب ہوگا

پہر مصنف مخاطب علمای شیعہ کو اس قول کی تاویل مین سخت عاجز جانکر اُنکا قول یہ ظاہر کرتے ہین کہ وہ جو لوگ نص امامت کو نہین جانتے تہے اُنکے سامنے جناب امیرؑ نے اپنی خلافت کے ثابت کرنے کے لیے ایسے طریقہ سے استدلال کیا کہ جو اُن کو مسلم تہا مگر جناب امیرؑ کو مسلم نہ تہا۔ اور علمای شیعہ کی تاویل کو بوجوہ باطل کرنے کا قصد کرتے ہین۔

وہ اول۔ جناب امیرؑ نے اس قول کو قرآن سے ثابت کیا اور جو مضمون قرآن سے ثابت ہو وہ بیشک اُنکا مذہب ہی۔

دوسرے۔ اس کلام مین کوئی ایسا قرینہ نہین جس سے سمجہا جاوے کہ یہ قول جناب امیرؑ کو مسلم نہ تہا۔ اگر امیر معاویہ کو الزام دینے کے لیے ایسا لکہا تہا تو اتنا لکہدینا کافی تہا کہ جن لوگون نے خلفاے ثلاثہ سے بیعت کی تہی اُنہین لوگون نے مجہسے بیعت کی تہی شوری کا اختیار مہاجرین اور انصار کو اور اُن کے امام بنائے ہوئے سے باغی ہونے والے سے لڑنا اور قرآن کی آیت سے اُسکو ثابت کرنا قرائن اس امر کے ہین کہ جناب امیرؑ کے نزدیک یہی حق تہا۔ کوئی قرینہ خلاف معنی ظاہر کے نہین بلکہ معنی ظاہر کے قرائن موجود ہین پہر ظاہر کلام کو چہوڑنا ظلم ہی اور ظاہر قول کا یہی ہوتا ہی کہ کہنے والے کے نزدیک

حق یہی ہی جو کہہ رہا ہی۔ یہ امر فصاحت اور بلاغت کے خلاف ہی کہ کہنے والا اپنے مذہب کے خلاف کوئی بات کہے اور اُسمین کوئی ایسا اشارہ نہ کردے کہ یہ قول اُس کہنے والے کے نزدیک حق نہین بلکہ اُسکی تائید کردے۔ جناب امیرؑ کمال فصاحت اور بلاغت مین بے نظیر تھے اُنکے کلام مین ایسے عیب کو کیونکر دخل ہو سکتا ہی۔

تیسرے۔ اگر جناب امیرؑ کو الزامی دلیل پیش کرنا منظور تھی تو اُسکے ساتھ نص امامت بھی ضرور ذکر کردیتے اور یون لکھتے کہ رسولؐ نے بھی مجھی کو امام بنانے کا حکم کیا ہی اور مہاجرین اور انصار نے بھی مجھسے بیعت کی ہی پس دونون طرح حق امامت مجھی کو حاصل ہی۔ دونون دلیلون سے استدلال نہایت قوی ہوتا۔ ضعیف استدلال پر کیون اکتفا کیا۔ جناب امیرؑ نے یہ بھی خیال نہ کیا کہ لوگون کو یہ شبہہ ہوگا کہ جناب امیرؑ کے لیے نص نہ تھی۔

چوتھے۔ جناب امیرؑ کے دوسرے قول سے بھی تائید ہوتی ہی جب لوگون نے بعد حادثہ عثمانؓ کے اُن کو خلیفہ بنانا چاہا تو جناب امیرؑ نے فرمایا کہ مجھے چھوڑ دو اور کسی اور کو خلیفہ بنالو۔ اس سے بھی ظاہر ہوگیا کہ خلیفہ بنانا انہین لوگون کا کام تھا جس سے وہ بیعت کرتے وہی خلیفہ ہوتا۔ اس کلام کے آخر مین جناب امیرؑ نے یہ فرمادیا کہ جسکو تم خلیفہ بناؤگے مین مثل تمہارے یا شاید تمسے بھی زیادہ اُسکی اطاعت کرونگا۔"

جو کلام علی مرتضیٰ کا مصنف مخاطب نے نقل کیا ہی اُسکے معنے اور مراد مین مصنف مخاطب نے اپنی عادت کے موافق تحریف کی ہی اگر وہ علی مرتضیٰؑ کے اس کلام کے معنی اور مراد کی تہ کو پہونچ گئے ہین۔

اور کچھ شبہہ نہین ہی کہ علی مرتضیٰؑ نے اپنے اسی کلام بلیغ مین بتادیا ہی کہ

امامت کے لیے نص ہوتی ہو اور وہ نص میرے ہی لیے ہو نہ میرے متقدمین کے واسطے۔ اور یہ بھی بتادیا ہو کہ امام منصوص ہے جو باغی ہو اُسکا قتل کرنا ازروے نص لازم ہی۔ اور یہ کچھہ امر حق تھا اور جو کچھہ واقعات مسئلہ سے دلیل قطعی اور الزامی پیدا ہوتی تھی سب کچھہ اسی کلام مین موجود ہی۔ جب اُسکے اصلی معنی اور مراد کی تشریح ہم کرینگے تب ظاہر ہو جائیگا کہ مصنف مخاطب کا نہ کوئی استدلال قائم رہ سکتا ہی اور نہ علماے شیعہ کے قول کا جواب ہو سکتا ہی۔

سید رضی نے کتاب نہج البلاغہ واسطے قائم اور باقی رکھنے فن بلاغت کے تالیف کی ہی اور جیسا کہ مصنف مخاطب اسی بحث مین قبول کرتے ہین کہ "وہ جناب امیرؑ کمال فصاحت اور بلاغت مین بے نظیر تھے"۔

ایسے ہی تمام امت پیغمبر قبول کرتی چلی آئی ہو کہ علی مرتضےٰ قدرتاً فصیح اور بلیغ تھے۔ اس لیے سید رضی مجبور تھے کہ اس کتاب فن بلاغت مین جناب علی مرتضےٰؑ کے کلام خواہ وہ تحریری ہون یا تقریری جمع کرین۔ اور بہت کچھہ حصہ اس کتاب کا متفرق طور پر دوسری کتابون مین مروی اور منقول ہو چکا ہی جس سے اُنھون نے اُسکو لیا ہی۔

چنانچہ ابن ابی الحدید نے اپنی شرح مین اس کتاب (خط) علی مرتضیٰؑ کی نسبت لکھا ہی کہ ارباب سیر نے اُسکا ذکر کیا ہی اور ہمارے شیوخ متکلمین اُسکو حجت مین لائے ہین اور جیسے کہ پورا یہ خط شارح ابن میثم نے اپنی شرح مین منقول کیا ہی ویسے ہی پورا یہ خط شارح ابن ابی الحدید نے اپنی شرح مین نقل کیا ہی جو ابن میثم سے مقدم ہی۔

سید رضی نے یہ کتاب نہج البلاغہ مذہبی شان سے جمع نہین کی ہی کہ جسمین

پورے مضامین احادیث اور روایات کا جمع کرنا لازم ہوتا بلکہ اُنہون نے
اپنے نزدیک جس کلام تحریری اور تقریری علی مرتضیٰؑ سے جسقدر لینا مناسب
سمجھا ہی اُسکو لیا ہی اور زیادہ لحاظ اس بات کا رکھا ہی کہ وہ مضامین جو علانیہ
کسی فرقۂ اسلام کو ناگوار ہون ترک کیے جائین تاکہ اُنکی یہ کتاب ہر فرقہ کے
مسلمانون کو فن بلاغت مین فائدہ پہونچاے -

مصنف مخاطب نے جو سید رضی کی نسبت یہ لکھا ہی کہ "سید رضی نے اپنی
عادت خیانت کے بموجب خط کا فقط ایک ٹکڑا نقل کیا اور اُسکے باقی لفظ ہی
حذف کر دیے" نہایت نازیبا ہی لیکن جب وہ خود علی مرتضیٰؑ کی نسبت
اُنکے فضائل کے کم کرنے مین اور دوسرون سے چھوٹے درجہ پر قائم کرنے مین
کوشان ہین تو اُنکو سید رضی کی نسبت جو علی مرتضیٰؑ سے چند پشتون کے
بعد نسل مین ہین کسی ناحق الزام دینے مین اور بجاے حسن صواب کے
عیب لگانے مین کیا باک ہو سکتا ہی -

سید رضی نے کلام زیر بحث علی مرتضیٰؑ کا جو انتخاب کیا ہی اگرچہ اُسمین
لفظ آیت (ما تولی) کہ جس سے نشان آیت معلوم ہو جاے ترک نہین کیا
مصنف مخاطب جو لفظ (ما تولی) کا ترک کرنا ظاہر کرتے ہین غلط ہی - شرح ابن
ابی الحدید اور شرح ملا فتح اللہ صاحب شیرازی مین وہ لفظ آیت درمیان کلام
منقولۂ سید رضی کے موجود ہی - البتہ شرح ابن میسم مطبوعۂ طہران مین وہ
لفظ آیت کلام منقولہ نہج البلاغہ سے بہ سہو کاتب متروک ہو گیا ہی -

وقت شرح کے خود ابن میسم کے کلام مین وہ لفظ آیت داخل کلام منقولہ
نہج البلاغہ موجود ہی - مصنف مخاطب کو جنکے سامنے شرح ابن میسم تھی چاہیے تھا
کہ وہ بیان شرح ابن میسم سے خیال کر لیتے کہ وہ لفظ آیت سید رضی نے ترک

نہین کیا ہی جس سے کوئی ہرج نہین ہوسکتا اسلیے علی مرتضیٰ کا تمام کلام ہمیشہ محتوی مضامین آیات قرآنی او مقتبس قرآن سے ہوا کرتا ہی - اور علماء خود بخود جان سکتے ہین کہ کلام علی مرتضیٰؑ کا ماخذ کون آیت قرآن اور حدیث رسولؐ ہی خصوص جبکہ نفس آیت کا اُس کلام علی مرتضےٰ مین موجود ہی کہ جو نہج البلاغہ مین سید رضیؒ نے منقول کیا ہی - اور پورا وہ خط علی مرتضےٰؑ کا مع پوری آیت کے کتب سیر مین موجود ہی جہان سے سید رضیؒ نے لیا ہی پس الزام خیانت سید رضیؒ کی نسبت حد سے زیادہ بیجا ہی -

قبل اسکے کہ ہم کلام زیر بحث علی مرتضیٰؑ کے معنے بیان کرین یہ بہی مناسب معلوم ہوتا ہی کہ اُس خط کا پورا ترجمہ لکھدین اور کلام زیر بحث پر خط کھینچدین تاکہ معلوم ہوجاسے کہ جو مضمون خط کا سید رضی نے ترک کیا ہی وہ اہلسنت کے استدلال کے لیے مفید ہی یا متبعان حضرت معاویہ کے لیے مضر -

(خط علی مرتضیٰؑ بنام معاویہ)

اور لیکن بعد اسکے بیشک بیعت میری ای معاویہ لازم ہوگئی ہی تجھکو درحالیکہ تو شام مین ہی اسواسطے کہ تحقیق امر یہ ہی کہ بیعت کی ہی مجھسے قوم کے اُنہین لوگون نے جنھون نے ابو بکر اور عمر اور عثمان سے بیعت کی تہی اُسی طرح پر جسطرح پر اُن سے بیعت کی تہی - پس نہ کسی حاضر کو یہ جائز کہ کسی اور کو اختیار کرے اور نہ واسطے غائب کے یہ ہوسکتا ہی کہ اُسکو رد کرے - اور نہین ہی شوریٰ مگر واسطے مہاجرین اور انصار کے - پس اگر اجتماع کرین وہ کسی پر اور نام رکہین اُسکا امام تو ہوگی وہی رضاے خدا - پہر اگر نکلے اُنکے امر سے کوئی نکلنے والا ازروے طعن یا بدعت کے تو پہیر دو اُسکو طرف اُسی چیز کے جس سے کہ وہ نکل گیا ہی پس اگر وہ انکار کرے جنگ کرو اُس سے اس سبب سے کہ اُسنے اتباع کیا ہی

غیرراہ مومنین کی پہیر دیا ہی اُسکو اسد نے (ترجمہ آیت) جدہر کو پہرا ہی اور جہنم واصل کرینگے ہم اُسکو اور وہ بُرا ٹہکانا ہی۔ اور بیشک کہ طلحہ اور زبیر نے بیعت کی میری پہر توڑ دیا اُن دونون نے میری بیعت کو اور تہا توڑنا اُن دونون کا مثل ارتداد اُن دونون کے پس جہاد کیا مین نے اُن دونون سے اُسی بات پر یہانتک کہ آیا حق اور ظاہر ہوا امر اسد کا درحالیکہ وہ کراہت کرنیوالے تہے پس داخل ہو تو ای معاویہ اُس امر مین کہ داخل ہوے اُسمین مسلمان۔ پس تحقیق کہ میرے نزدیک محبوب ترین امور تیرے باب مین عافیت ہی مگر یہ کہ تو بلا کو لیکر خود ہی پیش آئے۔ پس اگر تو اُسکو لیکر پیش آیا تو جنگ کرونگا مین تجہسے اور مدد چاہونگا مین اسد سے تیرے مغلوب ہونے کی۔ اور تحقیق کہ تو نے جہگڑا کیا قتل عثمان مین پس داخل ہو تو اُس امر مین کہ جسمین لوگ داخل ہوے پہر محاکمہ کر قوم کا (مراد قوم سے وہ لوگ ہین جنکو معاویہ قاتل عثمان کا جانتا تہا) مین تجہکو اور اُس قوم کو کتاب خدا پر اُٹہا لونگا (ای تیرے اور اُس قوم کے درمیان مین موافق کتاب خدا کے حکم ہونگا) اور یہ بات جسکا تو ارادہ کرتا ہی اُس قسم سے ہی کہ جیسے بچہ کو دودہ چہوڑنے کے لیے دہوکا دیتے ہین۔

اور قسم ہی مجہکو اپنی زندگی کی ای معاویہ ہر آئینہ اگر غور کرے تو اپنی عقل سے نہ خواہش نفسانی سے البتہ پائیگا تو مجہکو زیادہ بری لوگون مین کا خون عثمان سے اور ہر آئینہ جان لیگا تو کہ بیشک اُس سے مین الگ تہلگ تہا۔ مگر یہ کہ تہمت لگا تو مجہپر کہ جو مین نے نہ کیا ہو۔ پس جو کچہہ تیرے خیال مین آئے اُسکی تہمت مجہپر لگا اور جان تو کہ تو اُن رہا شدہ لوگون مین سے ہی کہ جنکو خلافت حلال نہین ہی اور نہ اُنہین شوری پیش ہو سکتا ہی۔ اور تحقیق کہ مین نے بہیجا تیرے پاس اور اُن لوگون کے پاس جو تیرے آگے ہین۔ جریر بن عبداسد کو اور وہ

اہل ایمان اور ہجرت سے ہی ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم "

اس ترجمہ کل مضمون خط علی مرتضے سے ظاہر ہوتا ہی کہ سید رضی ع نے جسقدر اس خط سے مضمون نہج البلاغہ مین نقل کیا ہی اُسی پر کوئی استدلال مصنف مخاطب یا اُنکے ہم خیال کرسکتے ہین — اور جسقدر مضمون کہ سید رضی ع نے اُس خط سے ترک کیا ہی اُسپر مصنف مخاطب، یا اُنکے ہم خیال کسی قسم کا استدلال پیدا نہین کرسکتے — اگر سید رضی کوئی مضمون مفید استدلال مصنف مخاطب یا اُنکے ہم خیالون کا متروک کرتے تو سید رضی پر الزام خیانت ناروا نہوتا — لیکن خود مصنف مخاطب بقیہ مضمون خط علی مرتضی سے جسکو سید رضی نے ترک کیا ہی کوئی امر مفید اپنے پیدا نہ کرسکے — ایسی حالت مین صرف زبان سے یہ کہدینا کہ وہ سید رضی نے اپنی عادت کے موافق خیانت کی " شایان نہ تھا —

اب مین مصنف مخاطب کی وہ خیانت فی المعنی والمراد کلام زیر بحث علی مرتضے مین دکھاتا ہون جواُنہون نے اپنے استدلال کے لیے کی ہی — اور اس بحث مین جو طریقہ کہ مصنف مخاطب نے اختیار کیا ہی وہ کوئی تازہ نہین ہی بلکہ تحریف فی المعنے والمراد کی اُنکی عادت ہوگئی ہی جیسا کہ اسوقت تک اُنکے حملون اور ہمارے دفاعون سے ظاہر ہی —

کلام زیر بحث مین علی مرتضے نے صرف یہ فرمایا ہی کہ وہ قوم کے جیسے لوگون نے بیعت کی تھی ابوبکر اور عمر اور عثمان کے ساتھ جسطرح اپنے خلیفہ قبول کرنے کے لیے اُسیطرح مجھسے بیعت کی ہی "

یہ ارشاد اُنکا مطابق واقعہ کے ہی اور کچھ شبہہ نہین کہ یہ واقعہ خود جناب علی مرتضی کو مسلم تھا اور تمام مسلمانون کو یہ واقعہ تاریخی اسوقت تک مسلم

چلا آتا ہی - لیکن بعد بیان اس واقعہ کے علی مرتضیٰ نے یہ نہین فرمایا کہ حضرت ابو بکر کی خلافت حقہ تہی - نہ یہ کہا ہی کہ جسطرح خلفاے ثلاثہ کی خلافت حق تہی اسیطرح میری خلافت بہی حق ہی - نہ یہ ارشاد کیا ہی کہ جس ذریعہ سے اُن کو خلافت حاصل ہوئی تہی اُسی ذریعہ سے مجکو خلافت حاصل ہوئی ہی یا جو ذریعہ حصول خلافت کا اُن تینون کے لیے ہوا وہ صحیح اور مطابق شریعت کے تہا یا اُنکی اطاعت سب پر واجب تہی یا یہ کہ جسطرح وہ تینون امام برحق تہے اسیطرح مین امام برحق ہون - یا اُن تینون کی امامت سے کسی بعیت کرنے والے یا غائب کو انکار کرنا یا بغاوت کرنا یا کسی دوسرے کو امام مقرر کرنا جائز نہ تہا -

اس دو واقعہ بعیت کے بیان کرنے سے یہ لازم نہین آسکتا ہی کہ حضرت علی مرتضیٰ خلافت ابو بکر کو خلافت حقہ سمجہتے ہون یا اُنکی خلافت برحق تہی یا اُنکی اطاعت سب پر واجب تہی یا وہ تینون امام برحق تہے یا کسی بعیت کرنے والے یا غائب کو انکار کرنا یا اُنپر حملہ کرنا یا کسی دوسرے کو امام مقرر کرنا جائز نہ تہا -

یہ امر فراموش نہین کرنا چاہیے کہ کسی امر کا وقوع مین آنا یا کسی واقعہ کو تسلیم کرنا اور امر ہی اور کسی امر کا جائز یا صحیح طور پر وقوع مین آنا یا کسی واقعہ کی صحت اور جواز کو قبول کرنا اور چیز ہی -

اور جب بیان اُن امور کا کلام علی مرتضیٰ مین موجود نہین ہی جن امور کو مصنف مخاطب اپنے استدلال مین بیان کرتے ہین تو خلاف ظاہر اور صریح کلام کے معنے اور مراد کی حیثیت سے اضافہ کرنا اُن امور کا قطعی تحریف فی المعنی والمراد ہی -

لیکن مین خود اسی کلام علی مرتضیٰ سے بتادونگا کہ کلام علی مرتضیٰ مین جو بیان بیعت خلفاے ثلاثہ اور علی مرتضیٰ کا ہو اُس سے بیشک یہ لازم آتا ہو کہ علی مرتضیٰ حضرت ابو بکر کی خلافت کو خلافت حقہ نہین سمجھتے تھے اور ذریعہ حضرات خلفاے ثلاثہ کی خلافت کے حصول کا ناجائز اور غیر صحیح خلاف نص قرآنی اور مسئلہ شریعت کے تھا جو نص قرآنی سے علی مرتضیٰ نے استنباط کرکے اپنے اسی کلام مین بیان فرمایا ہو۔ اور ذریعہ اپنے حصول خلافت کا موافق نص قرآنی اور مسئلہ شریعت جو اپنے اسی کلام مین آیت قرآنی سے بیان فرمایا ہو صحیح اور جائز قرار دیتے تھے اور اپنی اطاعت سب پر واجب بتلاتے تھے۔ اور اُن تینون کو امام برحق نہین اپنے آپ کو امام برحق جانتے تھے۔ اور کسی بیعت کرنے والے یا غائب کو اُن تینون کی امامت اور خلافت سے انکار یا اُنپر حملہ کرنا اور کسی دوسرے کو امام مقرر کرنا جائز قرار دیتے تھے اور صرف اپنی امامت سے کسی بیعت کرنے والے یا غائب کو انکار یا بغاوت یا تقرر امام دیگر اپنے موسوم خلافت ہونے کے بعد غیر صحیح اور ناجائز بتلاتے تھے۔

میرے اس سخن سے دیکھنے والون کو نہایت تعجب ہوگا لیکن جب وہ میری تقریر آئندہ پر غور کرینگے تو اُنکا وہ تعجب بآسانی رفع ہو جائیگا۔ اور وہ تقریر آئندہ کچھہ میری تقریر نہین ہو بلکہ خود علی مرتضیٰ کا ارشاد ہو اور وہ ارشاد اُنکا وہ فقرہ ہو جسمین ذکر شوریٰ مہاجرین اور انصار کا ہو جو مابعد اُس فقرہ کے ہو جسمین بیان واقعہ بیعت خلفاے ثلاثہ اور خود علی مرتضیٰ کی بیعت کا ذکر ہو اور وہ فقرہ ذکر شوریٰ مہاجرین اور انصار وہی ہو جسکو خود مصنف تحفہ طلب نے بھی نقل کرکے ترجمہ کیا ہو۔

شا اور سوائے اسکے نہین ہی کہ شوری واسطے مہاجرین اور انصار کے ہی۔ پس اگر مجتمع ہوجائین وہ اور کسی کا امام نام رکھدین تو ہوگا وہ کام خوشنودی خدا کا ۱۲

علی مرتضےٰ نے اس فقرہ مین ایک مسئلہ مذہب اسلام کے لیے بیان فرمایا ہی کہ جب مہاجر اور انصار مجتمع ہوکر کسی کا امام نام رکھدین یا یون کہو کہ کسی کو یہ کہدین کہ یہ امام ہی تو یہ امر موجب خوشنودی خدا ہی۔ علی مرتضیٰ نے اس مسئلہ کے بیان کرنے مین جو الفاظ اور مضمون ظاہر کیا ہی اُسکے ظاہر الفاظ اور باطن مضمون علانیہ بتارہے ہین کہ کل مہاجر اور انصار کہ وہ اہل حل وعقد اور اہل الرائے امت محمدیہ مین سمجھے گئے ہین مجتمع ہوکر بالاتفاق کسی کو یہ کہدین کہ یہ امام ہی وہ اُنکا اجتماع اور اتفاق خوشنودی خدا ہی۔

اگر کل مہاجر اور انصار کے مجتمع اور متفق ہونے سے اس مسئلہ مین مقصود نہوتا تو کلام علی مرتضیٰ مین ضرور اشعار اسکا ہوتا کہ اگر بعض یا اکثر یا غالب یا کمتر مہاجر اور انصار متفق ہوکر کسی کو امام قبول کرین تو بھی وہ امام قرار پا جاتا اور اس امر کے بیان کرنیکی بھی ضرورت تھی کہ درصورت عدم اجتماع اور اتفاق کے یا اختلاف کے کیا ہونا چاہیے؟

مگر جب مقصود کلام علی مرتضیٰ سے قید اجتماع اور اتفاق کل مہاجر اور انصار کی مانی جائے اور جسکا ماننا باعتبار الفاظ اور مضمون کلام کے ضروری ہی۔ تو ضرورت اُسکے خلاف کے بیان کرنے کی باقی نہین رہتی ہی کیونکہ باعتبار فن بلاغت کے جب اس مسئلہ مین اجتماع مہاجرین اور انصار سے اتفاق کل مہاجر اور انصار کا سمجھا جاوے۔ تو یہی مسئلہ کے خلاف یہ مسئلہ لازمی طور پر پیدا ہوجاتا ہی کہ اگر کل مہاجر اور انصار مجتمع نہون یا اتفاق نکرین

اور اختلاف کرین تو وہ شخص جسکو امام قبول کرنے مین کل مہاجر اور انصار مجتمع نہون یا متفق نہون یا اختلاف کا اتفاق شخص نہ امام ہوگا نہ خدا اُس غیر اجتماعی اور غیر اتفاقی کل مہاجرین اور انصار سے یا اختلافی امر سے راضی ہوگا بلکہ خلاف خوشنودی خدا کے ہوگا۔

اس مسئلہ مین اجماع اور اتفاق مہاجرین اور انصار کی جو قید اور شرط ہی اُسکا اصول یہ ہی کہ اگر کل مہاجر اور انصار جمع نہون تو غیر شریک مہاجر اور انصار کی راے سے وہ مجمع کچھہ فائدہ نہین اوٹھا سکے گا۔ اور موجودہ مجمع مہاجرین اور انصار کا غیر شرکت اُن مہاجرین اور انصار کے کہ جو اُس مجمع مین شریک نہوان امر حق طی نہین کر سکتے اور جو کچھہ کہ وہ طی کرین وہ ناقص رہیگا۔ کاملیت حقیت امام قرار دینے کی اُسیوقت ہوسکتی ہی کہ جب کل مہاجر اور انصار مجتمع ہون۔ کیونکہ جو مہاجر اور انصار شریک مجمع نہون ممکن ہی کہ وہ ایسی راے رکہتے ہون کہ جسکے ظاہر ہونے کے بعد موجودہ مہاجرین اور انصار اپنی راے اور عندیہ کو تبدیل کردین۔

اور اگر کل مہاجر اور انصار جمع بہی ہون اور باہم اُنکے اتفاق نہو اور اختلاف واقع ہو یعنی کچھہ مجمع کسیکو امام موسوم کرے اور کچھہ مجمع کسی دوسرے کو تو ایک عہد واحد مین دو امام ہوجائینگے اور اُن کے باہم اختلاف کی وجہ سے فساد برپا ہوجائیگا اور وہ موجب رضاے الٰہی نہین ہوسکتا۔

کل مہاجرین اور انصار کے مجتمع ہوکر بالاتفاق کسی ایک کے امام موسوم کرنے کی ضرورت اسوجہ سے ہی کہ کل مہاجر اور انصار بالاتفاق جب کسیکو امام موسوم کرینگے وہ ضرور ہی کہ بموجب قرآن اور قول و فعل رسول کے ہوگا۔ یعنی قرآن مین جو اوصاف امام واجب الاطاعت کے بتلائے گئے ہین اور پیغمبر نے جنکی تفسیر اپنے قول اور فعل سے کر کے جتا دیا ہی۔ (دیکہو بحث مسئلہ امامت کی

جلد دوم رسالہ روشنی صفحہ ۷ سے) اُسکو امام موسوم کرسکتے ہین اور ہی معنی سے ایسا شخص امام منصوص موجب خوشنودی خدا ہوگا۔

اور ایسے ہی اجتماع اور ایسے ہی اتفاق کل مہاجرین اور انصار کو کہ جس سے امام موسوم ہوا اور اُس شخص کو جو ایسے اجتماع اور اتفاق سے مہاجرین اور انصار امام موسوم کیا جاے علی مرتضیٰؑ نے موجب خوشنودی خدا بیان فرمایا ہی۔ اسی وجہ سے کہ ایسا اجتماع اور اتفاق اور اُس سے کسی کا امام موسوم ہونا نصی ہی چنانچہ علی مرتضیٰؑ نے اپنے اسی کلام مین صاف اشارہ آیت قرآنی کی طرف فرمایا ہی اور اسی سے ظاہر ہی کہ امامت کے لیے نص تہی اور وہ امامت منصوص باجتماع اور اتفاق کل مہاجر اور انصار کے حاصل ہو جاتی ہی۔

جو مسئلہ شوریٰ مہاجرین اور انصار کا امامت کے لیے علی مرتضیٰؑ نے ارشاد فرمایا اُس سے مطابق کرکے از روے واقعات تاریخی مسلمہ کے دیکہہ لو کہ امامت اور خلافت خلفاے ثلاثہ کی اس مسئلہ کے موافق تہی یا مخالف۔ اور علی مرتضیٰؑ کی امامت اور خلافت اس مسئلہ کے مطابق تہی یا نہین؟

حضرت ابوبکر جو سقیفہ بنی ساعدہ مین خلافت اور امامت منعقد ہوئی کوئی انکار نہین کرسکتا کہ اُسوقت تمام مہاجر اور انصار موجود نہین تہے یہانتک کہ علی مرتضیٰؑ کو نہ اطلاع ہوئی اور نہ وہ شریک تہے مہاجرین مین صرف حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ تہے۔

زید بن خطاب بہائی حضرت عمر کے اور عباس بن ربیعہ اور عبدالرحمن بن عوف اور طلحہ بن عبید اللہ اور عثمان بن عفان اور زید بن حارثہ اور عبداللہ بن مسعود اور بلال وغیرہ جنکو ممتاز مہاجرین سمجہا گیا ہی اُنکا بہی اُس مجمع مین پتہ نہین ہی۔

البتہ بہ نسبت مہاجرین کے انصار کا زیادہ مجمع تہا لیکن کل انصار موجود نہین تہے

مثل جابر بن عبد اللہ ابو ایوب نامآوردن انصار کے تاہم انصار موجودہ نے حضرت ابو بکرؓ کی امامت اور خلافت پر اتفاق نہین کیا۔ وہ انصار مین سے اپنا ایک امیر بنانا چاہتے تھے۔ اور سعد بن عبادہ کو نامزد کرتے تھے۔ اور پھر بعض انصار نے علیؓ مرتضیٰ کا امام ہونے کے لیے نام لیا۔ اور حضرت سعد بن عبادہ سردار انصار تا دم مرگ حضرت ابو بکرؓ کے مقابلہ حضرت عمرؓ کے بھی خلیفہ اور امام ہونے سے منکر رہے اور انکے انکار نے انکی جان کھوئی۔ اور انتہا درجہ کی یہ بات ہے کہ خود حضرت عمرؓ نے امامت اور خلافت حضرت ابو بکرؓ کو فلتہ فرمایا ہے یعنی وہ بغیر سوچ سمجھے امام اور خلیفہ مقرر ہو گئے اور اس خلافت اور امامت کے شر سے خدا نے بچا لیا۔ جس سے صاف یہ مراد ہے کہ بغیر شوریٰ کامل کے وہ خلافت اور امامت عمل مین آگئی تھی۔

خلافت اور امامت حضرت عمرؓ کا بھی حال ہر کسی پر ظاہر ہے کہ انکے لیے بھی کل مہاجر اور انصار موجودہ کا اجماع اور اتفاق نہین ہوا تھا۔ صرف حضرت ابو بکرؓ نے انکا استخلاف کیا اور حضرت عثمان نے اسکا کتبہ لکھا۔ اور حضرت طلحہ اور دیگر صحابہ نے حضرت ابو بکر کی اس تجویز پر خود حضرت ابو بکر کے سامنے قبل انکی وفات کے حاضر آکر اعتراض کیا کہ ایسے سخت اور درشت طبیعت شخص کو امت رسولؐ پر خلیفہ مقرر کرتے ہو خدا کے سامنے کیا جواب دوگے۔ اور اسی بنا پر کہ یہ خلافت بھی اجماع اور اتفاق مہاجرین سے منعقد نہین ہوئی تھی علی مرتضیٰ نے فرمایا ہے کہ "یہ خلافت بھی بہن پہلی خلافت کی تھی"

انعقاد خلافت حضرت عثمانؓ کا بھی کسی سے مخفی نہین ہے کہ حضرت عمر نے چھ شخصوں کو معین کر دیا تھا کہ جن کے بعض پر اطلاق مہاجر اور انصار کا بھی نہین ہو سکتا ہے اور کچھ مہاجر اور بہت انصار زمرۂ اہل شوریٰ مین شامل نہین کیے گی

اور پہلے ان اہل شوری نے علی مرتضی کو نام زد کیا کہ درحقیقت اوسیوقت وہ امامت کے لئے موسوم ہوسکتے تھے لیکن علی مرتضی سے یہ شرط چاہی گئی کہ وہ سیرۃ شیخین پر عمل کرین جسکو انہون نے قبول نہین کیا کہ وہ خلاف قران اور سنت رسول کسی اور کی سیرۃ پر عمل کرنے کا اقرار نہین کرسکتے تھے اور اسی جگہ پر یہ امر ظاہر ہے کہ قران اور سنت رسول کے خلاف سیرۃ شیخین کی تھی جسکے عمل پر علی مرتضی سے شرط کیجاتی تھی اگر سیرۃ شیخین مطابق قران اور سنت رسول کے ہوتی تو انکی سیرۃ پر عمل کرانے کی شرط کی نہ ضرورت تھی اور نہ علی مرتضی کو اسکے انکار کی کوئی وجہ ہوسکتی تھی - اور نیز وہ شرط خلاف وصیت حضرت عمر کے تھی کہ حضرت عمر نے وصیت شوری مین کوئی ایسی قید اور شرط نہین لگائی تھی وصیت کے تعمیل کرنے والونکو ہرگز جائز نہین تھا کہ وہ مضمون وصیت مین ایک شرط اضافہ کرکے تحریف کرین - جب علی مرتضی نے شرط عمل سیرۃ شیخین کو قبول نہین کیا تو حضرت عثمان بموجب وصیت علانیہ تحریف شدہ کے خلیفہ اور امام بنائے گئے جنہون نے شرط سیرۃ شیخین کو خلاف علی مرتضی کے قبول کرلیا - اور علی مرتضی نے اسیوقت باعلان حضرت عثمان کے امام اور خلیفہ ہونے سے اختلاف کیا حضرت عمر نے جو تعین اشخاص کا شوری کے لئے کیا تھا یہ امر خود غلط طریقہ اور خلاف اوس مسئلہ شوری کے ہے جو علی مرتضی نے فرمایا ہے - حضرت عمر کو چاہیے تھا کہ وہ صرف اسقدر فرما جاتے کہ کل مہاجرین و انصار مجتمع اور متفق ہوکر کسی کو امام قبول کرین - کچھ شبہ نہین کہ جو مسئلہ شوری مہاجرین اور انصار کا علی مرتضی نے فرمایا ہے اوس کے موافق یہ تینون امامتین اور خلافتین وقوع مین نہین آئی ہین - ایسی خلافتین اور امامتین حق نہین ہوسکتین اور علی مرتضی اونکو برحق جان سکتے تھے - بعد قتل حضرت عثمان کے جو علی مرتضی کو امامت اور خلافت کے لیے نامزد کیا گیا

لاریب وہ مطابق اُسی مسئلہ شوریٰ مہاجرین او انصار کے ہی کہ علیؑ مرتضیٰ نے بیان فرمایا ہی۔ کل مہاجر اور انصار اُسی ایک جلسہ مین مجتمع اور متفق علی مرتضیٰ کے لیے ہوئے تھے۔ جسوقت کہ مسجد نبوی مین مہاجرین اور انصار اور دیگر مسلمان جمع ہوئے اور علیؑ مرتضیٰ کو بلایا گیا تھا کہ مجمع مین اس امر کو قبول کرین کہ جسکی خواہش اونسے کی گئی تھی۔ جسوقت کہ علیؑ مرتضیٰ تشریف لائے اور ممبر مسجد نبوی پر قدم رکھا اور حضار مجمع پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ طلحہ اور زبیر اُس مجمع مین نہین ہین چنانچہ علیؑ مرتضیٰ نے اونکو طلب کیا جب وہ حاضر آئے تب بعد گفتگوی مناسب اور ضروری کے علیؑ مرتضیٰ نے اس امر کو جسکی تکلیف آنکو دی گئی تھی قبول کیا۔ جس سے ظاہر ہوتا ہی کہ آنکو کوئی طمع خلافت کی نہین تھی اگرچہ امام منصوص ہونی کی وجہ سے وہ خلافت فی الارض سمجھتے تھے بعد اسکے علی مرتضیٰ کے ہاتھ پر بیعت ہوی۔ اور علی مرتضیٰ باجتماع اور اتفاق کل مہاجر اور انصار موجودہ کے امام اور خلیفہ قبول کیے گئے۔۔۔۔

اسی موقع پر ذہن نشین کرلینا چاہیئے کہ اگرچہ واقعہ بیعت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان کا اور واقعہ بیعت سے علیؑ مرتضیٰ کا متحد ہی لیکن شان اُس واقعہ کی جداگانہ ہی کہ حضرات خلفاء ثلاثہ کے ہاتھ پر جو بیعت ہوئی جسوقت کہ وہ امام اور خلیفہ بنائے گئے اوسوقت اجماع اور اتفاق مہاجرین اور انصار کا وقت شوریٰ کے ناقص تھا اور جسوقت کہ علی مرتضیٰ کے ہاتھ پر بیعت کی گئی اوسوقت اجتماع اور اتفاق مہاجرین اور انصار کا کامل تھا۔ بس علی مرتضیٰ نے کلام زیر بحث مین جو ارشاد فرمایا ہی کہ بیشک مجھسے اون لوگون نے بیعت کی جنھون نے ابوبکر اور عمر اور عثمان سے بیعت کی تھی اُسیطرح پر کہ جسطرح پر اون سے بیعت کی تھی

اوسکی مراد صرف یہ ہوسکتی ہی کہ مجرد وقوع بیعت مین کوئی فرق نہین تھا گو اجتماع اور اتفاق مہاجرین اور انصار مین وقت شوری کے نقصان اور کمال ہو یعنی بیعت اونکے ہاتھ پر بھی ہوئی اور انکے ہاتھ پر بھی ہوئے صرف ناقص اور کامل ہونے شورے کا فرق تھا۔

اس اعتبار سے مجرد وقوع بیعت کی حجت حجت الزامی ہی ہوسکتی ہی۔ یعنی ای معاویہ جب تو ناقص شورے مہاجرین اور انصار کی بیعت کو قبول کرچکا ہی تو کیا وجہ ہی کہ تو کامل شورے مہاجرین اور انصار کی بیعت کو قبول نہ کرے۔

ایسی حالت مین علماء شیعہ جو یہ کہتے ہین کہ جناب امیر نے اپنی خلافت کے ثابت کرنے کی لیئے ایسے طریقہ سے استدلال کیا جو معاویہ اور گروہ معاویہ کو مسلم تھا تو غور کرنا چاہیئے کہ علماے شیعہ کیا بیجا کہتے ہین۔ اور بنظر اسکے کہ مطابق مسئلہ شوری مہاجرین اور انصار بیان فرمودہ علی مرتضے کے خلافت اور امامت خلفاء ثلاثہ کی واقع نہین ہوئی کہ شورہ ناقص تھا۔

اور خود علی مرتضیٰ کی نامزدگی اس مسئلہ کے مطابق عمل مین آئی۔ کہ شوری کامل تھا مین یہ کہتا ہون کہ علی مرتضی حضرت ابوبکر کی خلافت کو خلافت حقہ نہین سمجھتے تھے اور ذریعہ خلفاء ثلاثہ کی خلافت کے حصول کا ناجائز اور ذریعہ اپنے حصول خلافت کا جایز قرار دیتے تھے اور اپنی اطاعت سب پر واجب جانتے تھے۔

اور اونہین ثلثہ کو امام برحق نہین بلکہ آپ کو امام برحق جانتے تھے اور کسی بیعت کرنے والے یا غائب کو خلفائے ثلاثہ کی بیعت سے انکار

یا اُنپر حملہ کرنا اور کسی دوسرے کو امام مقرر کرنا جائز سمجھتے تھے اور اپنی امامت سے کسی بیعت کرنے والے یا غائب کا انکار یا اپنی نامزدگی کے بعد تقرر امام دیگر جائز نہین قرار دیتے تھے۔

یقین کرنا چاہیے کہ مسئلہ شوری مہاجرین اور انصار کا جو علی مرتضیٰؑ نے فرمایا ہی میٹ پس اگر مجتمع ہو جائین اور نام رکھدین اُسکا امام" یعنی اُسکا امام ہونا قبول کر لین اور کہدین کہ یہی امام ہی اُسکی مراد اپنے نفس نفیس سے ہی۔ پس بوجہ اسکے کہ انعقاد خلافت و امامت حضرت ابو بکرؓ پر خلاف مسئلہ شوری فرمودہ علی مرتضیٰؑ ناقص طور پر وقوع مین آیا تھا۔)

جناب امیرؑ نے حضرت ابو بکر کو قابل حملہ سمجھا اور غور کیا کہ ابو بکرؓ سے زیرین یا بوجہ دیگر امور کے اُنسے نہ لڑین گو دوسرے وجوہ سے آخرکار اُنھون نے لڑنا پسند نہین کیا۔ لیکن بوجہ اسکے کہ انعقاد خلافت حضرت ابو بکر پر ناقص شوری مہاجرین اور انصار سے ہوا تھا اسلیئے علی مرتضیٰؑ اُنپر حملہ کر سکتے تھے۔

اور اگر جناب امیرؑ حضرت ابو بکر سے لڑتے تو ابو بکر کے مقابلہ مین اُنکی وہی حالت ہرگز نہوتی جو جناب امیرؑ کے مقابلہ مین امیر معاویہ کی ہوئی۔ اس لیے کہ حضرت ابو بکرؓ کی نامزدگی بذریعہ ناقص شوری مہاجرین اور انصار کے وقوع مین آئی تھی اور علی مرتضیٰؑ کی نامزدگی بذریعہ کامل شوری مہاجرین و انصار کے عمل مین آئی تھی۔

اور کچھ شبہہ نہین ہی کہ جو امامت بذریعہ بیعت ناقص شوری مہاجرین اور انصار کے حاصل ہو وہ منصوص نہین ہو سکتی اور نہ ایسی امامت سے خدا راضی ہو سکتا ہی اور جو کوئی بذریعہ ناقص شوری مہاجرین اور انصار کے امام بنایا جائے اُس سے مومنین کو بیشک لڑنا چاہیے۔ کیونکہ وہ خلافت

مقصود آیت جس سے استنباط کر کے علی مرتضیٰؑ نے مسئلہ شریعت بیان فرمایا امام موسوم کیا گیا ہی۔

پس اگر جناب امیرؑ ابوبکر سے لڑتے تو تمام مومنین کو جناب امیرؑ سے لڑنا ہرگز واجب نہوتا بلکہ حرام ہوتا۔ کیونکہ حضرت ابوبکرؓ کا تقرر بذریعہ ناقص شوری مہاجرین و انصار کے عمل مین آیا تھا جو جائز نہ تھا اور اُس سے علی مرتضیٰ کی مخالفت حق ہوتی۔ اور علی مرتضےٰ سے جو کوئی لڑتا وہ مرتکب فعل حرام کا ہوتا۔ اور جو کوئی بذریعہ ناقص شورے مہاجرین اور انصار کے امام بنایا جائے اُسپر طعن کرنا قطعی جائز بلکہ واجب ہی اور جو کوئی طعن کرے وہ باغی نہین قرار پا سکتا بلکہ وہ ناصر امر حق کا مثاب ہوگا اور خود اُس سے بہی کسیکو لڑنا حرام ہوگا۔

علی مرتضیٰؑ نے اپنے کلام زیر بحث مین بعد ذکر مسئلہ شوری مہاجرین اور انصار کے جو یہ فرمایا ہی کہ وہ پہر اگر نکلے اُنکے امر سے کوئی نکلنے والا خلیفہ پر طعن کرکے یا خود طریقہ بدعت اختیار کرکے تو اُسکو پہیرو اُسی بیعت کی طرف جس سے وہ نکلتا ہی۔ پہر اگر وہ انکار کرے تو اُس سے لڑو اس سبب سے کہ اُسنے مومنین کے طریقہ کے خلاف طریقہ اختیار کیا اور پہیر دیا اُسکو حق سے اللہ نے اسکے معنے اور مراد صریح یہ ہین کہ جب کل نہ جزو مہاجرین اور انصار شوری کے وقت مجتمع اور متفق ہوکر کسی کو امام نامزد کردین جو موجب خوشنودی خدا کا ہوگا۔ پہر اُنکے امر سے یعنی اُن کل نہ جزو مہاجرین و انصار مجتمع اور متفق کے شوری سے باہر ہو جائے تو اُسکے لیے وہ حکم ہی جو علی مرتضےٰؑ نے اپنے کلام مین فرمایا ہی۔ اور جبکہ وہ شوری ناقص ہو نہ کامل تو وہ نہ موجب خوشنودی خدا ہوسکتا ہی نہ اُسپر اطلاق اُس حکم کا آسکتا ہی کہ جو علی مرتضیٰؑ نے فرمایا ہی۔

علی مرتضےٰؑ نے اپنے اس کلام مین جس آیت کی طرف اشارہ کیا ہی کہ یہ شبہہ

نہین کہ علی مرتضیٰ اُسنے شوریٰ سے کل نہ جزو مہاجرین وانصار مجتمعہ اور متفقہ سے باہر ہوجاتے والے کے لیے خواہ وہ مہاجرین اور انصار مجتمعہ اور متفقہ مین سے ہو یا غیر اُنکا جو حکم بیان فرمایا ہی اُسکا ماخذ وہی آیت ہی جسکو مصنف مخاطب نے نقل کیا ہی اور ہم بھی اوپر لکھہ آئے ہین — اور علی مرتضیٰ کا یہ ارشاد اُسی آیت سے مقتبس ہی۔

مگر یہی آیت ہی جسکی نسبت ہمنے مسئلہ امامت کی بحث مین کہ قرآن مین ہی یا نہین ذکر کیا ہی (دیکھو صفحہ ۱۵ — رسالہ ارشاد جلد دوم) اور جسکو امام شافعی تین سو مرتبہ قرآن کے اوراق مین اول سے آخر تک ٹٹولکر آخرکار بہت غور اور فکر کے بعد اِسی آیت پر پہونچے اور یہ شرف استدلال خاص اُنہین کے واسطے کیا گیا ہی مجکو اسمین بہت شبہہ ہی کہ اپنی تلاش سے امام شافعی اس آیت پر پہونچے ہون بلکہ میرا گمان یہ ہی کہ اُنہون نے گو کوشش بلیغ اور کئی سال تک قرآن کو ٹٹولا مگر اُنکا ذہن اس آیت کی طرف استدلال کے لیے منتقل نہین ہوا — الا یہ آیت مکتوب علی مرتضیٰ مین موجود تھی۔ اور اُس مکتوب کا کل ارباب سیر نے ذکر کیا ہی جیسا کہ شارح ابن ابی الحدید نے لکہا ہی کہ وہ ذکر کیا ہی اُسکا کل ارباب سیر نے اور ہمارے شیوخ متکلمین اپنی کتابون مین صحت اختیار اور طریقہ امامت پر حجت لائے ہین "

امام شافعی کو بھی اُسی مکتوب مین یہ آیت نظر پڑگئی ہی اور اُسکو اُنہون نے اپنا اجتہاد قرار دیدیا ہی — مگر میرا یہ طریقہ نہین کہ جیسے مصنف مخاطب نے سید رضی کی نسبت خیانت کا بیجا الزام لگا دیا ہی امام شافعی کی نسبت مین بھی کوئی الزام لگا دون۔

مین اسی پر بحث کرتا ہون کہ امام شافعی سے اس آیت کے معنے اور مراد

قرار دینے مین اور متکلمین شیوخ معتزلہ سے نا مثل علی مرتضیٰ ؑ کے مفہوم مین اور مثل اُنکے مصنف مخاطب سے غلطی ہوئی ہی اور اُنکے معنے اور مراد اور مفہوم مطابق اُس مسئلہ کے نہین ہی کہ جو خود علی مرتضیٰ ؑ نے اس آیت سے اقتباس کرکے بیان فرمایا ہی—

مقصود اس آیت کا یہ ہی کہ "جو کوئی پیغمبرؐ کی مخالفت کرے بعد اسکے کہ ہدایت اُسکی ظاہر ہو گئی ہو اور پیروی کرے غیر راہ مومنین کی وہ جہنمی ہی"

اور امام شافعی نے بھی جو مقصد آیت کا ظاہر کیا ہی وہ ٹھیک ہی کہ "وہ اتباع غیر سبیل مومنین کا حرام ہی کہ خداوند عالم نے پیروی غیر سبیل مومنین اور مخالفت رسول کو جمع کیا ہی"

لیکن سبیل مومنین کے فہم مین کہ وہ کیا ہی امام شافعی سے غلطی ہوئی ہی—
اُنہون نے اور جس کسی نے کہ اُنکا اتباع کیا یا جس کسی کی اُنہون نے تائید کی یہ سمجھ لیا کہ حضرت ابو بکرؓ جو سقیفۂ بنی ساعدہ مین انعقاد خلافت ہوا اور اُسوقت جو وہ امام یا خلیفہ بنائے گئے اور پھر اُنکو دوسرے مومنین جنہون نے کہ اُنکو قبول کیا وہی اجماع ہی اور وہی سبیل مومنین ہی—

حالانکہ مومنین کے لیے سبیل کا مقرر ہونا قبل اسکے کہ مومنین اُسپر چلین پہلے معین ہونا چاہیے جیسا کہ اسی آیت مین موجود ہی کہ "جو شخص مخالفت کرے رسول کی ہدایت ظاہر ہو جانے کے بعد اور اتباع کرے غیر راہ مومنین کا" جس سے صاف ظاہر ہی کہ ہدایت پہلے ظاہر ہو چکی ہو اور وہ سبیل پہلے معین ہو چکی ہو کہ جسکا اتباع مومنین کو واجب ہی—

علی مرتضیٰ ؑ نے اسی آیت سے اقتباس فرما کر جو مسئلہ شوریٰ مہاجرین اور انصار کا فرمایا ہی اُس سے یہ امر ظاہر ہو جاتا ہی کہ راہ کا معین ہونا اول امر ہی اور

اُسپر چلنا اور نہ چلنا آخر امر ہی- جیساکہ وہ فرماتے ہین کہ سوا اسکے نہین ہی کہ شوری واسطے مہاجرین اور انصار کے ہی پس اگر مجتمع ہو جائین وہ اور نام رکھدین کسی کا امام جسکی مراد یہ ہی کہ کل مہاجر و انصار مجتمع اور متفق ہو کر کسی کو امام قبول کر لین- اُسی کا اتباع کل مومنین کو کرنا چاہیے یعنے مہاجرین و انصار مجتمع اور متفق ہو کر جو سبیل اور طریقہ مومنین کے چلنے کے لیے قبول کر لین اُسی سبیل اور طریقہ پر مومنین کو چلنا چاہیے- یہ صورت ہوئی امر اول راہ معین ہونیکی لیکن اُس سبیل معینہ پر اگر کوئی نہ چلے کہ جو داخل صورت امر آخر ہی اُسکے لیے علی مرتضیٰؑ نے یہ فرمایا ہی کہ "پہر اگر باہر ہو جائے اُنکے امر سے (مہاجرین و انصار مجتمعہ و متفقہ کے امر شوری سے) کوئی باہر ہو جانے والا طعن کر کے- یا خود طریقہ بدعت اختیار کر کے تو اُسکو پہیرو اُسی کی طرف جس سے وہ نکلتا ہی پہر اگر وہ انکار کرے تو اُس سے لڑو اس سبب سے کہ اُسنے مومنین کے طریقہ کے خلاف طریقہ اختیار کیا اور پہیر دیا اُسکو اسنے حق سے"

پس کچہہ شبہہ نہین کہ علی مرتضیٰؑ نے آیت قرآنی سے اقتباس کر کے جو مسئلہ بحث مہاجرین اور انصار کا بیان فرمایا ہی درحقیقت وہ تفسیر اُسی آیت کی ہی اور یہ تفسیر تفسیر علی مرتضیٰؑ کے نہ قول امام شافعی کا کہ اُنکو کچہہ مسلمانون نے امام بنادیا ہی اور نہ قول متکلمین معتزلہ کا اور نہ بیان ہمارے مصنف مخاطب کا قابل اعتماد اور لائق قبول ہی-

اگر کل مہاجر و انصار مجتمع اور متفق ہو کر کسی کو کہتے کہ یہ امام ہی کیا ایسا اجتماع اور اتفاق کلی ضرور موافق نص کے ہوتا جس سے عملاً کسی کو سند قرار نہ پاتا جسکا اتباع واجب ہوتا اور مومنین کے چلنے کے لیے وہی راہ ہوتی اور اُس سے انحراف حرام سمجہا جاتا اور اُسی کو اجماع نہ کہہ سکتے لیکن اجتماع کل مہاجرین و انصار کا

ک۔ اور اُنکے اتفاق سے نہ خلافت اور امامت حضرت ابوبکرؓ کی واقع ہوئی اور نہ حضرت عمرؓ کی اور نہ حضرت عثمانؓ کی۔ اسلیے وہ آیت یا کلام علی مرتضیٰ زیر بحث حجت اجماع واسطے خلافتوں اور اماموں حضرات ثلاثہ کے ہرگز نہیں ہوسکتی بلکہ اُسی آیت اور ارشاد علی مرتضیٰؓ سے مخالف وہ خلافتین اور امامتین باطل ہین۔

البتہ وہی آیت اور وہی کلام علی مرتضیٰ جس مین بیان مسئلہ شوری مہاجرین وانصار کا ہی۔ اور جو تفسیر آیت ہی اور جسکے مطابق کامل طور پر نہ ناقص طور پر حضرت علیؓ مرتضیٰؓ امام اور خلیفہ قبول کیے گئے امامت اور خلافت علی مرتضیٰؓ کے لیے نص ہی۔ اور اسی بنا پر یہ کہا جاتا ہی کہ امامت اور خلافت کے لیے قرآن مین نص ہی اور وہ نص سوائے علی مرتضیٰؓ کے اُنکے غیر کے لیے نہین ہوسکتی ہی۔ پس خلافت اور امامت علی مرتضیٰؓ کی منصوص ہی اور اُنکے غیر کی غیر منصوص۔

اور اسی سے ظاہر ہوگیا کہ امامت کے لیے نص تھی اور مہاجرین اور انصار مجتمع اور متفقہ کا کسی کو امام قبول کرنا بھی حکماً نص ہی اسلیے کہ کل مہاجرین و انصار کی نسبت قیاس نہین کیا جاسکتا کہ وہ خلاف نص اجماع اور اتفاق کرین۔

ان خلافت اور امامت حضرات خلفاے ثلاثہ کے لیے نہ کوئی نص تھی اور نہ اجماع اور نہ اتفاق جزوی مہاجرین اور انصار کا حکماً نص ہوسکتا ہی۔ اور جناب امیرؓ کا اُسوقت اُن کل مہاجرین اور انصار کو مومن ماننا لازم آسکتا کہ جب کل مہاجرین و انصار مجتمع اور متفق ہوکر امام موسوم کرتے اور خلاف مقصود آیت اور مسئلہ شوری مہاجرین اور انصار فرمودہ علی مرتضیٰ کے کہ جو تفسیر آیت کی ہی جس کسی نے ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ کو امام بنایا اُس کسی کو کیونکر لازم آسکتا ہی کہ علی مرتضیٰؓ نے مومن مانا۔

اور اگر شیعہ ایسے لوگوں کو مرتد کہتے ہیں تو وہ راضی ہو سکتے ہیں اُسکے ترک کرنے پر اگر اُنکو کوئی یہ بتا دے کہ ایسے لوگوں کو جو آیت اور رسالہ شوریٰ تقیہ آیت فرسودہ علی مرتضیٰ کو نہ مانے اور اُسکے برخلاف عمل کرے اُسکو کیا کہنا چاہیے۔

اور جناب امیر نے اس آیت کے ذکر سے ہرگز یہ ثابت نہیں کر دیا کہ ابوبکر اور عمرؓ و عثمانؓ امام المومنین تھے اسی طرح میں بھی امام المومنین ہوں بلکہ یہ ثابت کر دیا کہ ابوبکر اور عمرؓ اور عثمانؓ امام المومنین نہیں ہوسکتے کہ اُنکے سب مہاجرین اور انصار مجتمع اور متفق نہیں ہوے تھے البتہ میں امام المومنین ہوں کہ مجھپر تمام مہاجر و انصار مجتمع اور متفق ہوے یعنی مجھکو بلا اختلاف تمام مہاجرین اور انصار نے قبول کیا۔

بیشک اس آیت میں جہنم کی سزا اُس شخص کے لیے مذکور ہے جو حق جاننے کے بعد رسولؐ کی اور طریقہ مومنین کی مخالفت کرے۔ مگر جناب امیر نے اس آیت کو اُس شخص پر صادق نہیں کیا جو ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ کا باغی ہو کہ حضرت ابوبکر اور عمر اور عثمانؓ اور اُنکے متبعین نے حق ظاہر ہونے کے بعد اور طریقہ مومنین کی مخالفت کی یعنی قرآن میں اوصاف امام کے بتا دیے گئے تھے اور پیغمبرؐ نے اپنے قول اور فعل سے امام کو جتا دیا تھا اور تمام مہاجرین اور انصار نے مجتمع اور متفق ہوکر ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ کو خلیفہ قبول نہیں کیا تھا بلکہ ناقص طریقہ اختیار کیا گیا جو خلاف آیت اور مخالف رسول اور اُس طریقہ مومنین کے تھا کہ جو خدا اور رسولؐ نے بنایا تھا۔ پس جو شخص ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ کا مخالف ہو وہ رسول کا موافق ہے اور اُسکی جزا بہشت ہے۔

البتہ جناب امیر نے اس آیت کو اُس شخص پر صادق کیا کہ جو علی مرتضیٰ

باغی ہو اسلیے کہ جو اوصاف امام کے قرآن مین بتلائے گئے ہین اور پیغمبر نے علیؑ کا امام ہونا جتا دیا تہا اور تمام مہاجر و انصار نے مجتمع اور متفق ہو کر علیؑ کا امام ہونا قبول کر لیا پس جو شخص کہ علیؑ کا مخالف ہو وہ رسولؐ کا اور خدا کا بہی مخالف ہی اور اُسکی سزا جہنم ہی۔

بنظر اُس تحقیق کے جو دکہائی گئی شیعون کے مقابلہ مین اہلسنت کا مذہب اس کلام معجز نظام سے ہرگز ثابت نہین ہو سکتا اور جناب امیرؑ نے جو اس مسئلہ کے ثبوت مین قرآن کی آیت کا ذکر کیا بلاشبہہ اس سے ثابت ہو گیا کہ اہلسنت کا مذہب ثقلین کے خلاف ہی نہ وہ مطلب آیت قرآنی کو مانتے ہین نہ ارشاد علی مرتضیٰؑ کو۔ البتہ شیعون کا مذہب ثقلین کے موافق ہی جو دونون کو مانتے ہین۔

ای حضرات اہلسنت یاد رہے کہ قیامت کے دن یہی قول تمپر حجت ہوگا۔ کہ جس قول کے معنے اور مراد کی تم دنیا مین تحریف کرتے ہو۔ اور دین و دنیا مین شیعون کے لیے یہی قول علی مرتضیٰؑ اُسکے اصلی معنے اور مراد مین حجت ہی۔

رباعی

جب روز جزا حساب ہوگا   اس قول کا کیا جواب ہوگا
محشر مین نجات اسکو ملے گی   جو تابع بو تراب ہوگا

مین نے یہ رباعی مصنف مخاطب کی اس موقع پر چہین لی ہی کہ مین اُسکے لیے اجازت معنوی سمجہتا ہون۔

جو حقیقت اور حقیقت معنی اور مراد کلام علی مرتضیٰؑ کی ہمنے ظاہر کی اُس سے صریح ظاہر ہی کہ مصنف مخاطب نے عمداً یا غلطی سے وہ معنی اور مراد قرار دیے

جو کلام علی مرتضیٰؑ کے مقصود کے خلاف ہین اور اسوجہ سے کوئی استدلال مصنف مخاطب کا اُنکے حق مین قائم نہین رہ سکتا۔

اسی ہماری تحقیق سے یہ بہی ظاہر ہی کہ علماے شیعہ نے جو یہ ظاہر کیا ہی کہ جناب امیرؑ نے اپنی خلافت کے ثابت کرنے کے لیے ایسے طریقہ سے استدلال کیا جو اُنکے مخالفون کو مسلم تہا۔ ایسا بیان کرنا علماے شیعہ کا بہی صحیح ہی کیونکہ وہ بیان اُنکا مجرد وقوع بعیت سے بطور حجت الزامی کے صحیح اور قابل قبول پایا جاتا ہی۔ اور مصنف مخاطب نے جو اُسکے ابطال مین وجوہ لکہے ہین وہ خود غلط مفہوم معنی اور مراد کلام علی مرتضیٰؑ اور غلط استنباط پر مبنی ہین۔

یہ سچ ہی کہ جناب امیرؑ نے اپنے قول کو قرآن سے ثابت کیا اور جو مضمون قرآن سے ثابت ہو وہ بیشک اُنکا مذہب ہی۔ لیکن قرآن سے اور ارشاد علی مرتضیٰؑ سے یہ ثابت ہوا کہ خلافتین اور امامتین خلفاے ثلاثہ کی بوجہ نقصان شورے کے ناواجب الاطاعت تہین اور امامت اور خلافت علی مرتضیٰؑ کی بوجہ کامل ہونے شوری کے واجب الاطاعت تہی۔

جب ہم قبول کرتے ہین کہ علی مرتضیٰؑ نے جو کچہ ارشاد فرمایا وہ اُنکو مسلم کیا بلکہ وہ ارشاد اُنکا تفسیر آیت قرآنی تہا۔ اور جو مسئلہ شورے مہاجرینؓ انصار کا بیان کیا وہ نصی ہی۔ اور ہم نہ ظاہر قول علی مرتضیٰؑ کو چہوڑتے ہین نہ کوئی اُسکی تاویل کرتے ہین بلکہ صاف وصریح جو معنے اُسکے ہین وہی معنے لیتے ہین کہ ہر گاہ شوری کل مہاجرین وانصار کے مجتمعا بہ متفقہ سے کسی کو امام قبول کرنا چاہیے تو ایراد مصنف مخاطب کا باقی نہین رہتا۔

ہم یہ بہی قبول کرتے ہین کہ اسی پر علی مرتضیٰؑ کو اعتقاد نہین یقین تہا

لیکن امیر معاویہ کو الزام دینے کے لیے صرف اتنا لکھدینا کافی نتہا کہ جن لوگون نے خلفاے ثلاثہ سے بعیت کی تہی اُنہین لوگون نے مجھسے بعیت کی ہی۔ الزام دینے کی ضرورت فقط اتنے قول سے پوری نہین ہوتی تہی بلکہ شوری کا مسئلہ علی مرتضیٰ کو ظاہر فرمانا ضروری تہا کہ مجتمعہ اور متفقہ شوری مہاجرین اور انصار سے جو کوئی امام قبول کیا جاے وہ واجب الاطاعت ہی اور اُس سے اللہ راضی ہی اور جو اُس سے باغی ہو اُس سے لڑو۔ تاکہ حقیقت و صحت بعیت خلفاے ثلاثہ کی اور صحت بعیت علی مرتضیٰ کی کہل جاے۔

اور پہر قرآن کی آیت سے اُسکو ثابت کرنا لازم تہا تاکہ اُنکے مسئلہ بیان کرنے سے لوگون کو یقین ہوا اور سمجہین کہ اس مسئلہ صحیح کے مطابق خلفاے ثلاثہ کی امامت اور خلافت ناقص ہوئی اور خود علی مرتضیٰ بذریعہ کامل شورے مہاجرین اور انصار کے جسمین کل مہاجر اور انصار متفق تہے قبول کیے گئے۔ اور جانین کہ واجب الاطاعت کسکی ہا اور کونسی امامت اور خلافت ہوتی ہی۔ اور خلفاے ثلاثہ کے ساتہ شان بعیت اور علی مرتضیٰ کی ساتہ شان بعیت مین کیا فرق ہی اور لوگ اپنی غلطی سے متنبہ ہون کہ ناقص شوری کی بعیت والون کو تو امام اور خلیفہ واجب الاطاعت قبول کر لیا گیا تہا اور کامل شوری کی بعیت والے کو واجب الاطاعت قبول نہین کیا جاتا۔ اور لوگ کسی وقت یہ نہ کہنے لگین کہ شوری کا مسئلہ علی مرتضیٰ نے کیون بیان نہین کیا کہ شوری کی رو سے مین امام قبول کیا گیا ہون جس سے اللہ راضی ہی اور جو مجہسے باغی ہوا اُس سے لڑو۔ علی مرتضیٰ نے مسئلہ شوری بیان کرکے خلفاے ثلاثہ کی حالت اور اپنی حالت کیون نہ دکہائی اور یہ تنبیہ لوگون کو کیون نہ کی کہ جب مجرد وقوع بعیت کو واجب الاطاعت لیتے ہو تو کیا وجہ ہی کہ ناقص شوری کی بعیت والون کو مانو

اور کامل شوریٰ کی بیعت والے کو نہ مانو۔

اور کچھ شبہہ نہین کہ ظاہر کلام کے یہی معنی اور مراد ہی اور ظاہر کلام کا چھوڑنا ظلم ہی اور بیشک ظاہر ہر قول کا یہی ہوتا ہی کہ کہنے والے کے نزدیک حق یہی ہی جو لفظون سے نکلا۔

اسمین کچھ شبہہ نہین کہ جناب امیر کمال فصاحت اور بلاغت مین بے نظیر تہے اور اُن کے کلام فصیح اور بلیغ کے صاف و صریح یہی معنے ہوتے ہین جو ہمنے بیان کیے۔ اور جو مصنف مخاطب اُس کلام فصیح اور بلیغ کے معنی مین تحریف کرتے ہین اگر وہی معنے لیے جائین تو کلام علی مرتضیٰ مین عیب لاوہ خلل پیدا ہوتا ہی کہ اُنہون نے ایسے اہم مسئلہ کے ظاہر کرنے مین نہ صورت تعین تعداد اور تخصیص مہاجر اور انصار کو بیان کیا نہ اکثر یا غالب یا کمتر یا اختلافی حالت کا ذکر کیا جس کے ترک بیان سے مسئلہ مہمل ہوتا ہی اور جو شان علی مرتضیٰ سے نہایت بعید تر البتہ مصنف مخاطب کو اس کلام بلیغ کے خلاف مقصود صریح معنی ظاہر کرنے کے لیے عمدا یا مغالطہ کا موقع ملا ہی۔

بیشک جناب امیر نے اپنے ابتدائی کلام مین جہان ذکر بیعت خلفاے ثلاثہ کا اور اپنی بیعت کا کیا ہی وہان اُنکو دلیل الزامی پیش کرنا منظور تہا اُسی نوعیت سے جیساکہ میری تقریر سے ظاہر ہو چکا ہی۔ مگر اُسکے ساتہہ نص امامت کا بہی ذکر کر دیا ہی۔ جہان مسئلہ شوریٰ مہاجرین اور انصار کا بیان فرمایا ہی اسلیے کہ اجماع اور اتفاق کل مہاجر اور انصار کا خلاف نص محال تہا۔ اور جب حضرت علی مرتضیٰ ہر زمانہ مین حق خلافت اور امامت اپنے لیے ظاہر فرماتے رہے ہین اور مہاجرین اور انصار سے خواہش کرتے رہے ہین کہ مجکو امام اور خلیفہ تسلیم کرنا چاہیے۔ اُنکا ایسا ارشاد کسی کی سمجہہ مین آسکتا ہی کہ خلاف مرضی خدا اور اُسکے رسول کے تہا۔

اور کچھ شبہہ نہین ہی کہ ہر نوع کا ذریعہ منصوص خلافت کے بیت حق علی مرتضیٰ کے تہا اور اُن ذرایع متعددہ کو وہ اپنے حق مین جانتے تہے جیسا کہ اُنہون نے وقتاً فوقتاً ہر موقع مناسب اور ضروری پر اُسکا اظہار کیا ہی ۔ تو اس موقع پر ہر فرقہ منصوص کی تصریح کی جیسا کہ مصنف مخاطب چاہتے ہین کیا ضرورت تہی ۔ بلکہ یہ موقع بمقابلہ معاویہ کے صرف اس بات کی ضرورت رکہتا تہا کہ وقوع بعیت سے اپنے ہاتہ پر حجت لائین ۔ اور صحیح منصوص مسئلہ شوریٰ کا بیان کر کے اُس کے مطابق مخالفون کو قائل کرین ۔

درحقیقت علی مرتضیٰ نے اس موقع پر بہی بازروے نص حق امامت اپنے لیے ظاہر فرمایا ہی کہ کل مہاجرین اور انصار نے مجہسے بعیت کی اور کل مہاجرین و انصار کے شوریٰ کامل سے مین خلیفہ اور امام قبول کیا گیا ہون کہ جنکا اجماع اور اتفاق خلاف نص نہین ہو سکتا ہی ۔ مگر اس حجت نصی مین دلیل الزامی بہی ضرور لازم آتی ہی ۔

علی مرتضیٰ نے مجرد الزامی دلیل پیش نہین کی ہی بلکہ کامل شوریٰ مہاجرین اور انصار کی حجت نصی اپنے واسطے ظاہر فرمائی ہی ۔ اُنہون نے کسی ضعیف استدلال پر اکتفا نہین کیا بلکہ یہ موقع ایسا تہا کہ جسکے لیے ایسی حجت نصی کی ضرورت تہی جسمین دلیل الزامی بہی موجود ہو ۔ ۔ یک سخن مین دونون دلیلون کو جمع کر دیا ہی جسکے دیکہنے سے ہر کسی کو یقین ہو جاتا ہی کہ جناب امیر کے لیے نص تہی اور جسکو اُنہون نے بشکل اجماع اور اتفاق مہاجرین اور انصار کے ظاہر فرمایا ہی اور جسمین مخاطب مخالفوں کے لیے دلیل الزامی بہی تہی ۔

البتہ جن لوگونکی آنکہوں پر تعصب کی عینک لگی ہوئی ہی وہ اس کلام فصیح کے معنے کو دیکہ نہین سکتے ۔ یا معاویہ صاحب کے ملان مین ٹہنڈا اسکے

لیے اُسکے معنے اور مقصود کو تحریف کرتے ہین —

آخر مین مصنف مخاطب اُسی معنے اور مراد کی تائید مین جو اس قول علی مرتضے مین مصنف مخاطب لیتے ہین دوسرے قول علی مرتضے کو تائید مین لاتے ہین کہ جب لوگون نے بعد حادثہ عثمانؓ کے اُنکو خلیفہ بنانا چاہا تو جناب امیر نے فرمایا کہ مجھے چھوڑ دو اور کسی اور کو خلیفہ بنالو اور جس کو تم خلیفہ بناؤ گے مین مثل تمہارے یا شاید تمسے بہی زیادہ اُسکی اطاعت کرونگا۔

یہ وہی قول ہی جسپر پہلے مصنف مخاطب استدلال کرچکے ہین اور جسکی حقیقت اور مراد ہم پہلے دکہا چکے ہین۔ (صفحہ ۲۲۴ - جلد ۴ - رسالہ ردشنی) اور جس سے ظاہر ہوگیا ہی کہ خلیفہ نائب رسول اور امام اور اولی الامر بنانا لوگون کا کام نہین ہی البتہ لوگ جس کسی کی گردن مین اپنا کام ڈالدین وہ بادشاہ بن جائیگا اور جب اُس کلام علی مرتضیٰ کو اس کلام علی مرتضیٰ کے ساتھ ملاکر پڑہا جاے تو یہی معنے ہونگے کہ جو کوئی بغیر اجتماع اور اتفاق کل مہاجر اور انصار کے کچہہ ہی قبول کیا جاے وہ قبول ہونا اُسکا صحیح قرار نہین پاسکتا گو باعتبار وقوع کے وہ کچہہ ہی قبول کرلیا جاے —

مصنف مخاطب ایک اور خطبۂ نہج البلاغہ کے فقرات کو پیش کرتے ہین اور جسکے ایک فقرہ کا یہ ترجمہ کیا ہی "اے لوگو بیشک زیادہ حقدار آدمیونکا خلافت کے لیے وہ ہی جو اُن سب مین خلافت پر قوت زیادہ رکہتا ہو اور امور خلافت مین احکام الٰہی کو سب سے زیادہ جانتا ہو"

اسپر مصنف مخاطب یون استدلال کرتے ہین کہ "اس سے ظاہر ہوگیا کہ جناب امیر خلافت کے زیادہ حقدار نہ تھے انکا ہاتھ کتا ہوا تہا اور انہون نے تصریح کردی ہی کہ انکا علم عثمانؓ سے زیادہ نہین ہی اور فریقین کو مسلم ہی کہ شیخین کا

علم بھی عثمان سے کم نہ تھا - اور شیخین کا علم بھی جناب امیرؑ کے علم سے کم نہو گا - اس صورت مین ابوبکر قوی بھی تھے اور اعلم بھی - پس زیادہ حقدار خلافت کے بھی وہی تھے - جناب امیرؑ کے اس قول سے بھی نص امامت باطل ہوئی ؟

لیکن یہ استنباط مصنف مخاطب کا غلط ہی اور اُسکی بنا بھی غلط ہی - اس فقرہ مین درحقیقت علی مرتضےٰؑ نے ایک مسئلہ استحقاق خلافت کے لیے بیان فرمایا ہی اور جسکی بناء منصوص ہی - اور وہ مسئلہ یہی فرمایا ہی کہ " امر خلافت کے لیے وہی شخص احق الناس ہی کہ جو اُن لوگون مین قوی تر ہو امر خلافت پر اور عالم تر ہو حکم خدا کا امر خلافت مین "

اور کچھ شبہہ نہین ہی کہ علی مرتضیٰؑ نے قوی تر اور عالم تر ہونے کا اشارہ اپنی ... اس ارشاد مین جو بنیاد حق خلافت کے لیے ہی اپنی ذات مقدس کے لیے فرمایا ہی - اور کوئی انکار نہین کر سکتا کہ علی مرتضےٰؑ بعد وفات پیغمبرؐ کل صحابہ اور مسلمانون مین قوی تر اور عالم تر تھے - اور یہ امر ہم اپنے رسالہ جات روشنی مین متعدد جگہ دکھلا چکے ہین جس سے انکار کرنا بہت مشکل ہی -

شجاعت اور علم عقلاً و نقلاً اصل بنیاد حق خلافت کے لیے ہی - خدا نے قرآن مین طالوت کے لیے فرمایا ہی کہ " وہ زیادہ دی ہی اُسکو خدا نے کشادگی بیچ علم اور جسم کے یعنی علم اور شجاعت مین - اور قتل کیا داؤد نے جالوت کو اور دی اُسکو خدا نے پادشاہی اور حکمت اور سکھایا خدا نے اُسکو جس چیز کو کہ چاہتا ہی "

اور یہی اصول عقلاً ہر زمانہ کے حکما قرار دیتے چلے آتے ہین - اور کچھ شبہہ نہین کہ جب تک کسی مین اعلیٰ درجہ کی قوت شجاعت اور اعلیٰ درجہ کا علم

۱ - رسالہ روشنی صفحہ ۲۱۳ جلد ۲ - اور صفحہ ۵۶۴ جلد ۴ -

کاملیت کے ساتھ نہو قدرت، سیاست مُدن کی اُس کسی مین قبول نہین کی جا سکتی
اور بغیر اقوی الناس یعنی اشجع الناس اور اعلم الناس ہونے کے کیسے کوئی کرو
عمل کر سکتا ہی کہ کس موقعہ پر کیا ہونا چاہیئے اور کس کیفیت پر کیا تدبیر کرنی لازم
ہی اور کس موقع پر جنگ ہونا چاہیے اور کس موقع پر صلح۔ اور کن کن موقعون پر
احکام خدا کا اصول اور فروع دین کے مطابق عمل کیا جا سکتا ہی۔ اور کس طرح
حدود خدا اور نسکے عمل کی حفاظت ہو سکے گی۔

اور یہی دونون امور یعنی اقوی اور اعلم ہونا عقلاً خلافت کے لیے لازمی ہین
اور انہین دونون امور کو خدا نے قرآن مین قصہ حضرت طالوت اور داؤد مین
بتصریح فرمایا ہی۔ اور علی مرتضیٰ نے اس مسئلہ کے بیان کرنے مین نص قرآنی ماخذ
قرار پاتی ہی۔

اور چونکہ بعد پیغمبر اس دونون وصف نصی کا سوائے علی مرتضیٰ کے
اور کوئی مصداق نہین ہو سکتا ہی اسلیے یقین کرنا چاہیے کہ ان اوصاف نصی کا
علی مرتضیٰ نے صرف اپنے آپکو اس مسئلہ کے ظاہر فرمانے کے وقت مصداق
سمجھا ہی۔ کہ ان دونون وصف نصی کے بعد پیغمبر وہی مصداق ہے۔

اور جناب امیر کے ارشاد کا جسپر اوپر بحث ہو چکی ہی ہرگز یہ مقصود نہین کہ
آپکا علم علم عثمان سے زیادہ نہین ہی۔ اُسکے معنی اور مراد وہی ہین جو ہمنے اُسی[1]
موقعہ پر بیان کیے ہین۔ کہ جب طریقہ عمل حضرت عثمان کا امر خلافت مین خراب
اور قابل شکایت ہو گیا تھا اور لوگون نے علی مرتضیٰ کو گھیرا تو علی مرتضیٰ
حضرت عثمان کے سمجھانے کے لیے گئے ہین اور راستے شریعت کے کھلے
ہوئے اور نشان دین کے قائم تھے اور حضرت عثمان اُسکے خلاف عمل مین لاتے

[1] دیکھو جلد ۵ رسالہ روشنی صفحہ ۲۱۵۔

تھے اُسکی نسبت علی مرتضیٰ نے فرمایا ہی کہ بیشک تم جانتے ہو اُسکو کہ جانتے ہین ہم اُسکو۔ علی مرتضیٰ کا مقصود یہ تھا کہ ای عثمان دیدہ و دانستہ خلاف شریعت عمل کرتے ہو۔

پیغمبرؐ نے علیؑ کی نسبت فرمایا ہی کہ علیؑ ساتھ قرآن کے ہی اور قرآن ساتھ علیؑ کے۔ اور اقضیٰ تم مین علیؑ ہی۔ اور مین شہر علم ہون اور علیؑ اُسکا دروازہ ہی جو کوئی اسکی تکذیب کرنے والا ہو وہ علی مرتضیٰ کے اُس قول سے یہ معنے لے سکتا ہی کہ اُنکا علم عثمان سے زیادہ نہین ہی۔ اور نہ یہ فریقین کو مسلم ہی کہ شیخین کا علم بھی عثمان سے کم نہ تھا۔ بلکہ مسلم یہ ہی کہ خلفاے ثلاثہ کا علم ساوی نہین تھا کسی کو کوئی امر معلوم تھا اور کسی کو کوئی امر اور کوئی امر کسی کو بھی اُن مین سے معلوم نہین تھا۔ اور علی مرتضیٰ کو کل امور معلوم تھے۔

پس شیخین کا علم جناب امیرؑ کے علم سے کیسے کم نہ سمجھا جا سکتا ہی جیسا کہ خود قول اور فعل خلفاے ثلاثہ سے ظاہر ہو چکا ہی۔ پس اس صورت مین نہ حضرت ابوبکر اقوی تھے نہ اعلم۔ وہ زیادہ حقدار خلافت کے کیسے سمجھے جا سکتے ہین اور اس قول جناب امیرؑ سے کہ جسمین مسئلہ حق خلافت کے لیے بیان کیا ہی صراحۃً نفس امامت ظاہر ہی کہ خود وہ مسئلہ نص صریح قرآنی سے ماخوذ ہی۔

مصنف مخاطب نے جو اپنے استدلال مین بنظر فقرہ خطبہ شقشقیہ کے ذکر ہاتھ کٹے ہونے جناب امیرؑ کا کیا ہی اس غرض سے کہ جناب امیرؑ زیادہ قوت رکھنے والے نہ سمجھے جائین۔ مین یہ سمجھتا ہون کہ مصنف مخاطب کی اس موقع پر قطع دست علی مرتضیٰؑ سے یہ مراد نہین ہوگی کہ درحقیقت اُنکا ہاتھ کٹ گیا تھا۔ بلکہ مصنف مخاطب کا یہ مقصود ہوگا کہ بسبب بیعت ہو جانے کے ہاتھ پر حضرت ابوبکرؓ کے علی مرتضیٰ کو زیادہ قوت خلافت پر نہین رہی۔

مین اس امر کو کہ علی مرتضےٰ نے جو اپنے آپکو دست بُریدہ فرمایا اُسکے کیا معنی مین اور حضرت ابو بکر کی خلافت پر جن وجوہ سے حملہ نہین کیا بہ تشریح پہلے بیان کر چکا ہون[۱] - لیکن اس امر کو کہ حضرت ابو بکر کی خلافت کو بعد بیعت کے جو اُنکے ہاتھہ پر ہوئی زیادہ قوت ہوگئی اس موقع پر استدلال کے لیے کچھہ مفید نہین ہی - اسلیے کہ جو مسئلہ علی مرتضےٰ نے بیان فرمایا ہی اُسمین اُس قوت کا ذکر ہی کہ جو قبل بیعت ہونے کے ہو یعنی جسوقت کوئی خلیفہ قرار دیا جاسے اُسوقت وہ شخص قدرت خلافت کرنے کی رکھتا ہو - اور وہ قدرت خلافت کرنے کی اُسمین سب سے زیادہ ہو -

بادشاہ مقرر ہو جانے کے بعد قوت ہو جانا اور امر ہی اور قبل بادشاہ ہونے کے قدرت بادشاہت کرنے کی رکھنا اور امر ہی - اور یہی مرتبہ قدرت خلافت کرنے کی رکھنا حجت خلیفہ مقرر ہونے کے لیے ہی - جیسا کہ علی مرتضےٰ نے فرمایا ہی -

اور اس بنا پر حضرت ابو بکر کی خلافت کو بعد بیعت کے اُنکے ہاتھہ پر قوت ہو جانے سے حضرت ابو بکر کے حق خلافت کو کچھہ فائدہ نہین پہونچ سکتا جب تک کہ اُنمین قوت خلافت کرنے کی سب سے زیادہ قبل خلیفہ مقرر ہونے کے ثابت نہو - دیکھو حضرت یزید کو کسقدر قوت بعد خلیفہ قرار پانے کے ہوگئی تھی لیکن وہ قوت حق خلافت کے لیے وجہ نہین ہوسکتی

اور اگر مصنف مخاطب کا اپنے استدلال مین علی مرتضےٰ کے دست بریدہ ہونے سے یہ مقصود ہی کہ حضرت ابو بکر مین قوت خلافت کرنے کی سب سے زیادہ اُسیوقت تہی جبکہ وہ خلیفہ قبول کئے گئے تو یہ مقصود اُسوقت صحیح قرار پا سکتا ہی کہ جب دست بریدہ ہونے سے یہ مراد پہلے ثابت ہو جاے

[۱] جلد ۵ روشنی صفحہ ۳۱۵ -

کہ علی مرتضے مین قوت خلافت کرنے کی اُسوقت کم تہی - اور ایسا ثابت کرنا محال ہی - کیونکہ عین وقت وفات پیغمبرؐ تک ہرکسی کو اشجع الناس اور اعلم الناس ہونا علی مرتضیٰؑ کا مسلم ہی -

اب جو کوئی کہ عین بعد قبض روح پیغمبرؐ اور قبل تجہیز و تکفین پیغمبرؐ علیؑ کی زیادہ قوت جسمانی اور علمی کا زوال یا نقصان ثابت کرنے کا ارادہ کرے اُسکی نسبت امت رسول جو کچھ کہے سو کہے مگر مین یہ کہتا ہون کہ اُسکو کوئی سبب قوی ضرور بیان کرنا ہوگا - سو ایسا امر تاریخ مذہب اسلام مین میری نگاہ سے تو نہین گذرا اور مصنف مخاطب کی بہی رحلت ہو چکی ہی اگر اُنکا کوئی اور ہم خیال وجہ فوری زوال یا نقصان قوت علی مرتضے کا بیان کرے تو مین اُسکا نہایت ممنون ہونگا - کیونکہ مین اسوقت تک برابر تاریخی واقعات مین یہی پاتا چلا آتا ہون کہ ہر زمانہ خلافت مین علی مرتضیٰؑ کی علمی قوت سے مدد لی گئی ہی اور خلافت اول مین قوت جسمی سے بہی -

علی مرتضےؑ نے جو اس مسئلہ مین اقوی اور اعلم ہونے کی حجت انصی حق خلافت کے لیے بیان فرمائی ہی اُسکے حضرت ابوبکر پر منطبق کرنے کے لیے ایسا طریقہ مصنف مخاطب نے اپنے استدلال مین اختیار کیا ہی کہ جس سے وہ دشواری پر دشواری مین پہنس گئے ہین - نہ وہ یہ ثابت کرسکتے ہین کہ علی مرتضیٰ سے حضرت ابوبکرؓ اقوی اور اشجع اور زیادہ قدرت رکہنے والے امور خلافت مین تہے نہ یہ ثابت کرسکتے ہین کہ ابوبکرؓ اعلم احکام خدا کے اور زیادہ تر استنباط کرنے والے مسائل شریعت کے آیات قرآنی اور ارشادات نبوی سے بمقابلہ علی مرتضےؑ کے تہے - نہ یہ ثابت کرسکتے ہین کہ علی مرتضی کے اقوی الناس اور اعلم الناس ہونے مین عین وقت وفات

رسول فوراً نقصان آگیا تھا۔ نہ اسکی تردید کر سکتے ہین کہ غلبۂ قوت علمی علی مرتضےٰ کا ہر زمانۂ خلافت مین اور قوت جسمی کا شروع خلافت حضرت ابو بکر مین قت ارتداد کے مسلم ہو چکا ہی۔

بمقابلہ مصنف مخاطب کے شارح ابن ابی الحدید معتزلی سنے ایسا طریقہ اختیار کیا ہو کہ اُسنے اپنے آپکو ان دشواریون مین نہین پھنسایا۔

علی مرتضیٰؑ نے اس مسئلہ مین حق خلافت کے لیے جو اقوی اور اعلم ہونیکی قید لگائی ہی اُس سے حضرات خلفاے ثلاثہ کی خلافتین غیر صحیح قرار پاتی ہین اسوجہ سے کہ ان تینون زمانہ مین اقوے اور اعلم علی مرتضےٰ موجود تھے اور بحالت موجود ہونے اقوے اور اعلم کے حضرات خلفاے ثلاثہ غیر اقوے اور غیر اعلم کو خلافت کے لیے قبول کیا گیا۔

ابن ابی الحدید نے اس ایراد سے اپنے آپکو محفوظ رکھنے کے لیے اور حضرات خلفاے ثلاثہ کی خلافتون کے صحیح قرار پا جانے کے لیے ایک اور پہلو نکالکر یہ کہا ہی کہ وہ یہ فرمانا علی مرتضےٰ کا کہ احق الناس امامت کے لیے وہ شخص ہی کہ جو اقوے ہوا نہین خلافت پر اور اعلم ہوا نہین حکم خدا کا امور خلافت مین۔ یہ منافی نہین ہی مذہب ہمارے اصحاب بغدادین کا کہ صحت امامت مفضول کی اُنکے مذہب مین ہی۔ اسواسطے کہ علی مرتضیٰؑ نے امامت غیر اقوے کو فاسد نہین فرمایا۔ لیکن یہ فرمایا ہو کہ اقوے احق ہی۔ اور ہمارے اصحاب منکر نہین ہین اس بات کے کہ علی مرتضےٰ احق تھے امامت کے لیے اُن لوگون سے کہ جو اُنسے متقدم ہوے جسکے ساتھہ ہی وہ صحت امامت متقدمین کے بھی قائل ہین اسواسطے کہ کچھ منافات نہین ہوتی ہو درمیان احق ہونے کسی کے اور درمیان صحت امامت غیر اُس احق کے۔"

لیکن رکاکت اس سخن کی خود اُسی سخن سے ظاہر ہی اور ایسا سخن کلام فصیح
و بلیغ علی مرتضے کا قبول نہین ہونے دیتا۔ کسی کام کے لیے مفضول
کو قبول کرنا درجہ تنزل کا قبول کرلینا ہی۔ اور فطرت انسانی ہمیشہ ترقی چاہتی
ہی۔ خلاف فطرت انسانی کے درجہ تنزل کو قبول کرنا اور اُس قبول کو صحیح سمجھنا
ابن ابی الحدید یا اُنکے ہم خیال پسند کرین مگر مین عقلا اسکو پسند نہین کرسکتا
ہون۔

سوم۔ مجانین اور فاترالعقل کے بنی نوع انسان مین کوئی فرد ایسی نہین ہی
کہ جسمین بمقابلہ ایک دوسرے کے درجہ قوت اور علم کم و زیادہ نہو یا مساوی ہو
اور جب اُنین سے کسی ایک کو سردار بنانا منظور ہو کہ جسکی سب اطاعت کرین
اور وقت سردار قبول کرنے کے اُن سب مین کسی کی افضلیت کا خیال نہ
رکھا جاے تو سب سے آخری درجہ کے مفضول کے لیے سردار بننے کا حق
پیدا ہو جائیگا۔ اور کل قوم مین جو سب سے مفضول ہو سردار قرار پا جائیگا۔
ابن ابی الحدید یا اُن کے ہم خیال ایسے سردار کے سامنے اپنا سر جھکائین
مگر ہمارا تو سلام ہی۔

جسوقت علی مرتضےؑ نے یہ مسئلہ حق خلافت کا بیان فرمایا ہی اُسوقت
حالت زمانہ امت پیغمبر کی طرف سے یہ سوال کرتی تھی کہ جب مسلمانونکی قوم
کے لیے کسیکو خلیفہ یعنی بادشاہ بنانا منظور ہو تو اپنی قوم مین سے کسکو خلیفہ
قبول کیا جاے۔

اُسکے جواب مین علی مرتضیٰؑ فرماتے ہین کہ وہ شخص احق ہی قبول کیے
جانے کا جو اُن سب مین قوی تر ہو خلافت کے کرنے پر اور اعلم تر ہو احکام خدا
کا امور خلافت مین۔

پس اسی مسئلہ سے یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ اقوی اور اعلم کی خلافت صحیح ہے اور اُسکے غیر کی جس مین کل مفضول بمقابلہ اُس افضل کے شامل ہین باطل ہے۔ اور علی مرتضے کو ہرگز ضرورت اس امر کی نہین تہی کہ وہ بعد فرمانے ایسے کلام بلیغ کے یہ بہی فرماتے کہ امامت غیر اقوی کی فاسد ہے کہ ایسا بیان فضول اور داخل عیب بلاغت کے تہا۔

مین قبول کرتا ہون کہ ابن ابی الحدید نے درمیان ہونے کسی کے احق اور درمیان صحت امامت غیر احق بے فرق بتانے کے وقت اقوی سے مراد احسن سیاست اور اعلم سے مراد اکثر علم اور گرما گرم تقریرون سے جو مقتضائے علم ہوتی ہی۔ لیکن اس مراد سے کوئی امر مفید اُن کے سخن کے لیے پیدا نہین ہوسکتا اسلیے کہ ترک اولی خالی زلت اور بدعت سے نہین ہے اور قبول حسن بمقابلہ احسن کے قبیح ہے۔

اور اگر علی مرتضے کے نزدیک خلافت مفضول فاسد نہوتی تو وہ خود بحالت ترک کیے جانے افضل کے قبول کیے جانے مفضول کا اور اُسکی صحت امامت کا بیان فرماتے کہ مسئلہ جواز ایسے بیان کا مشتاق رہتا تہا اقوی اور اعلم قوم کو تمام قوم پہچانتی ہوتی ہے اور وہ اقوے اور اعلم نہ ہو تو بغیر اظہار بہی اپنی اعلی درجہ کی قوت اور علم کا فخر کرتا رہتا ہے جسکے قبول کر لینے مین کوئی دشواری پیش نہین آسکتی۔

اور اگر متعدد اشخاص دعوے اقوے اور اعلم ہونے کا کرتے تو مہاجرین اور انصار جنکو اہل الرائے یا اہل حل و عقد کہا جاتا ہے مجتمع اور متفق ہو کر اُنمین سے کسی ایک کو امام موسوم کر سکتے تہے۔ لیکن بحالت ترک افضل کے اگر مفضول کا خلافت اور امامت کے لیے قبول کرنا صحیح ہوسکتا تو اُس کے انتخاب

کے لیے عجب تماشا نظر آتا کہ اُس افضل کے سوا کل قوم کا ہر فرد بشر درجۂ سفلی مفضولیت کا ہوتا — اور بالآخر انتہائے درجۂ مفضولیت پر پہونچکر مجانین اور فاتر العقل مین سے افضل کا انتخاب کیا جاتا بلکہ پوری تکمیل صحت امامت مفضول کی اُسوقت ہوسکتی تھی کہ جب کسیکو جنون اور فتور عقل دوری نہو بلکہ مستمر ہو اور اُسمین بھی قدامت کا لحاظ زیادہ کیا جاے —

میرے نزدیک اگرچہ ابن ابی الحدید اُن دشواریون مین نہین پہنسے ہین جن دشواریون مین مصنف مخاطب اور اُنکے ہم خیال پہنسے ہین۔ لیکن ابن ابی الحدید اور اُنکے ہم خیالون نے جو طریقہ اختیار کیا ہی وہ اپنی دشواری مین اُن دشواریون سے کم نہین ہی جن مین مصنف مخاطب اور اُنکے ہم خیال پہنسے ہین — اور ہر ایک نے ہر ایک کے دشوار طریقہ پر نظر کرکے دوسرے کے طریقہ کو چہوڑا ہی —

لیکن جب اُن دونون کے طریقہ پر بمقابلہ ارشاد علی مرتضےٰؑ کے نظر کیجاتی ہی تو دونون کے طریقہ دشوار گذار نظر آتے ہین اور اُنپر چلنا غیر ممکن معلوم ہوتا ہی اور صراط مستقیم موافق ارشاد علی مرتضیٰؑ کے وہی دکہائی دیتی ہی جو شیعون کا مسلک ہی — کہ اقوے اور اعلم کا خلافت کے لیے قبول کیا جانا صحیح ہی اور غیر اقوے اور غیر اعلم کا قبول کیا جانا خلافت کے لیے باطل اور فاسد ہی —

پہر مصنف مخاطب اُسی خطبہ کا آئندہ فقرہ نقل کرکے یہ ترجمہ کرتے ہین کہ "پہر اگر فتنہ کرے کوئی مفسد تو اُسپر عتاب کیا جاے اور اگر نہ مانے تو اُس سے قتال کیا جاے" اور کہتے ہین کہ فاضل میسم نے اسکی شرح مین لکہا ہی کہ "یہ حکم اُس باغی کا ہی جو انعقاد بیعت کے بعد امام سے بغاوت کرے" الخ کچہ شبہہ نہین کہ علی مرتضےٰؑ نے اس اپنے ارشاد مین جو حکم فرمایا ہی اور جو

شرح کہ ابن میسم نے کی ہی یہ حکم بمقابلہ اُسی خلیفہ اور امام کے ہی کہ جو سب مین اقوی اور اعلم ہونے کی وجہ سے باجتماع اور اتفاق اُن لوگون کے خلیفہ اور امام قبول کیا گیا ہو جو اُسکے قبول کرنے کا حق رکہتے ہون۔ اور اُسکا تقرر باضابطہ عمل مین آیا ہو اور ایسے ہی خلیفہ اور امام سے بغاوت کرنے والے کے لیے وہ حکم ہی۔

مصنف مخاطب پہر فقرہ آئندہ خطبہ کا یہ ترجمہ کرتے ہین کہ "اور قسم ہی مجکو اپنی جان کی کہ اگر امامت کے لیے یہ حکم ہو کہ جب تک سب آدمی حاضر نہون اُسوقت تک منعقد نہو تو نہوگا خلافت کا کوئی طریقہ"

اور اسکی تصریح یون کرتے ہین کہ "جناب امیر اپنی جان کی قسم کہاکر فرماتے ہین کہ اگر خلافت کے لیے یہ شرط ہوتی کہ جب تک کل آدمی حاضر ہو کر بیعت نہ کرین اُسوقت تک بیعت منعقد نہو تو انعقاد خلافت کی کوئی صورت ہی نہین اسلیے کہ سب کا جمع ہونا مشکل ہی۔

مصنف مخاطب نے فقرہ کلام علی مرتضیٰ کے ترجمہ مین جو یہ ترجمہ کیا ہی کہ "جب تک سب آدمی حاضر نہون" اس مین لفظ "سب آدمی" ترجمہ ہی لفظ "عامۃ الناس" کا یہ ترجمہ صحیح نہین ہی۔ بلکہ صحیح ترجمہ اُسکا "عام لوگ" ہی

پس کل مضمون فقرہ کلام علی مرتضیٰ کا ترجمہ یون ہوتا ہی کہ "اور قسم ہی مجکو اپنی جان کی کہ اگر امامت کے لیے یہ حکم ہو کہ جب تک عام لوگ حاضر نہون اُس وقت تک منعقد نہو تو نہوگا خلافت کا کوئی طریقہ"

اور مصنف مخاطب نے جو تصریح کی ہی اُسمین بجاے کل آدمی کے عوام الناس لکہنا چاہیے تہا۔ کہ درحقیقت خلافت بیعت خواص سے منعقد ہوجاتی ہی نہ عوام سے جیساکہ علی مرتضیٰ کے فقرہ آئندہ مین ذکر ہی جسکا مصنف

مخاطب یہ ترجمہ کرتے ہین "' اور لیکن اہل اُسکے حکم کرتے ہین اُسپر جو بیعت خلافت کے وقت غائب تہا"

اور اُسکے معنی یہ بیان کرتے ہین کہ " جو لوگ بیعت کر چکے اُنہین کا حکم اُن پر بہی جاری ہوگا جو اُسوقت موجود نہ تہا" ہمکو نہ اس فقرہ کے ترجمہ پر کچہہ بحث ہے نہ اُسکے معنی مین کسی شرح کی ضرورت ہے۔

مصنف مخاطب نے پہر فقرہ آئندہ کا یہ ترجمہ کیا ہے " پہر حاضر کو یہ اختیار نہین کہ بیعت سے رجوع کرے اور غائب کو یہ اختیار نہین کہ کسی اور کو پسند کرے"

لیکن اس فقرہ کا ترجمہ مصنف مخاطب کو اسطرح کرنا چاہیے تہا کہ " پہر نہین جائز ہے واسطے حاضر کے یہ کہ پہر جائے (اپنی بیعت کو توڑ دے) اور نہین چاہیے غائب کو یہ کہ کسی اور کو اختیار کرے (اہل الراے نے مجتمع ہوکر بالاتفاق جس کسی کو خلیفہ اور امام قبول کر لیا ہے غائب کو بہی لازم ہے کہ اُسی کو قبول کرے اُسکے خلاف کسی اور کو قبول نہ کرے)۔

ان تمام فقرات اور اُسکے معنی اور ترجمے سے ظاہر ہے کہ کوئی استدلال سود مند مصنف مخاطب کے لیے پیدا نہین ہوسکتا ہے۔ تاہم مصنف مخاطب یون استدلال کرتے ہین کہ " اس قول مین تو جناب امیرؑ نے قسم کہا کر فرما دیا کہ خلافت کے لیے بعض کی بیعت کافی ہے سب کا حاضر ہونا ضرور نہین۔ کیا حضرات شیعہ کے نزدیک یہ قسم بہی جناب امیرؑ کی جہوٹی تہی"

پہر مصنف مخاطب اپنے استدلال کی یہ تائید بہی کرتے ہین کہ " اس سے پہلے جناب امیرؑ کا یہ قول بہی ہم نقل کر چکے ہین کہ فاسق کی خلافت بہی جائز ہے وہ قول خوارج کے مقابلہ مین تہا جو امامت کے بالکل منکر تہے"

اور آخر کار یہ نتیجہ نکال لیتے ہین کہ "پس جو مضمون جناب امیر علیہ السلام نے امیر معاویہ کے نام خط مین لکھا تھا وہی مضمون اُنکے اور اقوال سے بھی ثابت ہی۔ اب کوئی شبہہ باقی نہین کہ جناب امیرؑ کا یہی مذہب تھا اور شیعون کا مذہب جناب امیرؑ کے مذہب کے خلاف ہی"

لیکن یہ تمام استدلال مصنف مخاطب کا غلط ہی اور کلام علی مرتضیٰؑ سے ہرگز وہ امر جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین مستنبط نہین ہوتا۔

علی مرتضیٰؑ نے یہ فرمایا ہی کہ "اگر امامت منعقد ہوتی عامۃ الناس کے حاضر ہونے پر تو اُسکے انعقاد کی کوئی سبیل نہو سکتی۔ لیکن اہل انعقاد امامت کے حکم کرتے ہین غائب پر اور حاضر کو نہین چاہیے کہ اُس سے پھرے اور نہ غائب کسی اور کو اختیار کرے" جسکی صاف مراد یہ ہی کہ اہل الرائے اور اہل حل وعقد امامت کے کہ جو خاص لوگ ہین وہ مجتمع اور متفق ہوکر کسی کو امام قبول کرلین وہی عامۃ الناس کے لیے امام ہو جائیگا۔ اُس سے کسی کو انحراف کرنا نہین چاہیے۔ خواہ وہ عامۃ الناس حاضر ہون یا غائب۔ جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہی کہ عقد امامت کے لیے خاص لوگون کا حاضر ہونا ضرور ہی عامۃ الناس کا حاضر ہونا ضرور نہین ہی۔ اُسکی مراد یہ نہین ہوسکتی کہ خلافت کے انعقاد کے لیے بعض خواص کی بیعت کافی ہی سب خواص کا حاضر ہونا ضرور نہین۔ بیشک۔ انعقاد امامت جملہ اہل حل وعقد کی حاضری پر موقوف ہی کہ جو خاص لوگ ہین البتہ عام لوگونکا حاضر ہونا انعقاد امامت کے لیے ضرور نہین ہی۔

جناب امیرؑ نے جو کچھ فرمایا ہی اور جسپر لوگون کو یقین دلانے کے لیے قسم کھائی ہی شیعہ اُسکو سچ جانتے ہین لیکن جو معنے کہ مصنف مخاطب و اُسکے

غلط بیان کرتے ہین اُسکو جھوٹ سمجھتے ہین۔

البتہ مصنف مخاطب اور اُن کے ہم خیال ارشاد علی مرتضٰیؓ کو جن کے واسطے علی مرتضٰیؓ نے اپنے ارشاد کی صداقت پر یقین دلانے کے لیے قسم کھائی ہی قبول نہین کرتے اور اُسکے صاف و صریح معنی مین تحریف کرتے ہین۔

قول علی مرتضٰیؓ سے جسپر سابقؔ بحث ہو چکی ہی ہرگز یہ امر واضح نہین ہی کہ فاسق کی خلافت بھی جائز ہی بلکہ خوارج جو یہ کہتے تھے کہ حکومت کسی کی جائز نہین اُسکے مقابلہ مین علی مرتضٰیؓ نے فرمایا ہی کہ ضرور ہی کہ لوگون کے لیے کوئی امیر نیک ہو یا بد اور اُس کلام سے امیر نیک کا نفع اور امیر بد کا ضرر نمایان ہی اُس کلام کے ہرگز یہ معنے نہین ہین کہ فاسق کی خلافت جائز ہی۔

پس ہی مضمون جناب امیرؑ نے امیر معاویہ کے نام خط مین لکھا تھا وہی مضمون اُنکے اور اقوال سے بیشک ثابت ہی اور کوئی شبہہ باقی نہین کہ جناب امیرؑ کے ارشادات کے موافق شیعون کا مذہب ہی۔ اور اہلسنت کا مذہب قطعی اُسکے خلاف ہی۔

شیعون کا مذہب جیسے دیگر اقوال علی مرتضٰیؓ سے موافق ہی اور اہلسنت کا خلاف ہی ویسے ہی باقی مضمون اسی خطبہ سے جو زیر بحث ہی اور جسکو مصنف مخاطب نے ترک کر دیا ہی شیعون کا مذہب صحیح اور اہلسنت کا مذہب غیر صحیح قرار پاتا ہی۔

مصنف مخاطب نے جہان تک اس خطبہ سے لیا ہی اُسکا آخر فقرہ ناتمام

ﷺ جلد خامس ۱۸۹۹ء۔

یہ ہی کہ وہ حاضر کو جائز نہین ہی کہ انعقاد امامت سے (جو اُسکے اہل انعقاد کرین) پہرے اور نہ غائب کسی اور کو اختیار کر سکتا ہی۔

یہ فقرہ اس مضمون پر تمام ہوتا ہی۔ مگر حال یہ ہی کہ بیشک مین قتال کرنے والا ہو سکتا ہون دو شخصون سے ایک وہ شخص کہ ادعا کرے ایسی چیز (امر امامت) کا جو نہین ہی واسطے اُسکے (ای حق واسطے اُسکے) دوسرے وہ شخص کہ منع کرے ایسے شخص کو کہ جو اُس امامت پر ہی (یعنی مانع طاعت ہو اور امتثال امر امام کا منکر ہے)۔

بقیہ مضمون اس فقرہ سے ظاہر ہی کہ علی مرتضےٰؑ ایسے شخص سے قتال جائز سمجھتے تہے کہ جو استحقاق امامت کا نرکہتا ہو۔ اور ظاہر ہی کہ حضرات خلفائے ثلاثہ بمقابلہ علی مرتضےٰؑ کے اقوے اور اعلم نہین تہے۔ پس یہ حضرات جو بے ضابطہ امام بن بیٹہے اور منصب امامت قبول کر لیا وہ اُنکا حق نہین تہا اسلیے کہ وہ حق احق الناس کا تہا اور احق الناس وہ ہو سکتا تہا جو اقوی اور اعلم ہو اور یہ صفتین اُس عہد مین صرف علی مرتضےٰؑ مین تہین۔ اور سوائے علی مرتضےٰؑ کے اور کسی مین یہ صفتین نہین پائی جاتی تہین۔ اور اُن تینون کا امام اور خلیفہ بن جانا بہی باجتماع مہاجر اور انصار اور اہل الرائے جزوی کے ہوا نہ کلی کے۔

پس غیر علی مرتضےٰؑ پر جو انعقاد امامت اور خلافت کا ہوا وہ بے قاعدہ اور خلاف مسئلہ فرمودۂ علی مرتضےٰؑ کے ہوا اور اسی بنا پر علی مرتضےٰؑ کو اُنسے قتال جائز تہا (جیسا کہ آخر حصہ فقرہ مذکورہ اسی خطبہ مین ہی)

اور اسی وجہ سے حضرت ابو بکرؓ کی نسبت علی مرتضےٰؑ نے سوچا تہا کہ اُنپر حملہ کی جرأت کرون یا نہین؟ جیسا کہ خطبہ شقشقیہ مین فرمایا ہی۔ لیکن

علی مرتضےؑ پر اُن سے ایسا قتال جائز تہا نہ واجب۔ اسلیے بوجوہ دیگر کہ جس مین دین اسلام تباہ ہوتا تہا ایسی حالت مین علی مرتضےؑ کو لازم نہین تہا کہ وہ امر جائز پر عمل کرتے پس اُنہون نے امر جائز پر عمل نہ کرکے صبر فرمایا دوسرے اُس شخص سے علی مرتضےؑ قتال جائز جانتے تہے کہ جو مانع طاعت امام ہو اور اُسکے حکم کو نہ ماننے۔

اسمین اشارہ ارباب جنگ جمل اور ارباب صفین اور نہروان کی طرف ہی کہ باوصف اسکے کہ علی مرتضےؑ باقاعدہ امامت اور خلافت کے لیے قبول کیے گئے۔ اور ارباب جنگ جمل اور صفین اور نہروان اطاعت علی مرتضےؑ سے امتناع کرتے تہے اور علی مرتضےؑ کے حکم کو نہین مانتے تہے اور اُن سے جنگ کرنے کے لیے کوئی امر مانع نہین تہا اسلیے علی مرتضےؑ نے اُنسے جنگ کرنا ضرور سمجہا۔

مصنف مخاطب نے اس مضمون کو اپنے فقرہ منقولہ سے اسی غرض سے ترک کیا ہی کہ مضمون اس فقرہ کا علانیہ ایسا موافق مذہب شیعہ کے اور خلاف مخالفین کے ہی کہ جسمین مصنف مخاطب یا اُنکے ہم خیال کچہ تحریف معنی کی بہی نہین کرسکتے تہے۔

بقیہ مضمون اسی خطبہ کا ہم ذیل مین ترجمہ کرتے ہین جس سے ظاہر ہوگا کہ اُس سے مذہب شیعہ کسقدر موافق ہی اور مذہب مخالف شیعہ کس قدر مخالف ہی۔

پہر علی مرتضےؑ فرماتے ہین کہ ای بندگان خدا تمکو پرہیزگاری کی نصیحت کرتا ہون کیونکہ پرہیزگاری بہتر اُن تمام نصیحتون سے ہی جنکے ساتہ بندے نصیحت کیے جاتے ہین اور بہتر انجام امور ہی خدا کے نزدیک اور

بالتحقیق کھل گیا دروازہ حرب کا درمیان تمہارے اور اہل قبلہ کے اور نہین برداشت کرینگے اس علم کو مگر صاحبان بصیرت اور صاحبان صبر جو مواضع حق کے جاننے والے ہین پس چلو تم اُسپر جسپر تم حکم کیے جاؤ اور رُک جاوینی باز رہو اُس سے کہ منع کیے جاؤ۔ اور جلدی نہ کرو کسی کام کرنے مین جب تک کہ تفتیش اُسمین نہ کرلو کیونکہ ہمارے لیے ہر امر کے ساتھہ تبدیلیان ہین جسکو ناپسند کرتے ہو تم۔ آگاہ ہو کہ تحقیق یہ دنیا جسکی صبح کی تمنا رکھتے ہو تم اور اُسمین رغبت کرتے ہو اور صبح اُسکی تمکو غضب ناک کرتی ہی اور خوش بھی کرتی ہی گو تمہارا گھر نہین اور نہ وہ منزل ہی جسکے لیے تم پیدا کیے گئے ہو اور نہ وہ ایسی چیز ہی جسکی طرف تم بلائے گئے ہو۔ آگاہ رہو کہ نہ وہ تمہارے لیے باقی رہیگی اور نہ تم اُسپر ہمیشہ رہو گے اگرچہ تمکو اُسنے دھوکے مین ڈالا ہی پس تحقیق مین سنے اُسکے شر اور بدی کی خطرناکی ظاہر کردی تمکو پس چھوڑ دو اُسکے دھوکے کو بسبب اُسکے حذر دلانے کے اور طمع کرنے اُسکے کو بوجہ خوف دلانے اُسکے کے (یعنے وہ دنیا خود ہی حذر اور خوف دلاتی ہی) اور سبقت کرو دنیا مین اُس گھر کی طرف جسکے لیے تم بلائے گئے ہو اور پھیر و اپنے دلون کو اُس (دنیا) سے اور ہرگز تم مین سے کوئی وجہ نہ کرے جیسے کہ لونڈیان کرتی ہین دنیاوی چیز کے نہ دستیاب ہونے پر اور تم پورا کرنا چاہو اپنے اوپر نعمت خدا کا صبر کے ساتھہ جو خدا کی اطاعت پر کیا جاے اور اُس محافظت کے ساتھہ جسکو کتاب خدا نے محفوظ رکھا (یعنے کتاب خدا نے جو حفاظت تمہاری کی ہی اُسکے ذریعہ سے اپنی محافظت کرو) آگاہ ہو کہ نہ ضرر پہونچائیگا تمکو ضایع کرنا دنیاوی کسی شی کا بعد اسکے کہ تمنے حفاظت ستون دین کی کرلی۔ آگاہ رہو نہ نفع دیگا تمکو جسکی تمنے محافظت

کہ امر دنیوی سے (یعنے دین کو ضائع کرکے) خدا ہمارے اور تمہارے قلوب کو پہیرے حق کی طرف اور ڈالدے ہمارے اور تمہارے دلون مین صبر۔

یہ خطبہ علی مرتضےٰؑ نے اُسوقت فرمایا ہی جبکہ وہ بعد قتل حضرت عثمانؓ کے خلیفہ قبول کیے گئے ہین اور باہم اہل قبلہ کے جنگ شروع ہوگئی ہی جیسا کہ مضمون خطبہ سے ظاہر ہی۔ اور مسلمان احکام خدا کے جاننے مین یا قرآن سے مسائل کے استنباط مین عاجز یا بے راہ چلنے پر آمادہ ہو چکے تہے۔

علی مرتضیٰؑ کے اسی قسم کے خطبون کی وجہ سے امام شافعی قائل ہوگئے ہین کہ اگر علی مرتضیٰؑ نہوتے تو احکام اہل بغی سے کچہہ بہی پہچانا نہ جاسکتا اس واجب التعظیم رائے سے علی مرتضےٰؑ کے علم و فضل کا اندازہ بمقابلہ غیرون کے اہل نظر کی نگاہ مین بخوبی ہوسکتا ہی۔ کہ اگر علی مرتضےٰؑ نہوتے تو مذہب اسلام بغیر بیان ایک رکن عظیم کے ہوتا۔ علی مرتضیٰؑ ہی وہ شخص تہا کہ جسنے اپنے علم سے تکملہ مذہب اسلام کا کیا۔

علی مرتضےٰؑ نے اس خطبہ مین مذہب اسلام کے مستقیم کرنے کے لیے ہدایت اور اپنے پند و نصائح سے مسلمانون کو راہ راست پر لانے کی کوشش فرمائی ہی اور بعد پیغمبرؐ جو واقعات پیش آئے تہے اُن کو پیش نظر رکہہ کے حقیقت ہر ایک امر کی مع اسکے کہ مسلمانون کو کیا کیا کرنا چاہیے دکہائی ہی۔

پہلے علی مرتضےٰؑ نے پیغمبرؐ کی مدح پر شہادت دی ہی کہ وہ امین وحی تہے تاکہ لوگون کو یقین ہو کہ پیغمبرؐ تنزیل من اللہ سے کچہہ تحریف اور

تبدیلی نہین کرتے تھے اور اُنسے اُنمین کچھ خطا نہین ہوتی تھی جو نتیجہ عصمت ہی۔ اور غرض اس ارشاد سے یہ تھی کہ لوگ قرآن کے صحیح منزل من اللہ ہونے مین ذرہ بہر شبہہ نکرین۔

پہر پیغمبرؐ کے ختم المرسلین ہونے کے مدح ظاہر کی ہی کہ بعد اس پیغمبرؐ کے کوئی اور پیغمبرؐ آنے والا نہین ہی اور ضرور ہی کہ بعد اُسکے مذہب اسلام کے قائم رکہنے کے لیے کہ تازہ ہی اور اُسکے چلانے کے لیے تاکہ پختہ ہو جاے کوئی اُسکا جانشین ہوا ور وہ جانشین کیا اوصاف رکہتا ہو جنکی وجہ سے وہ خلافت پیغمبرؐ کا احق الناس ہو۔

پہر پیغمبرؐ کو بصفت بشیر و نذیر یاد کیا ہی تاکہ لوگ جان لین کہ موافق احکام خدا کے عمل کرنے سے رحمت خدا کے مستحق ہون گے اور مخالف احکام خدا کے عمل مین لانے سے سزاوار عذاب ہون گے۔

پس بعد ذکر پیغمبرؐ کے سب سے پہلے اُس شخص کے ذکر کی ضرورت تھی کہ جو مستحق پیغمبرؐ کی جانشینی کا ہو۔ اور اُسکا وصف یہ فرمایا کہ خلافت پیغمبرؐ کا احق الناس وہ کوئی ہی کہ اُس امر خلافت کے لیے سب مین قوی تر ہو یعنی قدرت سیاست اکملیت کے ساتہہ رکہتا ہو تاکہ کامل تر جاننے والا ہو مواقع خلافت اور اُسکی کیفیتون کا اور کیفیت تدبیر مدن اور حروب کا اور اسی سے لازم آتا ہی اشجع الناس ہونا اُسکا۔

دوسرا وصف یہ فرمایا ہی کہ اعلم ہو حکم خدا کا نیابت رسولؐ کے بارہ مین یعنی اصول اور فروع دین کا بڑا جاننے والا ہو۔ تاکہ ہر عمل کو اُسکے محل پر کرے جس سے یہ لازم آتا ہی کہ شدید تر ہو حفاظت کرنے والا امراعات حدود خدا کا اور اُسپر عمل کرنے والا۔ اور یہ امر لازم کرتا ہی کہ وہ اُن لوگون مین اعدل تر

غور کرنا چاہیے کہ کیا یہ اوصاف سوائے علی مرتضیٰؑ کے کسی اور مین تھے جو مقام نیابت رسولؐ پر قدم رکھے۔؟

یقین کرنا چاہیے کہ یہ اوصاف کسی اور مین نہین تھے اور خود حضرت علی مرتضےؑ جانتے تھے کہ کسی اور مین یہ اوصاف نہین ہین اور اگر وہ کسی اور مین یہ اوصاف جانتے تو قسم ہے خدا کی کہ علی مرتضےؑ اسی موقع پر اسکا نام بتا دیتے۔ اور کسی اور کا نام نہ بتانے سے صریح کنایہ ہے اپنے اُس نفس کی طرف جسکو خدا نے نفس رسولؐ کہا ہے۔ اور یہ کنایہ ابلغ ہے تصریح سے

پس مسلمانون کو لازم تھا کہ ایسے ہی شخص کو بعد پیغمبرؐ کے پیغمبرؐ کا نائب قبول کر لیتے۔ اگر ایسے شخص کو جس کسی نے نائب پیغمبرؐ کا مانا اور جس کسی نے کہ اُسکو قبول نہ کیا سمجھ لینا چاہیے کہ پیغمبرؐ بشیر کی بشارت رحمت کا کہان اور پیغمبرؐ نذیر کی نذارت عذاب کا کہان موقع ہوگا۔ کہ اس مرح سے ذکر وقت ممادح رسولؐ کے شروع خطبہ مین علی مرتضےؑ نے ذکر فرمایا ہے۔

پھر علی مرتضےؑ نے اُنہین اوصاف والے کے نائب پیغمبرؐ کے قبول ہو جانے والے کے بارہ مین یہ مسئلہ فرمایا ہے "پھر اگر فتنہ کرے کوئی فتنہ پرداز تو اُسپر عتاب کیا جاے اور اگر وہ نہ مانے تو اُس سے قتال کیا جاے"

لیکن یہ مسئلہ اُسی حالت سے متعلق ہوگا کہ جب اقوی اور اعلم نائب رسولؐ قبول کیا جاے اور نہین تو نہین۔ جسکا یہ نتیجہ ہے کہ علی مرتضیٰؑ کے خلیفہ قبول ہونے کے بعد عمل اس مسئلہ پر ہوگا نہ اُنکے غیر خلیفہ قبول ہونے کی حالت مین۔

بلکہ اُنکے غیر کے خلیفہ قبول ہو جانے پر حملہ جائز ہے کہ اُس حملہ پر اطلاق فتنہ کا نہوگا کیونکہ انعقاد خلافت غیر اقوے اور اعلم پر خود فتنہ ہے۔ گو کسی

دوسری وجہ سے حملہ نہ کیا جاے۔

اور خطبہ شقشقیہ مین جو ارادہ حملہ کا خلافت حضرت ابو بکر پر علی مرتضیٰ نے فرمایا ہی یہ امر باہم مطابق ہی کہ اس خطبہ مین جہان کہ پند و نصائح فرمائے ہین یہ ارشاد کیا ہی کہ "جلدی نہ کرو کسی امر میں جب تک کہ تمیز نکرو کہ ہمارے لیے ہر امر مین جسکو تم ناپسند کرتے ہو تبدیلی ہی"

یعنے جب کوئی غیر شخص خلیفہ قبول کیا جاے تو بنظر حالت موجودہ کے اُسکے لیے یعنے اُسپر حملہ کرنے نہ کرنے کے لیے حکم دیگر ہی اور جب مستحق خلیفہ کیا جاے اور اُسمین لوگ فتنہ پردازی کرین تو اُسکے لیے حکم دیگر ہی اور ہر موقع پر اُسکا حکم وہی جانتا ہی جو اُن موقعون کو پہچانتا ہی کہ ایسا علم صاحبان بصیرت اور صبر کو ہوتا ہی۔

اور جس سے مراد یہ ہی کہ حضرت ابو بکر پر حملہ نکرنا دانائی تھی گو وہ بغیر احق ہونے کے خلیفہ قبول کیے گئے اور اُس موقع پر صبر کرنا ضرور تھا کہ مذہب اسلام تباہ و برباد ہو جاتا اور ارباب جمل اور صفین سے اور خوارج سے قتال دانائی ہی - کہ اُن لوگون نے ایسے شخص کے خلیفہ ہو جانے کے بعد جو مستحق خلافت تھا سرکشی کی اور جن پر اطلاق بغاوت لازم آگیا اور جنسے جنگ کرنے مین اندیشہ تباہی اسلام کا یا اور کوئی امر مانع نہ تھا بلکہ اُنسے قتال موافق قرآن کے تھا۔

بعد بیان مسئلہ استحقاق خلافت پیغمبرؐ کے علی مرتضےٰ نے مسئلہ انعقاد خلافت کا بیان فرمایا ہی جسکی تصریح ہم اوپر کر چکے ہین اور جس سے ظاہر ہی کہ مسئلہ انعقاد خلافت کے بموجب حضرت ابو بکر پر انعقاد خلافت صحیح نہین ہوا البتہ خود علی مرتضےٰ پر انعقاد خلافت مطابق مسئلہ کے واقع ہوا ہی

اور اُسی کے ساتھ علی مرتضیٰ نے تصریح سے فرمادیا ہی کہ دو شخصوں سے مین لڑ سکتا ہون - ایک اُس شخص سے جو دعوے کرے اُس چیز کا جسکا وہ حق نہین رکھتا یعنے حضرت ابو بکر کہ خلیفہ بن بیٹھے جسکا وہ حق نہین رکھتے تھے -

دوسرے اُس شخص سے کہ جو روکے اُس چیز کو جو اُسپر واجب ہو جاے (یعنے قتال باغیون سے کہ جسپر اطاعت امام واجب تہی) جسمین اشارہ طرف جنگ جمل اور صفین اور نہروان کے ہی -

پہر اسکے بعد تمام نصائح علی مرتضیٰ نے فرمائے ہین - جسکی ابتدا پرہیزگاری سے کی ہی یعنے انسان کو ہر امر بد سے بچنا لازم ہی -

پہر واقعہ حرب کا درمیان اہل قبلہ کے ذکر کرکے بتایا ہی کہ صاحبان بصیرت اور صبر اور اہل علم ہی متحمل اسکے ہو سکتے ہین جو مواقع حق کو جانتے ہین - اس فقرہ مین اہل صبر کا لفظ بہت غور طلب ہی کہ کس موقع کو زیر نظر رکھکے اُس کلمہ کے فرمانے کی ضرورت ہوئی ہی -

جہان تک خیال کیا جاتا ہی وہ موقع سواے خلافتون حضرات خلفاے ثلاثہ کے اور کوئی نہین ہو سکتا - جنکو علی مرتضیٰ صحیح نہین سمجہتے تہے لیکن دوسرے وجوہ کے پیش نظر ہونے کے باعث اُن سے قتال بہی نہین کر سکتے تہے اور صبر کر لیتے تہے -

صبر کے معنی ہین غصہ کو پی جانا جسکی مراد یہ ہوئی کہ علی مرتضیٰ کو اُن خلافتون کے انعقاد پر غصہ تو بہت آتا تہا مگر غصہ کو پی جاتے تہے - اور ایسے غصہ کے پی جانے والون کی نسبت اس خطبہ مین فرمایا ہی کہ وہ متحمل ایسے موقعون کے ہوتے ہین

اور اُسکے ساتھہ یہ فرمایا ہی کہ حالت کے تغیر سے امر بدل جاتا ہی پس ہر حالت کے حکم کی بہسے تفتیش کرلو۔ پہر دنیا اور اُسکی آرزو اور طمع کی مذمت کی ہی اور اُسکے حصول کو خطرناک ظاہر فرماکر ہدایت کی ہی کہ دنیا کے ضایع ہونے سے کچہہ ضرر نہین ہو سکتا جبکہ دین کی حفاظت ہو چکی ہی کتاب خدا کے بموجب اور ستون دین کا قائم ہو چکا ہی۔ لیکن دنیا کچہہ نفع نہین دے سکتی اگر دین ضایع ہو جاے ؎

مقصود اس ہدایت سے یہ ہی کہ دین مین جو طریقے مقرر کردیے گئے ہین اُسکے بموجب لوگون کو چلنا چاہیے اگر اُن طریقون پر چلنے سے کچہہ دنیا ضایع ہو جاے تو کچہہ پروا نہین کرنی چاہیے اسلیے کہ دین کے طریقون پر چلنے سے وہی دنیا ضایع ہو سکتی ہی جو خلاف طریقون دین کے چلنے سے حاصل ہو۔ اور اُسکے ضایع ہونے سے کچہہ ضرر نہین پہونچ سکتا ہی اور وہ دنیا جو خلاف طریقون دین پر چلنے سے حاصل ہو کچہہ نفع نہین پہونچا سکتی۔

علی مرتضےٰ ؑ نے جو یہ کلیہ فرمایا ہی اُسکی مثال اُنکی نگاہ مین وہی تینون خلافتین تہین کہ جو خلاف طریقون دین کے حاصل کی گئی تہین جنکا نتیجہ یہ ہوا کہ اُنکے انعقاد مین اختلاف ہونے کی وجہ سے اور غیر مستحق کے خلیفہ قرار پانے کے سبب سے خلافت صحیح بہی قائم نہو سکی۔ اور باہم مسلمانون کے دروازہ حرب کا کہل جانے سے سلطنت قومی مسلمانون کی ضعیف اور آخرکار تباہ ہوگئی۔ اور تمام روے زمین پر کسی وقت پہیل نہ سکی۔

اگر اقویٰ اور اعلم کو احق الناس مسلمان مستحق سمجہکر بالاتفاق اول ہی خلیفہ مقرر کرتے کہ یہی طریقے دین کے تہے تو کبہی نہ غیر مستحق کو حوصلہ خلافت کا پیدا ہوتا نہ باہم مسلمانون کے جنگ ہوتی نہ تمام روے زمین پر مذہب اسلام

پھیلنے سے رُک جاتا۔

پھر مصنف مخاطب جناب امیر علیہ السلام کو ابو بکرؓ سے لڑنے کا خیال پیدا نہو سکنے کے لیے آخری یہ استدلال کرتے ہین کہ "جناب امیرؑ جانتے تھے کہ صحابہ کی جماعت نے ابو بکرؓ کو خلیفہ بنایا ہی اور رسولؐ کا قول ہی کہ حق ہمیشہ جماعت کی طرف ہی"

اور خصال ابن بابویہ سے ارشاد رسولؐ نقل کر کے یہ ترجمہ کرتے ہین کہ "بیشک میری امت متفرق ہوگی بہتر فرقہ پر اکہتر فرقے ہلاک ہونگے اور ایک فرقہ نجات پائیگا۔ لوگون نے پوچھا کہ یا رسول اللہ وہ فرقہ کونسا ہوگا رسولؐ نے فرمایا جماعت جماعت جماعت"

اس ترجمہ پر ہمکو کچھ عذر نہین ہی البتہ شروع مین ترجمہ یون ہونا چاہیے کہ "بیشک میری امت قریب ہی کہ متفرق ہوگی" کیونکہ اصل لفظ عربی یہ ہین "ان امتی ستفترق"

مصنف مخاطب ارشاد پیغمبرؐ مندرجۂ بالا سے یون استدلال کرتے ہین کہ "اس بیان سے بخوبی واضح ہو گیا کہ جناب امیرؑ نے ابو بکر سے لڑنے کا ہرگز خیال نہ کیا ہوگا"

یہ روایت خصال مین اسطرح مروی ہوئی ہی کہ بات کہی ہمسے ابو احمد شافعی نے فرغانہ مین کہا کہ بات کی ہمسے مجاہد بن اعین بن داؤد نے کہا بات کی ہمسے محمد بن فضل نے کہا بات کی ہمسے ابن لہیعہ نے اُسنے سعید بن ابی ... سے اُسنے انس بن مالک سے کہا اُسنے کہ فرمایا رسول اللہؐ نے بیشک بنی اسرائیل متفرق ہوے عیسیٰؑ کے بارہ مین اکہتر فرقون پر پس ہلاک ہوے ستر فرقے اور نجات پائی ایک فرقے نے اور بتحقیق امت میری قریب ہی کہ

یا علی مبارک نعمت الثقلین

نور علی نور

رسالہ روشنی بایراد رسالہ نصیحۃ الشیعہ

جلد ششم چھ ماہی آخر سنہ ۹۹ء

باہتمام

مرزا عبد التقی قزلباش

مہتمم رسالہ روشنی

مطبع اسلام محمد علی لکھنؤ میں چھپکر

دفتر رسالہ روشنی محلہ چاہ کنکر لکھنؤ سے شائع ہوا

التماس

الحمد للہ کہ رسالہ اصلاح کی جلد ششم بابتہ سنہ ۹۹ع ختم ہوئی امید ہے کہ
دو تین ان نمبرون کے پہونچنے پر زر چندہ اصل جلد ششم کی بابت بھیجدینگے
جلد ہفتم سنہ ۱۹۰۰ع کا سلسلہ جو زیر طبع ہی انشاء اللہ المستعان بعد محرم روانہ
کیا جائیگا۔

جن بزرگوارون کے پاس سے اس عرصہ مین جلد ششم کا چندہ نہ آئیگا
اون کی خدمت مین جلد ہفتم کا ابتدائی پرچہ بذریعہ ویلو پارسل بھیجا جائیگا
رسید زر بابتہ جلد ششم سنہ ۹۹ع جلد ہفتم سنہ ۱۹۰۰ع کے ساتھ شایع
ہوگی۔

اطلاع۔ اکثر بزرگوارون کے خطوط میرے پاس اس امر کے
دریافت مین پہونچے ہین کہ **الفاروق شبلی** پر بھی ریویو تیار ہوا ہی
یا نہین۔ اگرچہ مینے جواب خطوط بھیجدئے ہین تاہم بنظر مزید اطمینان مومنین
اطلاع دیجاتی ہی کہ الفاروق، پر عالیجناب قبلہ وکعبہ عموی مرزا عابد علی بیگ
خانصاحب بہادر رئیس ڈسب جج ریویو تحریر فرما رہے ہین۔

اگر منظور خدا ہی تو کیا عجب کہ سنہ ۱۹[illegible] وہ چھپ کر تیار ہو جائے
تمام مومنین کو چاہئے کہ وہ جناب ممدوح مدظلہ کی صحت و عافیت۔ اور ریویو
کے جلد ختم ہونے اور طبع کے لئے دعا فرمادین۔

یہ امر بھی قابل اطلاع ہی کہ ایک ریویو مختصر مگر جامع۔ ہمارے
نہایت شفیق بھائی قاضی فقیر علی صاحب عاقل رئیس پکانگڑہ نے عرصہ ہوا
کہ لکھکر ہمکو بھیجا ہی جسکو ہم دیگر [illegible] وعلل کیوجہ سے اب تک نہین
چھاپ سکے ہین۔ لیکن بعد محرم اوس کو بھی انشاء اللہ چھاپ دینگے۔ اڈیٹر

سے یہ کہہ سکتا ہے کہ سوائے علی مرتضی ع کے اور کسی کے حق مین لکھواتے۔
پس ایسی حالت مین علی مرتضی ع کو یہ مناسب تھا کہ وہ اپنے حق مین ایسی تحریر
لکھوانے کے واسطے قبل اس کے کہ دوسرے لوگون کے دلون کی مرضی
اور غیر مرضی اور پیغمبرؐ کی اطاعت اور نافرمانی معلوم ہو جھٹ پٹ دوڑکے
کاغذ دوات نہ لے آتے؟ اور اسی لحاظ سے پیغمبرؐ نے کاغذ اور دوات طلب
کرنے کا حکم عام دیا تھا خاص علی مرتضی ع کی نسبت وہ حکم نہین دیا تھا۔
بلکہ کنایہ اُس حکم عام مین یہی تھا جس کو علی مرتضی ع جانتے تھے کہ سوائے
علی مرتضی ع کے دوسری لوگ کاغذ و دوات لائین اور دوسری لوگ
پیغمبرؐ کی وصیت کو اُس امر کی بابت لکھین تاکہ پھر کسی وقت وہ لوگ امر خلافت پر
کچھ حجت و تکرار نہ کر سکین۔ لیکن لوگون نے کاغذ اور دوات کی طلب
پر اور پیغمبرؐ جو لکھوانا چاہتے تھے اُس کے لکھنے پر ایسے زور و شور
سے مخالفت کی کہ جس سے پیغمبرؐ کو اذیت ہوئی اور پیغمبرؐ نے اپنے
پاس سے اُن لوگون کو اُٹھوا دیا۔ اگر حاضرین جلسہ اپنی رضامندی
طلب کاغذ و دوات پر اور اُس لکھوانے پر جو پیغمبرؐ لکھوانا چاہتے تھے
ظاہر کرتے اور اُن لوگون کے اُٹھوا دینے کی نوبت نہ آتی۔ یا بعد رفع
مخالفت کے مخالفت [illegible] والون کو سکوت ہو جاتا اُسوقت علی مرتضی ع
کاغذ دوات حاضر نہ لاتے یا جب سکوت اختلاف سے ہو جاتا اور پھر
اُس وقت پیغمبرؐ ضرور حاضر لانے کاغذ و دوات کا علی مرتضی ع کو حکم
دیتے اگر اُس وقت علی مرتضی ع تعمیل حکم پیغمبرؐ کی نہ کرتے تو اُن کی
نسبت مصنف مطالب یہ کہہ سکتے تھے کہ جناب امیر ع نے حکم کی کچھ بھی
پروا نہ کی ہے مگر جو صورت کہ حکم طلب کاغذ و دوات مین پیش آئی اُس

مین مخالفین حکم پیغمبر ص نے موقع ہی نہین آسنے دیا کہ علی مرتضی ع اوس حکم کی کچھہ تعمیل کر سکین -

حضرت عمر ع جو یہ سمجھہ گئے کہ رسول ص یہ لکھواتے ہین کہ قرآن کو مت چھوڑیو اس لیے اُنھون نے بعض صحابہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ تمکو قرآن کافی ہے "جیسا کہ مصنف مخاطب ظاہر کرتے ہین - مگر ایسا سمجھنا حضرت عمر ع کا اور اُسی نیت سے اُن کا صحابہ سے کہنا اور مصنف مخاطب کا ایسا ظاہر کرنا سب غلط ہی پیغمبر ص پہلے مجمع عام مین یہ کہہ چکے ہین "قرآن کو اور میرے اہل بیت کو مت چھوڑیو" اگر پیغمبر ص صرف یہ لکھوانے والے تھے کہ قرآن کو مت چھوڑیو جیسا کہ حضرت عمر ع نے بہ قول مصنف مخاطب کے سمجھا تو ضرور تھا کہ حضرت عمر ع پیغمبر ص سے صرف اس لکھوانے پر اصرار کرتے کہ قرآن کو مت چھوڑیو کہ پیغمبر ص اپنے فرمودہ سابق کو جس مین قرآن کے ساتھہ اپنے اہل بیت کے ساتھہ تمسک کو فرمایا تھا منسوخ کرنے والے ہین -

حضرت عمر ع نے جو کچھہ سمجھا اور کہا اُس کی حالت ہرگز ایسی نہین ہو سکتی جس طرح جریح کی حالت دیکھکر علی ع یہ سمجھہ گئے تھے کہ اب اس کا قتل مقصود نہین ہے اس کی حالت پر رسول ص کو اطلاع کر دینا کافی ہے "وقت طلب کاغذ و دوات کے پیغمبر ص نے کوئی دستور معاملہ کی بیان نہین فرمائی تھی "لن تضلوا بعدی" سے یہ قرینہ ہرگز نہین پیدا ہوتا کہ پیغمبر یہی لکھوانا چاہتے ہین کہ قرآن کو مت چھوڑیو" جو حضرت عمر ع ایسا سمجھ سکتے کہ "جو کچھہ حضرت رسول ص لکھواتے ہین وہ ہمکو معلوم ہے اور اوس کی اطلاع کر دینا کافی ہے اگر ہماری سمجھہ مین غلطی ہوگی تو رسول

دوبارہ حکم کرینگے ورنہ شدت مرض مین رسول ص کو تکلیف دینے کی کیا ضرورت ہے کاغذ و دوات وغیرہ لانے سے یہ جواب اولی تہا کہ رسول ص یہ معلوم کرکے بہت خوش ہوگئے کہ جو کچھہ مین لکھوانا چاہتا تھا وہ اُن کو خوب معلوم ہے اور یہ لوگ ایسی ہدایت کامل پاچکے کہ اب ان کو اور کچھہ بتانے کی حاجت نہین ؎ یہ سمجھہ حضرت عمر ع کی جیساکہ مصنف مخاطب کہتے ہین کسی طرح نہین ہوسکتی اگر حضرت عمر ع کی یہ سمجھہ ہوتی تو دوسرے ہم نشینون سے بعد اس فرمانے کے کہ ہم کو کتاب خدا کافی ہے پیغمبر ص کی نسبت یہ نہ کہتے کہ ؏ اس مرد کو ہذیان ہے اس کو اس کی حالت پر چھوڑ دو ؎ اور باہم ہم نشینون کے جھگڑا اکرا اور شور غل مچوا اکرا اور ایسی تکلیف پیغمبر کو پہونچاکر پیغمبر ص سے اُٹھوا دیے جانے کا حکم حاصل نہ کرتے پیغمبر جانتے تھے اور بتا چکے تھے کہ قرآن کتاب خدا اور اہلبیت پیغمبر ص عالم قرآن لوگون کو دین اسلام پر چلانے کے لیے کافی ہین ۔ لن تضلوا بعدی ابدا سے مراد کسی امر عظیم مین اختلاف ہونے سے ہوسکتی ہے ایسا اختلاف جس نے دین اسلام کو کمزور اور مسلمانون کی خصلت کو خراب کردیا اور بیج نااتفاقی کا مسلمانون کے سرشت مین بو دیا۔ لن تضلوا بعدی سے وہ قرینہ پیدا نہین ہوسکتا جسکو مصنف مخاطب سمجھہ حضرت عمر ع کی ظاہر کرتے ہین ۔ بلکہ اُس تمام واقعہ سے صاف نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ پیغمبر ص امر صریح ! ایسا لکھوانے کو تھے کہ جو خلاف مقصد حضرت عمر ع کے تہا اور حضرت عمر ع سمجھہ گئے تھے کہ پیغمبر ص امر خلافت کے متعلق ایسا کچھہ لکھوانے کو ہین کہ اُس مین گنجائش پھر کسی حجت و تکرار کی نہ ہوگی اور یہ ہی سمجھکر اُنھون نے اپنی دانائی او

عقلمندی سے ایسا اختلاف کا جھگڑا اور شور و غل ہوا کہ نوبت لکھوانے اُس امر کی نہ آسکی۔ یہ سچ ہے کہ پیغمبرؐ جو کچھ لکھوانے کو تھے وہ نیا حکم نہین تھا اس لیے کہ آیت اکملت لکم دینکم نازل ہو چکی تھی جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین۔ اور مین اُس پر یہ اور اضافہ کرتا ہون کہ قبل نزول اس آیت کے پیغمبرؐ خم غدیر پر تعمیل حکم آیت یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک الخ کی کر چکے تھے لیکن بہ نظر حکم عام اس آیت کے؛؛

"وانزلنا علیک الذکر لتبین للناس ما انزل الیہم" اور نازل کیا ہم نے اوپر تیرے ذکر تاکہ صراحت سے ظاہر کرے تو واسطے لوگون کے جو کچھ نازل ہوا ہے اُن کے لیے"۔ پیغمبرؐ کسی امر کو زیادہ تفصیل سے بیان کرنے والے تھے اور جو کچھ کہ پیغمبرؐ بیان فرماتے وہ حدیث پیغمبرؐ ہوتی۔ اگر پیغمبرؐ نے کسی آیت کے معنی کسی وقت خود یا کسی کے استفسار پر بیان فرمائے ہین اور وہ سب احادیث پیغمبرؐ مین داخل ہین مگر کسی امر کا تصریح سے بیان کرنا خود پیغمبرؐ پر اپنی طرف سے ایسا واجب نہین ہے جیسا کہ کسی آیت ربانی کا لوگون پر پہونچانا لیکن آیت قرآنی جیسے نص ہوتی ہے ویسے ہی حدیث پیغمبرؐ۔ پیغمبرؐ نے جس امر کے لکھوانے کے لیے کاغذ و دوات طلب کیا تھا اور لوگون کی مخالفت اور تنازع اور شور و غل کے سبب سے ناخوش ہو کر اون کو اُٹھوایا اور اُسوقت یا دوسرے وقت نہ لکھوایا یہ امر اُن کا اختیاری تھا الا نہایت قابل افسوس کے ہے کہ آخر وقت زندگانی مین ادنی سے ادنی شخص کچھ لکھوانا یا کہنا چاہتا ہے تو اُس کے عزیز اور دوست نہایت

آرزو سے اس کا سننا اور لکھنا چاہتے ہین ۔ لیکن پیغمبرؐ آخر الزمان کی وصیت اور پند اس کے دوستون نے سننا گوارا نہ کی اور اس کو لکھوانے سے روک دیا ۔ اور جھگڑے کی ابتدا حضرت عمرؓ نے کی جنھون نے یہ فرمایا کہ "ہم کو کسی کتاب کی ضرورت نہین ہے ہم کو قرآن کافی ہے اور اس مرد کو ہذیان ہے اس کو اس کی حالت پر چھوڑ دو" کہ اسی مخالفت پیغمبرؐ پر تنازع شروع ہو کر شور غل ہوا اور مجلس پیغمبرؐ سے وہ لوگ اٹھوا دیے گئے ۔

وہ راے حضرت عمرؓ کی اس بنا پر کسی طرح صحیح نہین ہو سکتی کہ "رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لکھوانے کی ضرورت نہ سمجھی یا پیغمبرؐ کا وہ امر لکھوانا اختیاری تھا نہ ضروری لیکن پیغمبرؐ کے امر اختیاری کے استعمال کے وقت حضرت عمرؓ کی مخالفت قطعی ناواجب تھی ۔ اور حضرت عمرؓ کی مخالفت سے جو اختلاف کرنے مین جھگڑا ہوا اسکا الزام خود حضرت عمرؓ پر ہے کہ نہ وہ مخالفت کرتے نہ اُن کی مخالفت سے اختلاف کا جھگڑا ہوتا اس سے تمام تر الزام حضرت عمرؓ پر ہے پیغمبرؐ نے جو اپنے پاس سے لوگون کو اٹھوا دیا وہ اس کا نتیجہ نہین ہے کہ حضرت عمرؓ کی راے سے اختلاف کیا گیا تھا" بلکہ اس کا نتیجہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے پیغمبرؐ سے مخالفت کی تھی ۔ ابن عباس کی راے بالکل ٹھیک ہے کہ "وہ اس تحریر کے ملتوی ہو جانے کو بڑی مصیبت سمجھتے ہین" مصنف مخاطب اُن کی راے کو اس بنا پر غیر صحیح قرار دیتے ہین کہ "حضرت عمرؓ کی راے کو رسولؐ نے قبول کر لیا اور پھر لکھوانے کا قصد نہ کیا" حالانکہ یہ نتیجہ جو مصنف مخاطب نکالتے ہین بالکل

غلط ہے پیغمبرؐ نے کوئی کلمہ ایسا نہین فرمایا کہ جس سے راے کو حضرت عمرؓ کی پیغمبرؐ کا قبول کرنے کا نتیجہ نکلے اور پھر لکھوانے کا جو پیغمبرؐ نے قصد نہین کیا اُس کی وجہ صریح ہے کہ پیغمبرؐ نے یہ سمجھ لیا کہ عمرؓ اور اُن کے تائید کرنے والے مجبہ پیغمبرؐ کے قول کو ہذیان جانتے ہین اور میری زندگی مین میرے سامنے مخالفت کرتے ہین تو بعد میرے اُس کو کیا قبول کرینگے اور کیا اُس پر عمل کرینگے ایسی تحریر کا لکھوانا بالکل بیکار ہے۔ پس حکم کی تعمیل نہ کرنے کا الزام سراسر حضرت عمرؓ پر عائد ہوتا ہے علیؑ پر کیا اس حکم کی بابت اور کیا حکم قتل جریح کی کی بابت کوئی الزام عائد نہین ہو سکتا۔

روایت حکم قتل جریح کا منشا رہی تھا کہ بعد تحقیق اور تفتیش کے جریح قتل کیا جائے اور جس مین دوبارہ حکم کی ضرورت نہ تھی اور اُس حکم پیغمبرؐ مین گو کسی نوعیت سے تھا علی مرتضیٰؑ نے کچھ حجت نہین کی تھی اور فوراً اُس کی تعمیل کے لیے بغیر کسی چون وچرا کے چلے گئے تھے۔ برخلاف اُس کے حکم طلب قرطاس ودوات مین اور پیغمبرؐ جو کچھ کہ لکھوانا چاہتے تھے اُس مین کسی تحقیق اور تفتیش کی ضرورت نہ تھی۔ حضرت عمرؓ نے چون وچرا کی۔ اور پیغمبرؐ کے حکم کی تعمیل ہونے دی۔ علی مرتضیٰؑ نے مجرد صدور حکم قتل جریح کے وقت پیغمبرؐ سے نہ مخالفت کی تھی نہ کچھ عذر کیا تھا نہ اُس کو غیر ضروری سمجھا تھا۔ حضرت عمرؓ نے مجرد صدور حکم طلب قرطاس اور دوات کے پیغمبرؐ سے مخالفت بھی کی عذر بھی کیا غیر ضروری بھی سمجھا پیغمبرؐ کو ہذیان کی نسبت بھی دی یہ بھی کہا کہ اس مرد کو اسکی حالت

پر چھوڑ دو۔ یعنی حکم پیغمبرؐ کو قابل عمل بھی نہین سمجھا۔ قطب الدین راوندی سنے کتاب الخرائج مین نظم قرآن کے معجزات سے نوان معجزہ بے شک یہ لکھا ہے جس کا ایک جزو مصنف مخاطب نقل کرتے ہین "کہ اُس مین وہ سب چیزین موجود ہین جنکے علم کی بندون کو حاجت ہے اصول دین اور فروع دین سے" بعد اس کے اُسی نوین معجزۂ قرآن مین ملا قطب الدین راوندی سنے یہ لکھا ہے کہ اُس مین آگاہ کرنا ہے طریقون عقلیات کا اور قائم کرنا حجت کا اوپر ملاحدہ اور براہمہ و منکرین بعث اور قائلین طبائع کے نہایت مختصر و کلام بلیغ تر سے اور اُس مین ہے طرح طرح کے اعراب اور عربیت اور حقیقت اور مجاز یہان تک کہ طب اور محکم و متشابہ اور ناسخ اور منسوخ"۔

بحث یہ نہین ہے کہ قرآن کسی چیز سے خالی ہے یا وہ ناتمام ہے یا اُس مین کچھہ نقص ہے۔ خدا خود فرماتا ہے "لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین"

ہمارے ہندوستان مین لاکھون مسلمان ایسے ہین۔ اور دوسرے ملکون مین بھی کرورون ایسے ہین کہ جنکی بغلون مین اور جن کے گھرون مین قرآن موجود ہے اور وہ زبان عربی نہین جانتے یا جانتے ہین اور اُس کے معنی و مراد نہین سمجھہ سکتے خصوصاً آیات متشابہات کو سمجھنا تو عالمون کو بھی مشکل ہوا ہے ایسے لوگون کو مجرد قرآن کیا کفایت کر سکتا ہے اور ہر ایسا مسلمان کیا فائدہ اُس سے اُٹھا سکتا ہے نہین قرآن کے ساتھہ اعلم کا ہونا ضروری ہے اور اسی وجہ سے

پیغمبرؐ فرما گئے ہین "کہ مین ہماری دو چیزین درمیان تمھارے چھوڑے جاتا ہون کتاب اللہ اور اپنی عترت یا اہلبیت وہ اس سے جدا نہین ہونگی اُن کو مضبوط پکڑے رہنا" اور خاص علیؑ کی نسبت فرمایا ہے کہ "علیؑ قرآن کے ساتھہ ہے اور قرآن علیؑ کے ساتھہ" جس سے مقصود پیغمبرؐ یہ ہے کہ قرآن اُس وقت مین کافی ہے کہ جب اُس کلام کی مراد اور مقصد کو علیؑ اور اہلبیتؑ سے جن مین ائمہ اہل بیت داخل ہین پہونچو کہ اُن سے زیادہ کوئی عالم نہین ہو سکتا جیسا کہ خود پیغمبرؐ فرما گئے ہین - پس حضرت عمرؓ کا یہ کہنا کہ ہم کو کتاب اللہ کافی ہے غلط اور مخالف ارشاد اور ہدایت رسولؐ کے ہے - مصلحت اس حکم پیغمبرؐ کی ظاہر ہے کہ قرآن کے مراد اور مقاصد علیؑ اور اہل بیت پیغمبرؐ ایک ہی بتائین گے اور اُن مین اختلاف نہین ہوگا اور ایک راہ پر کل مسلمان چلتے رہین گے - اور مضرت قول حضرت عمرؓ سے یہ ہوئی کہ ہر شخص نے اپنے مطلب اور غرض کے واسطے یا اپنی اپنی سمجھہ اور ضرورت کے موافق قرآن کی مراد اور مقاصد کو بیان کرنا شروع کر دیا جس سے امت رسولؐ مین اختلاف واقعہ ہو گیا اور اُس اختلاف نے مسلمانون کو جداگانہ راہون پر ڈال کر باہم عناد پیدا کر دیا اور امت واحد کو منتشر کر کے برباد کر دیا اور درجہ تنزل پر پہونچا دیا

حضرت سلمانؓ نے جو اُن لوگون پر اعتراض کیا ہے جنھون نے قرآن چھوڑ کر حدیث پر عمل شروع کیا تہا وہ اعتراض اُن کا صحیح ہے اور مجرد حدیث پیغمبرؐ پر عمل کرنے والون کا فعل خلاف ہدایت پیغمبرؐ کے تہا - مجرد حدیث پر ہر شخص کا عمل اپنی سمجھہ کے موافق رد نہین سکتا

جب تک کہ وہ قرآن کو نہ جانے کیونکہ جب تک کوئی قرآن کو نہ جانے
تب تک وہ صحیح اور غیر صحیح حدیث کو نہیں پہچان سکتا۔ اور قرآن کو وہی
جان سکتا ہے کہ جس نے اس کے معنی اور مراد کو علیؑ اور اہل بیت
پیغمبرؐ سے سمجھا ہو۔ جو لوگ کہ مجرد حدیث پر عمل کرتے تھے اس حیثیت
سے کہ اپنی رائے سے اس کے معنی لگائے باوصف اس کے کہ علیؑ
اس وقت موجود تھے ایسے لوگوں پر اعتراض حضرت سلمانؓ کا نہایت
ٹھیک تھا۔ اور میں جہانتک خیال کرتا ہوں۔ حضرت سلمانؓ وہی ہیں جن
کی نسبت پیغمبرؐ نے فرمایا ہے (سلمان منا اہل البیت) یہ اعتراض اسی وقت شروع کیا
ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ نے معاملہ فدک میں ایک حدیث پیغمبرؐ بیان
کر کے قرآن کو چھوڑ دیا اور اپنی بیان کی ہوئی اور اپنی سمجھ سے سمجھی ہوئی
حدیث پر عمل کیا۔ باوصف اس کے کہ علی مرتضیٰؑ اور فاطمہ زہراؑ
جو اہل بیت پیغمبرؐ سے تھے۔ اصرار کرتے رہے کہ قرآن کے بموجب
انبیاء بھی وارث ہوتے ہیں۔ اور فاطمہؑ کو اپنے باپ کی میراث مال
حضرت محمدؐ میں پہونچتی ہے۔ جیسے کہ دیگر مسلمانوں کو اپنے
مورث کی میراث۔

مصنف مخاطب حضرت عمرؓ کے اس قصہ کا مقابلہ اس قصہ
سے کرتے ہیں جب رسولؐ کو اللہ نے یہ حکم دیا تھا۔ کہ ولایت علیؑ
کا حکم امت کو سنا دو۔ اور تفسیر صافی سے ذیل آیت "یا ایھا
الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت
رسالتہ الخ کی امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک روایت کا حوالہ دیتے ہیں اور

اُس طولانی روایت کا بطور حاصل بہ قدر ضرورت اپنی کے بہ تبدیل الفاظ جس کی نوعیت متغیر ہو جائے اپنی مذاق کے موافق ترجمہ کرتے ہین ۔

”پہلے ایک روایت امام علیہ السلام سے یہ ہے کہ خدا نے حکم کیا ولایت علی بن ابی طالب ع کا اور نازل کی آیت انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوۃ و یوتون الزکوۃ وھم راکعون اور فرض کی ولایت اولی الامر کی پس نہ جانا لوگون نے کہ وہ کیا چیز ہے ۔ حکم کیا خدا نے محمدؐ کو یہ کہ تفسیر کردین واسطے اون لوگونکے ولایت کی ۔ جیسے کہ تفسیر کی اُن لوگون کے لیے نماز اور زکوۃ اور روزہ اور حج کی پس جب معلوم ہوا پیغمبرؐ کو یہ امر اور خوف کیا یہ کہ پھر جاوینگے لوگ دین سے اور جھٹلاوینگے وہ پیغمبرؐ کو ۔ پس رجوع کی پیغمبرؐ نے اپنے رب کی طرف اور وحی بھیجی اللہ نے یہ کہ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس “

پس پیغمبرؐ نے سخن حق آشکار کیا اور ولایت علی بن ابی طالب ع کو قائم کیا دن غدیر خم کے “ اور اُس روایت کا حاصل جس کا مصنف مناظرہ ذکر کرتے ہین یہ ہے ” تحقیق قصد کیا پیغمبرؐ نے مدینے سے حالانکہ تمام شرائع اپنی قوم کو پہونچا چکے تھے سواے حج اور ولایت کے پس آئے جبرئیل اور کہا اُنھون نے کہ اے محمدؐ خدا تم کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ مین کسی پیغمبرؐ اور نبیؐ کی روح قبض نہین کرتا مگر بعد

کامل کرنے دین اور تاکید حجت کے اور تم پر دو فریضہ باقی رہے ہیں جسکی
طرف قوم محتاج ہے فریضہ حج اور فریضہ خلافت بعد تمھارے مین خالی
نہین چھوڑتا ہون زمین کو خالی حجت سے پس منادی کرائی پیغمبر نے
کہ حج کا ارادہ کرتے ہین اور نکلے رسول اللہ اور لوگ اُنکے ساتھ
اور حج کیا۔ جب تلبیہ کے متصل ٹھہرے تپس آئے جبرئیل اور کہا کہ خدا
سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ نزدیک پہونچی ہے اجل تمھاری تپس
پورا کرو عہد اپنا اور مقدم رکھو وصیت اپنی کو اور جو کچھ کہ تمھارے
پاس ہے علم اور میراث علوم انبیاء سے اور سلاح و تابوت نشانیوں انبیاء
سے سونپ دو اپنے وصی اور خلیفہ اپنے علی ابن ابی طالب ع کو کہ حجت
بالغہ میری ہے۔ اور یاد دلا دو میری بیعت اور میثاق کا ولایت ولی
میرے سے اور مولی ہر مومن و مومنہ سے کہ علی بن ابی طالب ع ہے
اور کمال توحید اور دین کا اور اتمام نعمت کا خلق پر اتباع میرے ولی
کا اور اُس کی اطاعت ہے۔ پس اندیشہ کیا رسول اللہ ص نے اپنی قوم
کا اور اہل نفاق اور شقاق کا یہ کہ متفرق ہو جائینگے اور رجوع کر جاوینگے
طرف جاہلیت کے کہ پیغمبر ص اُن کی عداوت اور جو کچھ کہ اُن کے
نفسوں مین لپٹا ہوا تھا بغض علی ع سے جانتے تھے اور چاہا جبرئیل ع
سے یہ کہ وہ نگہبانی پروردگار کی لوگون سے پیغمبر ص کے لیے چاہین
اور انتظار کیا جبرئیل ع کا یہانتک کہ پہونچے پیغمبر ص مسجد خیف تک تپس
آئے جبرئیل اور حکم دیا یہ کہ عہد کو پورا کرو اور قائم کرو علی ع کو لوگون
کے لیے اور نہ لائے نگہبانی خدا سے یہان تک کہ پیغمبر ص آئی کراع الغمیم
مین پھر آئے جبرئیل اور ویسا ہی حکم لائے اور نگہبانی نہین لائے

پیغمبرؐ نے کہا کہ اے جبرئیلؑ مجھکو اندیشہ ہے اپنی قوم کا یہ کہ جھٹلا دین مجھکو اور نہ قبول کرین میری بات علیؑ کے بارے مین پس کوچ کیا پیغمبرؐ نے اور پہونچے غدیر خم پر پس آئے جبرئیلؑ پانچ گھڑی دن چڑھے ساتھ زجر اور کپ کپاہٹ چڑھا دینے کے اور نگہبانی کی لوگون سے "

ان روایتون سے صاف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پیغمبرؐ تعمیل حکم کی مخالفت پر آمادہ نہین ہوئے جیسا کہ حضرت عمرؓ باعث منع قرطاس اور دوات کے ہوئے بلکہ پیغمبرؐ تعمیل حکم ربانی مین اندیشہ کرتے تھے اور اطمینان اپنی حفظ کا چاہتے تھے - چنانچہ یہ واقعہ کہ پیغمبرؐ کو تبلیغ رسالت اُس امر مین اندیشہ تھا اور نگہبانی اپنی چاہتے تھے خود اُسی آیت کے اخیر فقرہ وعدۂ ربانی سے واضح ہے -

" واللہ یعصمک من الناس " خدا نگاہ رکھے گا تجھکو لوگون سے "

پس جبکہ وہ اندیشہ اور خواہش وعدہ حفظ خود آیت قرآنی مین موجود ہے تو پیغمبرؐ سے پوچھنا چاہیے کہ اے پیغمبرؐ تم نے کیون اندیشہ کیا تھا اور کیون نگہبانی کا وعدہ چاہا تھا اور بلا کسی اندیشے اور وعدۂ نگہبانی کے فورًا تعمیل حکم کی کیون نہ کردی ؟ باوصف اس کے جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین کہ " تم نے ضعف اسلام کے وقت مین مشرکین مکہ کے سامنے اُن کے معبود بتون کی برائی بیان کی اور شرک کا رد کیا اور اللہ کے حکم کے مقابلہ مین کافرون کی ایذاؤن کی کچھ پروا نہ کی اب قوت اسلام کے زمانے مین مسلمانون سے اُن کو یہ خوف ہوا کہ وہ اللہ پر توکل نہ کر سکے نہ اس سے پہلے جو اللہ نے اُنکی نصرت اور مدد کے بہت سے وعدے کیے تھے وہ اُن کو یاد رہے " یا بلحاظ فقرہ

آخر آیت کے جس سے پیغمبرؐ کا اندیشہ ناک ہونا اور وعدہ حفظ کا چاہنا ظاہر ہے۔ مصنف مخاطب کو اُن سب اعتراض کا پیغمبرؐ پر وارد کرنا لازم تہا جو بنظر روایت امام ؑ کے شیعون پر اعتراض بارادہ تصدیق امر جانشینی علی مرتضی ؑ کے جس کا وقوع خم غدیر پر ہوا کیا جاتا ہی ۔ کیونکہ آیت قرآنی مین جس اندیشہ اور وعدہ حفظ کا احتمال ہے اُسی کی امام ؑ نے تفسیر کی ہے اور حق بالکل مطابق آیت کے ہی۔

اصلی بات یہ ہے کہ ان روایتون کا مفاد (جن مین بیان ایسے انداز سے ہے کہ انسان اُسی محاورے کے بموجب اُس مقصود کو بآسانی سمجھ جاوے) صرف اسقدر ہے کہ پیغمبرؐ قوت ملکوتیہ کو بشورہ کی حیثیت سے کام مین لاتے تھے اور براہ دور اندیشی نگہبانی کا اطمینان چاہتے تھے ۔ اور بالآخر ہر پہلو پر نظر کرکے تبلیغ رسالت اُس امر کی اطمینان کے ساتھ کی۔ اور مکہ مین جو مشرکین کے معبود بتون کی بُرائی کی اور شرک کو روکا اُس مین بھی پیغمبرؐ نے دور اندیشی اول مدنظر رکھی تھی اور حمایت حضرت ابو طالب ؑ اور وجاہت حضرت خدیجۃ الکبریٰ پر اپنی نگہبانی کا اطمینان کرلیا تہا۔ جیسا کہ تاریخ اسلام سے ظاہر ہے کہ جب ان حامیون کا انتقال ہوگیا تو پیغمبرؐ نے اپنی نگہبانی کا اطمینان اہل مدینہ سے کرکے مکہ سے مدینہ کو ہجرت کی۔ اور اللہ نے جہان کسی پیغمبرؐ سے نصرت اور مدد کے وعدہ کیے تھے۔ اُس نے اسباب اور سامان ظاہری نصرت اور امداد کے موجود فرمائے تھے علی مرتضی ؑ اور بنی ہاشم کا وجود جنھون نے کبھی پیغمبرؐ کو لوگون مین تنہا نہین چھوڑا باوصف اس کے کہ مخصوص صحابہ نے ہمیشہ اپنی

اپنی راہ لی تھی۔ مصنف مخاطب یہ چاہتے ہین کہ پیغمبرؐ کو وصف دور اندیشی اور اطمینان سے فائدہ اُٹھانے کو پاک دکھاوین اور بے اندیشہ اور بغیر اطمینان حفظ کے پیغمبرؐ سے کسی امر کے وقوع مین لانے کی توقع رکھین۔ حالانکہ بغیر اندیشہ اور اطمینان حفظ کے کسی امر کا کرنا داخل تہور ہی جو اوصاف رذیلہ مین داخل ہے۔ اور با اندیشہ اور اطمینان حفظ کے کسی امر کا کرنا داخل شجاعت ہے جو اوصاف حمیدہ مین شمار کیا گیا ہے۔ اور پیغمبرؐ تمام اپنے کامون مین نصرت کے اور اپنی حفظ کے خدا سے خواستگار اور امیدوار رہے ہین جس مین شان عبد اور معبود کی ہے۔

اصول کافی کتاب الحجہ باب نص اللہ مین بیشک ایک طویل روایت ہے جس مین امام علیہ السلام نے تفسیر اطیعوا اللہ الخ کی فرمائی ہے اور اُسمین ذکر حدیث من کنت مولاہ الخ وحدیث ثقلین اور آیت تطہیر اور آیت اولی الارحام کا ذکر فرما کر ولایت کو علی مرتضیٰؑ اور ائمہ اہل بیت کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے۔ لیکن اُس حدیث مین وہ مضمون جو مصنف مخاطب نے ظاہر کیا ہے نہین ہے البتہ وہ مضمون یعنے ذکر قصہ غدیر خم اور یہ بیان کہ جب تبلیغ ولایت کا حکم آیا تو رسولؐ کا دل تنگ ہو گیا اور خوف ہوا کہ کہین لوگ دین سے پھر نہ جاوین اور اُس حکم کو رب کی طرف پھیر دیا ایک دوسری حدیث مین ہے۔ کہ جو طولانی نہین ہے۔ مصنف مخاطب نے یہ ترجمہ کہ وہ اُس حکم کو رب کی طرف پھیر دیا دوسرے عنوان سے کیا ہے وہ اصل الفاظ یہ ہین۔

وے ورا جوع ساب بہ عز و جل" جس کا ترجمہ یہ ہے کہ وے رجوع کرایا اپنے پروردگار کو" یعنی پروردگار کی توجہ کو اس طرف رجوع کرانا چاہا کہ تعمیل حکم ربانی مین جس امر کا اندیشہ تہا اور جو خواہش تھی"

جس فقرۂ حدیث پر مصنف مخاطب اعتراض کرتے ہین اُس حدیث کا شروع یہ ہے وے امام محمد باقر علیہ السلام سے ہو کہ حکم کیا اللہ عز و جل نے اپنے رسول صلعم کو ولایت علی ع کا اور نازل کی اُس رسول ص پر آیت انما ولیکم اللہ الخ ۔ اور فرض کی ولایت اولی الامر کی پس نہ جانا کسی نے کہ کیا ہے وہ ۔ پس حکم کیا اللہ نے محمد صلعم کو یکہ تفسیر کرین اُن لوگون کے لیے ولایت کو جیسے کہ تفسیر کی پیغمبر ص نے اسطے اُن لوگون کے صلوۃ زکوۃ صوم اور حج کی ۔ پس ہرگاہ کہ آیا یہ امر اللہ کی طرف سے ۔ تنگ ہوا اُس کے سبب سے سینہ رسول اللہ ص کا اور خوف ہوا یہ کہ پہر جاوینگے اپنے دین سے اور یہ کہ جہٹلاوینگے وہ لوگ پیغمبر ص کو ۔ پس تنگ ہوا سینہ آنحضرت کا اور رجوع کرایا اپنے پروردگار عز و جل کو"

اس مضمون پر یہ اعتراض مصنف کا وارد نہین ہوتا ہے کہ وے رسول ص نے یہ بہی خیال نہ کیا کہ اللہ کو بہی سب کچہہ خبر ہے وہ حکیم اور علیم ہے ۔ پہر اُن کو اللہ کا حکم پہونچانے مین کیا تردد تہا ۔ اللہ کے حکم کو بار بار رد کرنا اور اُس مین یہ شرط مقرر کرنا کہ محافظت کا وعدہ نازل ہوگا تو ہم اس حکم کو ادا کرین گے ورنہ ادا نہ کرین گے اطاعت نہین بلکہ سرکشی ہے ۔ اگر محافظت کا وعدہ نازل نہوتا تو رسول ص اس حکم کی تبلیغ کبھی نہ کرتے" مصنف مخاطب کے اس اعتراض

کا جواب ہماری اُسی تقریر سے ظاہر ہو جاتا ہے جو ابھی ہم نے اوپر تحریر کی ہے کہ جب خود آیت سے یہ ظاہر ہے کہ پیغمبرؐ نے کچھ اندیشہ بھی کیا اور وعدہ محافظت بھی چاہا تو ہر مسلمان کو سوچنا چاہیے کہ پیغمبرؐ سے زیادہ کوئی خدا کو حکیم اور علیم نہین جان سکتا تھا پھر پیغمبرؐ نے کیون تفسیر آیت مین اندیشہ کیا اور کیون وعدہ محافظت کا چاہا

خدا کے حکیم ہونے کے یہ معنی ہین کہ اُس نے اپنی حکمت سے ہر کام کے ہونے اور ہونے کے لیے اسباب اور سامان کے جمع ہونے کا قاعدہ مقرر کیا ہے۔ اور خدا کے علیم ہونے کے یہ معنی ہین کہ جو جو واقعات پیش ہوتے جاتے ہین اُس کا علم اُس کو محیط ہو۔ خدا کو بیشک اس بات کا علم تھا کہ مین ایک آیت متعلق ولایت کے نازل کرون گا اور پیغمبرؐ کو اُس کی تفسیر کرنے کے وقت اندیشہ ہو گا اور پیغمبرؐ اپنا اطمینان حفظ کا مجھسے چاہے گا اور مین وعدہ نگہبانی اُسکی کا کرونگا۔ تب وہ تفسیر اُس آیت کی کر دے گا۔ ایسی حالت مین نہ پیغمبرؐ کے اندیشہ اور خواہش اطمینان پر کوئی اعتراض ہو سکتا ہے اور نہ خدا کے حکیم و علیم ہونے پر۔

خدا اور پیغمبرؐ کے درمیان اور قوت ملکوتیہ کے ذریعہ سے جو کچھ کہ راز و نیاز ہوتا ہے مضمون حدیث کا کچھ بھی اُس کے منافی نہین ہے۔ اور نہ اُس سے رد کرنا حکم خدا کا۔ یا انکار تعمیل حکم کا لازم آتا ہی۔ ایک محکوم کی شان اطاعت اور ایک عبد کی شان عبودیت بمقابلہ اپنے حاکم و معبود کے اسی سے ثابت ہوتی ہے کہ محکوم اور عبد کے دل مین جو کچھ ہو وہ اپنے حاکم اور معبود کے سامنے ظاہر اور اُسی سے

دعاسے نصرت کرے۔ اس موقع پر پیغمبرؐ نے اس سے زیادہ کچھہ نہین کہا کہ جو کچھہ پیغمبرؐ کے دل مین اندیشہ تہا وہ خدا کے سامنے بیان کیا اور اپنی حفظ کا اطمینان چاہا۔ خدا سے عرض حال اور دعا مانگنے اور خدا کو اپنی التماس پر متوجہ اور رجوع کرانے کی مراد رد حکم اور عدم اطاعت اور سرکشی سے نہین ہو سکتی اور یہ کہان سے معلوم ہوا کہ اگر خدا وعدۂ حفظ نہ کرتا تو پیغمبرؐ اس امر کو نہ کرتے بلکہ یہ یقین کرنا چاہیے کہ اگر خدا وعدہ حفظ نہ کرتا اور یہ فرماتا کہ اے پیغمبرؐ گو تو قتل ہو جاوے مگر اس امر کی تعمیل کر تو بھی ضرور پیغمبرؐ تعمیل اس کی کرتے۔ نبی معصوم کا حال حضرت عمرؓ پر طعن سے بالکل مخالف ہی۔ نبیؐ نے نہ حکم خدا کو رد کیا نہ اطاعت خدا سے سرکشی کی۔ اپنی نگہبانی کا اطمینان چاہا ہی۔ اور حضرت عمرؓ نے وہ حرکت کی کہ جس سے وہ اطاعت رسولؐ سے منع قرطاس اور دوات کے باعث ہو کر خارج ہو گئے۔

علماے شیعہ مین سے کوئی بھی مضمون حدیث پر حیران نہین ہوا۔ ملا خلیل قزوینی نے جو یہ لکھا ہے کہ وہ رسولؐ کا میل یہ تہا کہ شاید تصریح اور تفسیر ولایت کی قرآن مین ہو جائے اور اکتفا سنت پر نہ ہے الخ نہ ہماری تقریر کے منافی ہے اور نہ کچھہ قابل اعتراض کے ہے وہ بھی ایک عالم شیعہ کی راے ہے۔ اور جس سے یہ ظاہر نہین ہوتا کہ انھون نے حیران ہو کر وہ راے ظاہر کی ہے۔

امر کا مون مین بے شک رسولؐ کو یہ دخل نہین کہ رسولؐ خدا سے یہ چاہے کہ خدا اپنے حکم کو رد کر دے لیکن رسولؐ کو بیشک

یہ اختیار تھا کہ کسی امر کی تفسیر اور وضاحت بحیثیت قرآن کے نازل کرائے اور خدا کو یہ اختیار تھا کہ چاہے اُس کی توضیح بہ حیثیت قرآن کے نازل کرے چنانچہ بارہا ایسا ہوا ہے کہ رسولؐ نے اور رسولؐ کے کسی غیر رسولؐ نے بھی کسی امر کی تشریح رسولؐ سے چاہی ہے اور خدا نے اُسکے متعلق آیت نازل کردی ہے اور یہ بھی خدا کا اختیار تھا کہ کوئی تفسیر بہ حیثیت قرآن کے نازل نہ کرے اور تفسیر کا اختیار رسولؐ پر چھوڑے اور اس واقعہ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ رسولؐ کے نزدیک مسئلہ امامت قرآن مین نہ تھا بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسولؐ کے نزدیک مسئلہ امامت قرآن مین تھا۔ جیسے کہ صلوۃ اور زکوۃ اور صوم وحج کا۔ مگر تفسیر اُس کی اختیار رسولؐ مین تھی اور رسولؐ نے اُنکی تفسیر کردی۔ اور اسی وجہ سے جیسے کہ قرآن نص ہے ویسے ہی قول اور فعل رسولؐ کا۔

ملا محمد باقر مجلسی رحمہ نے حیات القلوب کی جلد دو ذکر حجۃ الوداع مین بیشک یہ لکھا ہے۔ کہ وہ پہلے بھی اس باب مین (نصب امیر المومنین بہ خلافت) وحی اُن حضرت پر نازل ہوئی تھی۔ لیکن وقت مقرر نہین تھا اور تاکید نہ تھی اس سبب سے حضرت نے تاخیر کی کہ مبادا درمیان امت کے اختلاف حادث ہو۔ اور بعض اُن کے دین سے پھر جاوین الخ یہ رائے اُس عالم موصوف کی خلاف اخبار نہین ہے اور اُنھون نے فوراً عمل مین نہ لانے کی وجہ ظاہر کی ہے۔ لیکن اُس کا نتیجہ یہ نہین ہے۔ کہ آنحضرت رسولؐ اُس امر کی تبلیغ کو ٹالتے رہتے تھے الخ اگرچہ تبلیغ رسالت رسولؐ پر واجب تھی مگر جب ابتدائی

حکم فوری نہ تھا۔ تو اُس حکم کی تعمیل مین رسول م کو ہر پہلو پہ نظر کرنا ضرور تھا ۔ کہ کیونکر اُس کو عمل مین لاوین اور جو اندیشہ کہ اُس کے عمل مین لانے سے پیدا ہو سکتا تھا۔ اُس کے متعلق فکر اور اپنی حفاظت کی استدعا خدا سے کرین اور جس وقت کہ حکم تاکیدی آیا اور وعدہ حفاظت کا کیا گیا اُس وقت فوراً تعمیل کی اس سے یہ لازم نہین آتا ہے۔ کہ پیغمبر م اُس کی تعمیل کو ٹالتے رہے تھے جس وقت کہ صلوٰۃ یا زکوٰۃ کا حکم آیا تھا۔ تو کیا یہ ہو سکتا تھا کہ پیغمبر م اُسی وقت سے تعمیل اِن احکام کی اس طرح سے شروع کر دیتے کہ بندگان خدا ہر وقت بلا تعین وقت اور تعداد رکعات کے برابر نماز پڑھے جاتے۔ اور زکوٰۃ بلا قید سال اور بلا تعین نصاب کے دے جاتے ۔ کیا یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ تعین وقت اور تعداد رکعات معینہ در نصاب سے پیغمبر م نے حکم صلوٰۃ اور زکوٰۃ کو ٹال دیا۔ کہ بجائے اس کے کہ رات دن نماز پڑھی جاوے پانچ وقت مقرر کر دیے کہ جس مین چند لحظہ صرف ہوتے ہین اور بجائے اس کے کہ بعد اخراجات معمولی روزانہ و شبانہ کے جو کچھ بچے وہ زکوٰۃ مین دیدیا جاوے ایک سال کے قوت اور نصاب زکوٰۃ مال بیس اندازہ پر مقرر کیا۔ اس کی نسبت معترض کہ سکتا ہے کہ ان احکام کی تعمیل کو پیغمبر م نے خوب ٹالا۔

اصول کافی کی کتاب الحجۃ مین باب ماعند الائمہ مین سلاح رسول اللہ مین بے شک امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ روایت ہے کہ جب نزدیک ہوئی وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بلایا عباس ابن عبد المطلب اور امیر المومنین علیہ السلام کو اور کہا عباس

سے (آیا) لے گا تو میراث محروم کی اور ادا کرے گا تو دین اُس کا اور پورا کرے گا تو وعدون کو اُس کے پس لوٹا دیا اُن عباس نے اُن پیغمبر پر اور کہا یا رسول اللہ مین بوڑھا کثیر العیال قلیل المال تاب نہین وہ سکتا تیزی حالانکہ تو برابری کرتا ہے۔ ہوا کی (یہ ایک محاورہ عرب کا ہے کہ تیزی اور مستعدی اور سخاوت کے محل پر بولتے ہین) پس پھر تھوڑا لیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑی دیر پھیر فرمایا اے عباس آیا لیوے گا تو میراث محروم کی اور پورا کرے گا اُس کے وعدون کو اور ادا کرے گا دین اُس کا پھر کہا اُن عباس نے میرے مان باپ تم پر فدا ہون مین بوڑھا کثیر العیال اور قلیل المال ہون ـــ اور حالانکہ تو برابری کرتا ہے ہوا کی۔ فرمایا پیغمبرؐ نے آگاہ ہو بے شک کہ مین قریب ہے کہ دون گا ایسے شخص کو کہ لے گا اُس کو کہ حقدار اُس کا ہے ؂ مضمون اس حدیث سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ بنظر اسکے کہ عباس چچا پیغمبرؐ کے تھے اور خاندان پیغمبرؐ مین مسن تھے۔ پیغمبرؐ نے بہ نظر مصلحت اور اتمام حجت کے اس اندیشہ سے کہ مبادا بعد وفات پیغمبرؐ کے حضرت عباس علی مرتضیٰؑ سے کسی قسم کا جھگڑا کرین عباس اور علی مرتضیٰؑ دونون کو طلب کیا اور عباس کی نیت اور ارادے کو بہ طریقہ اسلوب دریافت فرمایا اور حضرت عباس کے جواب سے انکار اُن کا ظاہر ہو گیا۔ یقین کرنا چاہیے کہ اگر حضرت عباس اقرار کرتے تو پیغمبرؐ اُن کو سمجھا دیتے کہ وہ مستحق اُس کے نہین ہین جس کا وہ ارادہ کرتے ہین اور اُس کا مستحق وہ شخص ہی جو حضرت عباس کے ساتھ بلایا گیا ہے۔ چنانچہ اسوقت بھی پیغمبرؐ نے فرما دیا کہ آگاہ

ہو کہ مین وہ اُس شخص کو دون گا کہ جو اُس کے لینے کا حق رکھتا ہے"
اور کچھ شبہ نہین کہ پیغمبرؐ نے جو کچھ بہ اصرار حضرت عباس سے
دریافت فرمایا وہ بہ نظیر اتمام حجت اور قطع نیت اور ارادہ حضرت
عباس کے تھا تاکہ ہر کوئی جان جاوے کہ بعد پیغمبرؐ حضرت عباس
کا کسی چیز مین کوئی حق نہین ہے اور جس اندیشہ سے کہ پیغمبرؐ نے یہ امر
کیا تھا وہ بعد پیغمبرؐ وقوع مین آیا۔ کہ با این ہمہ حضرت عباس علی مرتضیٰعؑ
سے جھگڑتے ہوئے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے سامنے دونون
کے عہد خلافت مین گئے اور ناکام ہوئے۔ اور خلفاے بنی عباس
نے امر خلافت کو میراث پیغمبرؐ کا استحقاق اپنے دادا عم پیغمبرؐ مین قرار
دے کر ایک تدبیر سے اپنے اوپر قائم کر لیا اور اپنا مذہب اور مسلک
یہ قرار دے لیا کہ خلفاے ثلاثہ اور علی مرتضیٰؑ سب کے سب ناحق
تھے۔ حالانکہ اس روایت سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ میراث پیغمبرؐ
لینے کی اور پیغمبرؐ کے دین ادا کرنے کی اور اُس کے وعدے کو پورا
کرنے کی لیاقت اور قابلیت اور اُس کا حق سواے علی مرتضیٰؑ کے
اور کوئی نہین رکھتا تھا۔ اور مقصود اس عمل پیغمبرؐ کا یہ ہی تھا کہ اس
امر کی لیاقت اور قابلیت اور حق علی مرتضیٰؑ رکھتے ہین نہ عباس نہ کوئی
اور۔ مصنف مخاطب جو اس روایت کا نتیجہ یہ بتاتے ہین کہ پیغمبرؐ کی
مرض موت مین نیت بدل گئی تھی۔ اور عباس کو اپنا وصی اور وارث
بنانا چاہتے تھے۔ اگر عباس وصی ہونا قبول کر لیتے تو یہ ہتھیار وغیرہ
انھین کو ملتے جو نشان امامت اور خلافت تھے" ایسا نتیجہ طرز بیان
اور مضمون حدیث کے صریح خلاف ہے۔ اگر حضرت عباس کا انکار نا واجب

ہوتا تو پیغمبرؐ ضرور اُن کو سمجھا کر اپنا وصی اور ولی امت کا مقرر کر دیتے لیکن پیغمبرؐ اُن کو مستحق وصایت اور ولایت نہیں سمجھتے تھے اس لیے پیغمبرؐ نے اُن کے انکار کے اظہار کے بعد یہ فرما دیا کہ "وہ حقدار کو یہ امور عطا فرمائیں گے"۔ یہ ظاہر ہے کہ حضانت حضرت فاطمہؑ دختر پیغمبرؐ کی بوجہ شوہر ہونے علیؑ کے۔ اور حفاظت حسنینؑ کی بوجہ والد ہونے علیؑ کے لامحالہ ذمہ علیؑ کے تھی اب طرف سے پیغمبرؐ کے حفاظت حقوق حضرت فاطمہؑ اور حسنینؑ کی بابت اور کوئی وصی مقرر کیسے ہو سکتا تھا؟ اور ایسے ہی کار امامت پیش پیغمبرؐ علیؑ کرتے تھے کسی اور کو حق ولایت پہونچ کیسے سکتا تھا؟ اور کچھ شبہ نہیں کہ یہ روایت مؤید روایت طلب قرطاس اور دوات کے ہے کہ جو خود اہل سُنت کے یہاں بھی صحیح طور پر منقول ہوئی ہے۔ پیغمبرؐ کو جو اندیشہ حیلہ اور حجت کا علی مرتضیٰؑ کی جانشینی کے متعلق۔ لوگوں کی طرف سے تھا اور اُس کے رفع کرنے کو پیغمبرؐ یہ ارادہ کرتے تھے کہ علی مرتضیٰؑ کی جانشینی کو ہر کوئی بلا حیلہ اور حجت کے قبول کر لے اور اُس کے سرانجام کے لیے جو تدبیر فرماتے تھے وہ بمقابلہ اہل خاندان پیغمبرؐ اور غیر اہل خاندان پیغمبرؐ دونوں کے لیے تھی اس لیے کہ وہ اندیشہ پیغمبرؐ کو خاندان اور غیر اہل خاندان دونوں کی طرف سے تھا۔ اور سخت اندیشہ اس بات کا تھا کہ اہل خاندان غیر اہل خاندان سے اتفاق کر کے امر جانشینی علی مرتضیٰؑ کو درہم و برہم نہ کر دیں اسی لیے پیغمبرؐ نے اول حضرت عباسؓ مسن اہل خاندان سے اپنے امر خلافت اپنے کا کہ جس کی حضرت عباسؓ قابلیت اور لیاقت نہیں رکھتے تھے اُس روش سے جو روایت میں مذکور

سے ہے ترک ارادہ اورنیت کا اورانکار اُس کا ظاہر کرایا تاکہ بوجہ ترک ارادہ اورنیت اورانکار بڑے بوڑھے خاندان کے اہل خاندان مین سے بھی کسی اور کو جرأت اور موقع حیلہ اورحجت جانشینی پیغمبرؐ علی مرتضیٰ ؑ کی نسبت نہ ہو سکی۔ اور جب اہل خاندان مین سے ایسی جرأت نہو سکیگی تو غیر اہل خاندان کو موقع حیلے اورحجت کا ہرگز نہ ہو سکے گا۔ جب پیغمبرؐ اہل خاندان کی طرف سے مطمئن ہو گئے۔ تب اُنھون نے غیر اہل خاندان کے سامنے صرف اسی قدر کافی سمجھا کہ کاغذ و دوات منگا کر آخری وصیت اپنی لکھا دین تاکہ پھر کسیکو موقع حیلے اورحجت کا اور مرضی پیغمبرؐ سے اختلاف کا باقی نہ رہے یقین کرنا چاہیے۔ کہ پیغمبرؐ جو تدبیر اور کوشش کر رہے تھے کہ علی مرتضیٰ ؑ کی جانشینی مین کوئی حیلہ اورحجت پیدا نہ ہو۔ اُسی ایک تدبیر اور کوشش کے متعلق یہ دو حصہ ہین۔ اول روایت متعلق حضرت عباس کے اور دوسری روایت متعلق طلب قرطاس و دوات کے۔ پس امامت علی ؑ کا حکم ایسا تھا کہ۔ رسول ؐ آخر وقت تک اُس کے قائم کرنے کے لیے کوشش کرتے رہے۔ یہ کہنا مصنف مخاطب کا "کہ امامت علی ؑ کا حکم ایسا تھا کہ رسول ؐ آخر وقت تک اُس کی مخالفت کی کوشش کرتے رہے" صریح غلط قرار پاتا ہے۔ رسول ؐ کو ہرگز خیال مخالفت حکم امامت علی مرتضیٰ ؑ کا نہین تھا۔ اور نہ اُس خیال رسول ؐ نے صحابہ کے دلون مین اثر کیا تھا۔ بلکہ صحابہ کے دلون مین خود یہ خواہش تھی کہ خلاف مرضی پیغمبرؐ کے حیلہ اورحجت سے خلافت اپنی طرف منتقل کرلین اور خلاف اپنی خواہشون کے صحابہ کے دلون مین حکم امامت علی ؑ کا اثر پیدا ہی نہین ہوا تھا۔ کبھی دل سے اُنھون نے

امر امامت علی مرتضیٰ ع کو قبول ہی نہین کیا تھا۔ اور اسی وجہ سے مانع قرطاس و دوات کے ہوئے کہ بہ حالت آخری وصیت تحریری پیغمبر کے امر امامت علی مرتضیٰ ع مین کسی کو پھر موقع حیلہ اور حجت کا باقی نہ رہے گا اور اُس آخری وصیت تحریری کو شور غل مچا کر اور نزاع کو طول دے کر ٹال دیا۔ بخیال مخالفت حکم امامت علی ع کا مستحکم کرنے کے لیے رسول ص نے یہ امر تقدیری نہین سنا دیا تھا۔ کہ میرے بعد ابوبکر ؓ اور عمر ؓ پھر خلیفہ ہونگے الخ جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین۔ بلکہ بنظر موجودہ حالت زمانہ کے جانتے تھے کہ لوگ میری اور خدا کی مرضی کے موافق عمل نہ کرینگے اور جو کچھ کہ مین نے امر امامت اور خلافت علی مرتضیٰ ع کے لیے تبلیغ رسالت قولاً اور فعلاً کیا ہے اُس کو نہ مانین گے اور میرے آخر وقت تک کی کوشش رائگان جائے گی اور حضرت ابوبکر ؓ اور حضرت عمر ؓ خلیفہ بن بیٹھینگے۔ اسی وجہ سے پیغمبر ص نے وہ پیشین گوئی کی اور اُس پیشین گوئی مین مخالفت حضرات شیخین کی پیغمبر ص نے ظاہر کی ہے۔

لیکن حضرت ابوبکر ؓ اور حضرت عمر ؓ کا مخالف مرضی اور کوشش کے خلیفہ بن بیٹھنا ایسا امر تقدیری نہین تھا کہ جسپر وہ مجبور رہوں۔ بلکہ وہ امر اُن کا اختیاری تھا اور اُسی اُن کے اختیار نے سیاہ داغ مخالفت پیغمبر ص کا اُنکی پیشانی پر لگا دیا۔ کوئی مسلمان ارتداد یا مخالفت ہدایت پیغمبر ص کی اختیار کرے تو وہ اُس امر کا ضرور مستوجب ہو گا جس کا کہ وہ بحالت ارتداد یا مخالفت ہدایت پیغمبر ص کی مستوجب ہو سکتا ہے۔ یہ سمجھ کر کہ امر تقدیری وہی تھا بری نہین ہو سکتا

پس طعن قرطاس مین جو الزام حضرت عمرؓ پر عائد کیا جاتا ہے اُس سے بڑھکر امر ولایت کی تبلیغ مین رسولؐ پر کیونکر الزام عائد ہو سکتا ہے جیساکہ مصنف مخاطب خیال کرتے ہین پیغمبرؐ آخر وقت تک امر ولایت کی تبلیغ اور تعمیل اور تشریح مین اسی حیثیت سے کہ کسی کو موقع حیلہ وحجت کا نہ رہے ۔ کوشش کرتے رہے ۔ اور حضرت عمرؓ نے اسی آخری ہدایت پیغمبرؐ کی تشریح کو کہ موقع حیلہ وحجت کا باقی رہی حیلے سے اس کی تعمیل کو روک دیا ۔ اس سے جو کچھ طعن قرطاس وہ الزام ہے وہ حضرت عمرؓ پر عائد ہے آمر ولایت علی مرتضیٰؑ اور اُس کی تعمیل اور سعی اُس کے قائم کرنے مین پیغمبرؐ پر کچھ بھی الزام نہ عائد ہے نہ ہو سکتا ہے ۔ واقعہ طلب قرطاس و دوات مین جو پیغمبرؐ کی نسبت لفظ ہجر کہا گیا ہے ۔ اُسکی نسبت معترض مخاطب بحث کرتے ہین اور واقعہ کو یہان سے لیتے ہین کہ ایک فریق کہتا تھا کہ قلم دوات لاؤ دوسرا کہتا تھا کہ اس شدت مرض کے وقت تکلیف مت دو اُسوقت بعض لوگون نے یہ کہا۔

مَاشَانُهٗ اَهَجَرَ اِسْتَفْهِمُوْا۔ رسولؐ کا کیا حال ہے کیا جدا ہو گئے غور کرو۔ واقعہ طلب قرطاس کے متعلق اہل سنت نے یہان صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور مشکوٰۃ[1] مین متعدد روایات بہ طرق مختلفہ ابن عباس سے منقول ہوئی ہین جن مین سے کسی مین قضیہ

[1] بخاری کتاب العلم باب کتابۃ العلم کتاب الجہاد باب ھل یستشفع الی اھل الذمۃ ۔ کتاب الخمس باب اخراج الیہود باب مرض نبی دو جگہ ۔ کتاب المرضٰی ۔ مسلم کتاب الوصایا باب وصیت النبیؐ دو جگہ مشکوٰۃ ۔

قرطاس کی تفصیل ہے اور کسی مین اجمال لیکن نتیجہ مضمون مین سب متحد ہین اور اُن سب روایات کو جب یکجا پڑھا جاوے تو حاصل مضمون اُن کا یہ ہوتا ہے کہ جس وقت نزدیک ہوا زمانہ وفات پیغمبرؐ کا اُس حالت مین کہ گھر مین چند لوگ اور اُن مین حضرت عمر بھی تھے پیغمبرؐ نے فرمایا کہ لے آؤ تم میرے پاس کاغذ اور دوات تاکہ لکھدون مین تم کو ایک کتاب کہ ہرگز بعد اُس کے تم گمراہ نہ ہوویں کہا عمرؓ نے غلبہ کیا ہے پیغمبرؐ پر رنجوری اور دردمندی نے اور تمھارے پاس قرآن ہے - پس کافی ہے ہمارے لیے کتاب خدا - پس اختلاف کیا اور جھگڑا کیا اُن لوگون نے اور نہین سزاوار تھا نبیؐ کے پاس جھگڑا بعضے کہتے تھے کہ نزدیک لے آؤ سامان کتابت اور بعضے وہی کہتے تھے کہ جو کچھ عمرؓ نے کہا تھا - اور کہا لوگون نے ہجر کیا ہجر کیا رسول اللہ نے اور ہجر کرتا ہے رسول اللہ اور کہتے تھے کہ کیا شان ہے نبیؐ کی آیا ہجر کیا اُس نے سمجھ لو پیغمبرؐ سے - جب جھگڑے کی باتین بڑھ گئین اور بیہودگی زیادہ ہوگئی - پیغمبرؐ نے فرمایا کہ چھوڑ دو مجھکو اُس حالت مین کہ جس حالت مین مین ہون کہ وہ بہتر ہے اُس سے کہ جس مین تم مجھکو چاہتے ہو - پس چلے گئے لوگ رد کرتے ہوئے پیغمبرؐ پر ابن عباس کہتے ہین - سخت مصیبت تھی ہر مصیبت سے جو کچھ کہ حائل ہوئی درمیان رسول اللہؐ اور اُن کی کتابت کے - ابن عباس یہ بھی کہتے تھے کہ مصیبت کا دن تھا دن پنجشنبہ کا اور پھر روئے یہانتک کہ آنسو اُن کے سنگریزون پر جاری ہوگئے [1]

ان روایتون مین یہ بھی منقول ہے کہ اُسی وقت پیغمبرؐ نے

تھین تین وصیتین کین ایک اخراج مشرکین کے لیے جزیرہ عرب سے دوسرے جائزہ دینا سفیرون کو۔ تیسری وصیت سے راوی نے سکوت کیا ہے یا کہا ہے کہ مین بھول گیا"۔

ہجر کے معنی جدائی کرنے اور پریشان باتین کرنے بیمار کے ہین اور مہجور کے معنی سخن پریشان کرنے کے آتے ہین۔ خدا کا قول ہے۔ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجورا اے قالوا فیہ غیر الحق"۔ یعنی تحقیق کہ میری قوم نے ٹھہرایا اس قرآن کو غیر حق"۔

خاص لفظ ہجر کے کہنے والون کا نام اگرچہ ان روایتون مین مذکور نہین ہے۔ لیکن حضرت عمرؓ کا نام بالتخصیص لیا گیا ہے کہ وہ اُن لوگون مین موجود تھے جو اُس گھر مین حاضر تھے۔ اور حضرت عمرؓ نے کہا۔ کہ غلبہ کیا ہے درد نے پیغمبرؐ پر اور تمھارے پاس قرآن ہے بس کافی ہے ہمارے لیے کتاب خدا۔ جس کا صاف مقصود یہ ہے کہ پیغمبرؐ شدت مرض مین ویسی ہی پریشان باتین کرتا ہے جیسے کہ معمولاً انسان شدت مرض مین باتین کیا کرتا ہے۔ اور ہمارے پاس کتاب خدا موجود ہے۔ پیغمبرؐ غیر حق کتاب لکھنا چاہتا ہے جن لوگون نے کہ صاف ھجر کا لفظ پیغمبرؐ کی نسبت کہا اُنھون نے وہ لفظ باتباع معنے منظرہ حضرت عمرؐ کے کہا۔ اور روایتون مین صاف منقول ہے۔ کہ بعضے وہی کہتے تھے کہ جو کچھ کہ عمرؓ نے کہا تھا۔ پس مصنف مخاطب کے اس کہنے سے کہ لفظ ھجر کے کہنے والون کا نام معلوم نہین۔ کہ وہ کون کون تھے اور اگر اس عبارت

سے کوئی طعن پیدا ہو تو وہ کسی شخص خاص کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا۔ حضرت عمرؓ اُس طعن سے بری نہیں ہو سکتے۔ بلکہ جب اُس حقیقت کو دیکھا جائے جو ہم نے ظاہر کی سراسر وہ طعن صرف حضرت عمرؓ کے ذمہ عائد ہوتا ہے اور اُس مصیبت کے نازل کرانے کے باعث حضرت عمرؓ ہی ہوئے ہیں۔ کہ جس مصیبت کو ابن عباس یاد کر کے ایسا روتے تھے کہ اُن کے آنسوؤں سے سنگریزے تر ہو جاتے تھے۔ اگر ہجر کے معنی جدائی کے لیے جائیں اور کہنے والوں کا یہ مطلب سمجھا جاوے کہ رسول اللہؐ جو ایسا فرماتے ہیں۔ کیا آپ کی وفات کا وقت قریب آگیا۔ اور ہم سے جدا ہوگئے جیسا کہ مخاطب یہ ہی معنے لیا چاہتے ہیں تو سمجھ لینا چاہیے کہ پیغمبرؐ کے ارشاد کا اور یہ جواب اُس ارشاد کے لوگوں کے اس جواب کا ربط اور نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ پیغمبرؐ نے یہ فرمایا تھا کہ لے آؤ میرے پاس کاغذ اور دوات تاکہ لکھدوں میں تم کو ایک کتاب کہ ہرگز بعد اُس کے تم گمراہ نہ ہو۔ اُس ارشاد کا اگر لوگوں نے درحقیقت یہ جواب دیا تھا کہ کیا اب آپ کی وفات کا وقت قریب آگیا ہے اور ہم سے جدا ہوگئے تو بجواب اسکے پیغمبرؐ فرمادیتے کہ ہاں میری وفات کا وقت قریب آگیا ہے اور میں تم سے جدا ہوتا ہوں اور اسی واسطے میں تم کو ایسی کتاب لکھنا چاہتا ہوں کہ بعد میرے تم گمراہ نہ ہو۔ اور اس کے بعد بالاتفاق کل مجمع پیغمبرؐ سے وہ کتاب لکھوا لیتا جس کو کہ پیغمبرؐ لکھنا چاہتے تھے۔ لیکن نہیں ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ بعد ارشاد پیغمبرؐ کے سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے کہا تھا کہ پیغمبرؐ پر غلبہ رنجوری اور دردمندی نے کیا ہے۔ کافی ہے

ہمارے لیے کتاب خدا" یعنے اور کتاب لکھنے کو پیغمبرؐ ناحق کہتے ہین۔ اور اسی پہ لوگون مین اختلاف اور جھگڑا ہونے لگا کہ بعض کہتے تھے کہ سامان کتابت کا لے آؤ اور بعض اُس کے خلاف تھے۔ بعضے جو حضرت عمرؓ نے کہا تہا اُسی کی تائید کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ پیغمبرؐ نے ہجر کیا اور پیغمبرؐ کی شان کو سمجھہ لو کہ آیا اُس نے ہجر کیا ہے یعنے یہ گروہ حاضر کرنے سامان کتابت کا مانع ومخالف تہا ایسی حالت مین ہجر کے معنے بجز سخن پریشان اور قول ناحق کے اور کچھہ لیے جا ہی نہین سکتے۔

ہجر کے اس معنے مین کہ شدت مرض مین بیمار کی زبان سے جو باتین مشتبہ نہین جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین بلکہ پریشان اور بیہودہ اور ناحق نکلین اُس کی ایک قسم مصنف مخاطب یہ قرار دینا چاہتے ہین کہ " مریض قصد صحیح سے کلام کرنا چاہے مگر زبان پر خشکی غالب ہونے کی وجہ سے آواز ایسی نکلے جو سُننے والون کی سمجھہ مین اچھی طرح نہ آوے " یہ قسم ایجاد مصنف مخاطب نے کی ہے اہل لغت نے یہ معنی نہ کہین لکھے اور نہ ایسی قسم معنی ہجر مین داخل ہوسکتی ہے۔ اس لیے کہ ہجر کے معنے مین وہ قسم داخل ہوسکتی ہے۔ کہ جو غلبۂ مرض کے سبب سے عقل اور فہم مریض مین فتور آگیا ہو۔ اور اُس حالت مین وہ کچھہ کلام کرے۔ اور مصنف مخاطب جو قسم ہجر مین داخل کرنا چاہتے ہین وہ یہ ہے کہ اُس مین مریض قصد صحیح سے کلام کرنا چاہے مگر زبان سے بہ وجہ کسی اور تعذر کے ایسی آواز نکلے جو سُننے والون کی سمجھہ مین اچھی طرح سے نہ آوے یہ صورت بوجھہ

نقص اور تعذر عضو ادائے کلام کی ہوگی اور اسی واسطے مذہب شیعہ میں یہ شرط کی گئی ہے کہ پیغمبرؐ اور امام ایسا نہین ہو سکتا کہ جسکے کسی عضو مین نقصان ہو۔ اور اگر یہ قسم بھی ھجر کے معنی میں لیجاوے جس کا قصد مصنف مخاطب کرتے ہین تو یہ حالت پیغمبرؐ پر طاری نہین تھی اس لیے کہ پیغمبرؐ نے جو یہ ارشاد فرمایا تھا۔ کہ لے آؤ تم میرے پاس کاغذ دوات تاکہ لکھدون مین تم کو ایک کتاب کہ ہرگز تم بعد اُس کے گمراہ نہ ہوگے یہ کلام بلا اختلاف اور بلا تردد صاف سمجھہ لیا گیا۔ کسی روایت مین یہ وارد نہین ہوا کہ یہ کلام پیغمبرؐ کا زبان خشکی غالب ہونے کی وجہ سے آواز ایسی نکلی جو سننے والون کی سمجھہ مین اچھی طرح نہ آئی۔ اور کسی ایک شخص نے بھی اس نوعیت سے اس کلام پیغمبرؐ کو ظاہر کرکے اختلاف نہین کیا اور بعد سننے اختلاف اور جھگڑے اور زیادتی بیہودگی کے پیغمبرؐ نے جو یہ فرمایا کہ چھوڑ دو مجھکو اُس حالت مین کہ جس حالت مین ہون کہ وہ بہتر ہے اُس سے کہ جس مین تم مجھکو چاہتے ہو" اس کلام کی نسبت بھی نہین کہا گیا ہے۔ کہ وہ حالت تعذر مین پیغمبرؐ نے کہا تھا اور اچھی طرح سمجھہ مین نہین آتا تھا۔ بلکہ کسی نے اس کلام پیغمبرؐ کو ہجر بھی نہین کہا اور جس کی مراد یہ تھی کہ وہ لوگ پیغمبرؐ کے پاس سے دور ہو جاوین اور اُٹھہ جاوین۔ اور اس کلام کو پیغمبرؐ کے پیغمبرؐ کا کلام سمجھکر بغیر کسی خیال ہجر کے سمجھہ کر اُس کی تعمیل لوگون نے کی اور پیغمبرؐ کے پاس سے چلے گئے۔ اگر پیغمبرؐ کے اس کلام کو بھی ہجر سمجھتے یا ہجر ہونے مین تردد کرتے تو پیغمبرؐ کے

پاس سے ہرگز نہ چلے جاتے اس حالت مین وہ قسم ہجر کی جسطرح قرار نہین پاسکتی جو مصنف مخاطب قرار دینا چاہتے ہین۔

اسی وقت پیغمبرﷺ نے وہ تین وصیتین بھی کی تہین جن کا ذکر ہم نے اوپر کیا ہے۔ اور جن مین سے ایک وصیت کو راوی نے بیان نہین کیا۔ اور وہ وصیتین بھی اسی قصہ قرطاس مین منقول ہین کیا وجہ ہے کہ اُن وصیتون کو صحیح اور قابل عمل اسوقت تک سمجھا جاتا ہے۔ اور اُن کو ہجر نہین کہا جاتا۔ اور حسبنا کتاب اللہ پر عمل کرکے اُن وصیتون پیغمبرﷺ کو کیون برحق قبول کیا جاتا ہے؟ مصنف مخاطب بیہوشی مین بلا قصد معنی فرض کرکے یہ کلام اُس فریق کا ٹھہراتے ہین کہ جو لکھنے کا اصرار کرتے تھے یہ قصد مصنف مخاطب کا ویسا ہی بے محل ہے جیسا کہ پیغمبرﷺ کے ارشاد کو کچھ لوگون نے ہجر کہا۔ وہ فریق جو لکھنے کا اصرار کرتا تھا اگر یہ کہتا تھا (حالانکہ اُس نے ایسا نہین کہا) کہ کیون نہین لکھواتے کیا رسولﷺ کی باتین بیہوشی کی کی ہین ایسا کہنا اُن کا اُسی وقت مین ہو سکتا ہے کہ پہلے جب کوئی فریق یہ کہہ چکا ہو کہ وہ کلام پیغمبرﷺ کا بوجہ غلبہ رنجوری اور دردمندی کے ہے اور ہم کو کتاب خدا کافی ہے یعنے اور کتاب کی حاجت نہین ہے اور پیغمبرﷺ کا یہ کلام ناحق ہے۔

بالآخر مصنف مخاطب اپنی تاویلات کے خلاف فرض کرکے اُن لوگون کی نسبت کہ جنھون نے کلام پیغمبرﷺ کو کلام بیہوشی کہا یہ لکھتے ہین کہ شاید اُنھون نے یہ خیال کیا ہوگا۔ کہ بیہوشی مین بلا قصد باتین کرنا عوارض مرض سے ہے۔ اور جس طرح مرض کے دوسرے عوارض

رسول ﷺ پر طاری ہوتے ہین اسی طرح کلام بیہوشی کی کیفیت بھی طاری ہوتی ہے۔ لیکن ایسی باتین جو منافی شان نبوت ہون بیہوشی مین بھی زبان رسول ﷺ سے نہین نکلین گی۔ پس اس کلام کی نسبت کلام بیہوشی کا لفظ اس وجہ سے اُن کی زبان سے نکل گیا کہ وہ اس کلام کو منافی شان نبوت نہین سمجھتے تھے یعنی رسول ﷺ کا یہ فرمانا کہ کاغذ و دوات وغیرہ لاؤ مین ایسا مضمون لکھوادون جو تم کو گمراہی سے بچاوے منافی شان نبوت نہ تھا۔ اور اسی کلام کا بلا قصد رسول ﷺ کی زبان سے نکل جانا وہ جائز سمجھتے تھے پس اگر یہ ثابت ہوجاوے کہ حالت بیہوشی مرض مین اچھے کلام بھی بلا قصد رسول ﷺ کی زبان پر نہین آتے تب اُن کی خطا ثابت ہوگی وہ معصوم نہ تھے اور رسول ﷺ کی شدت مرض دیکھکر اس وقت بدحواس بھی تھے اللہ سے امید مغفرت ہے" یہ بیان مصنف مخاطب کا جو اُن کی حالت صحت مین بلا قصد ہے اور جس مین ایک عجیب تاویل قرار دی گئی ہے کم اس سے نہین ہے کہ جو بلا قصد کسی مریض کی زبان سے کلمات نکلین۔ یہ سچ ہے کہ بیہوشی مین مریض پر ایسی حالت طاری ہوتی ہے کہ بلا قصد یا بے سمجھے باتین اُسکی زبان سے نکلتی ہین۔ لیکن اگر یہی کیفیت رسول ﷺ پر بھی طاری ہوتی ہے۔ جیسا کہ مصنف قائل ہین تو پھر مصنف مخاطب کا یہ کہنا کہ" ایسی باتین جو منافی شان نبوت ہون بیہوشی مین بھی زبان رسول ﷺ سے نہین نکلین گی" ہماری سمجھ مین تو آتا نہین کہ رسول ﷺ بیہوش بھی ہو اور منافی شان نبوت کی کوئی بات زبان سے بھی نہ نکالے۔ ہماری سمجھ مین تو یہ آتا ہے اور آسکتا ہے کہ نبی یا تو

ایسا بیہوش ہوجائیگا کہ اوس کی زبان سے کوئی بات نہ نکل سکے یعنی وہ قادر بات نکالنے
پر نرہیگا۔ اور یا بیہوش ہی نہین ہوگا گو کتنی ہی شدت مرض کی ہو کہ بلا قصد اور منافی شان
نبوت زبان سے نہ نکالے اس لئے کہ انبیا اور ائمہ کے دل و دماغ قدرت خدا
خاص وضع کے بناتی ہی۔ پس یہ مسئلہ مسلمانون مین مسلمہ ہونا چاہئے۔ اور مین جہان
تک خیال کرتا ہون مسلمہ ہے۔ کہ پیغمبر جو کوئی کلام کرے وہ اوسکا کلام یہ سمجہا
ہی نہین جاسکتا کہ وہ کلام اوس نے بیہوشی مین کیا ہے۔ اور اسیوجہ سے یہ ماننا لازم
ہی کہ جسوقت تک پیغمبر کلام کرے وہ بیہوش نہین ہے جسوقت کہ اوس کی زبان بند ہوجائی
اوسوقت سمجہا جائے کہ وہ بیہوش ہوگیا۔ جن لوگون کی زبان سے ایسا لفظ کلام پیغمبر کی
نسبت نکل گیا۔ کہ وہ کلام پیغمبر کی بیہوشی کا ہے۔ مگر وہ اوس کلام کو منافی شان نبوت کے
نہین سمجہتے ہین۔ اون کی نسبت درحقیقت مصنف مخاطب اس بات کے قائل ہوئی ہین
کہ اون لوگون کے ذہن مین تناقص تھا کیونکہ اگر وہ کلام پیغمبر کا بیہوشی اور بلا قصد تھا
تو یہ کیونکر ہوسکتا ہے۔ کہ وہ کلام منافی شان نبوت کے نہ تھا۔ کیا یہ امر قبول کیا جاسکتا
ہے کہ بلا قصد پیغمبر کا کچہ کہنا۔ منافی شان نبوت کے نہین ہے بلا قصد اور بغیر سمجہے وہ ہی
شخص باتین کرسکتا ہے جسمین شائبہ جنون اور خلل دماغی کا ہو۔ اور کم سے کم ایسا فعل
اوسکا فعل عبث سمجہا جائیگا جو منافی فعل حکیم کے ہی۔ ایسا ماننا پیغمبر کا کہ کسی حالت مین وہ
بلا قصد کلام کرتا ہے۔ تو اوس کو مجنون ماننے کے برابر ہے۔ اور جیسے کہ یہ نہین مانا جاسکتا کہ
اچہے کلام ہی حالت بیہوشی مین بلا قصد رسول کی زبان پر آتے ہین ویسے یہ بہی نہین مانا جاسکتا
کہ حالت بیہوشی مین بیہودہ کلام بہی بلا قصد رسول کی زبان پر آتے ہین۔ صرف یہ مانا جاسکتا ہے
کہ جب نبی بیہوش ہوجاویگا تب وہ کوئی کلام نہین کریگا نہ اچہا نہ برا اور جب تک کہ وہ
کلام کریگا بیہوش نہین سمجہا جاویگا۔ پس جن لوگون کی زبان سے کلام پیغمبر کی نسبت
کلام بیہوشی کا لفظ نکل گیا۔ اور وہ اوس کلام کو منافی شان نبوت بہی نہین سمجہتے ہین

تو اون کی نسبت یہہ لازم آویگا کہ وہ نہ شان نبوت کو سمجھتے تھے اور نہ یہہ جانتے تھے کہ نبی کو کس شان کا ماننا چاہئے اور کیا اوس کی شان سمجھکر ایمان لانا چاہئے۔ افسوس ہی کہ ایسے ایسے بزرگ صحابہ جنہون نے خود پیغمبرؐ سے تعلیم پائی تھی۔ انہون نے اسقدر بھی نہین سمجھا کہ شان نبوت کیا ہوتی ہے۔ اور نبیؐ پر ایمان کس شان سے لانا چاہئے۔ یہ اعتقاد کہ ایسا کلام کہ جو منافی شان نبوت نہ ہو۔ حالت بیہوشی مین بلا قصد رسولؐ کی زبان سے نکل جانا جائز ہے کسیطرح صحیح نہین ہوسکتا اس لئے کہ اس امر کا فیصلہ کرنیوالا کون ہوسکتا ہے کہ وہ کلام بلا قصد رسولؐ کی زبان سے نکلا۔ کلام پیغمبرؐ کو بلا قصد کلام بیہوشی سمجھنا اور اوسکو منافی شان نبوت نہ سمجھنا۔ اور ایسا اعتقاد رکھنا اوس قسم کی خطا نہین ہے۔ جو غیر معصوم سے افعال فسق و فجور صادر ہوتی ہین۔ بلکہ نقص ایمان نسبت رسولؐ کے ہی۔ اس نوعیت سے کہ درحقیقت رسولؐ کو رسولؐ نہین مانا۔ ایسے لوگون کی نسبت اللہ سے امید مغفرت رکھنا اونہین کے مثل ہے کہ جنہون نے رسولؐ کو رسولؐ نہین مانا۔ اور اونکی نسبت امید مغفرت رکھی جائے۔ ہم پہلے یہہ دکھا چکے ہین۔ کہ کچھ لوگ بعد رسولؐ اپنے خلیفہ ہوجانے کی خواہش رکھتے تھے۔ اور علیؑ مرتضیٰ کی جانشینی کو بالقلب قبول نہین کرتے تھے۔ اور حیلون پر تکیہ کئے ہوئے تھے۔ اور رسولؐ خود ان امور کو جانتے اور پہچانتے تھے اون کے حیلون کو قطع کرنے کی فکر و تدبیر کرتے رہتے۔ وقت طلب قرطاس رسولؐ کی شدت مرض دیکھ کر بدحواسی مین اون لوگون کی زبان سے یہہ کلمہ نکلنا کہ کلام پیغمبرؐ حالت بیہوشی کا ہے۔ کسیطرح سمجھا نہین جاسکتا بلکہ شدت مرض پیغمبرؐ کی دیکھکر اس یقین نے کہ مخالف مرضی پیغمبرؐ کے پوری ہونے آرزوئے خلافت کا وقت قریب آگیا ہی۔ اون کے حواس یکجا کو جمع کردیا تھا۔ اور اوسی جمعیت حواس نے کلام پیغمبرؐ کو حالت بیہوشی کا کہلوایا۔ تاکہ بوجہ تحریری نہونے اوس کتابت کے جو پیغمبرؐ لکھوانا چاہتے تھے اون کی خواہشات خلاف مرضی پیغمبرؐ کے پوری ہوجاوین۔ اور اون کے حیلے قائم رہین۔ انہون نے اپنے کامل حواس سے یہہ سمجھہ لیا تھا کہ پیغمبرؐ کے کلام کو حالت بیہوشی کا ظاہر کرنا۔ اسی مرض موت پیغمبرؐ کیوقت نہایت

درست ہے۔ کہ جس کے بعد پیغمبر کی جلد وفات ہو جاتیگی اور پیغمبر کو موقع تکذیب مخالفون کا نہ ملیگا۔ غور کرنا چاہئے کہ یہ امور جمعیت حواس کے ہین یا بدحواسی کے۔ اگر وہ لوگ بدحواس ہوتے تو ہرگز ایسا کوئی کلمہ اون کی زبان سے نہ نکلتا اسلئے کہ محبت رسولؐ کی مقتضی اس کے تھی کہ کوئی کلمہ اون لوگون کی زبان سے صادر نہ ہوتا۔ ہان یہ کہا جا سکتا ہے کہ اوس بدحواسی مین کہ جو مصنف مخاطب ظاہر کرتے ہین۔ رسولؐ کے کلام کی اطاعت کا خیال بھی اون کے سینون سے محو ہو گیا تھا۔ مین مصنف مخاطب کو اس کہنے پر کہ وہ کلمہ لوگون کی حالت بدحواسی کا تھا جسکی رو سے انہون نے کلام پیغمبر کو بیہوشی کا ظاہر کیا۔ آفرین کہتا ہون کہ جن لوگون نے پیغمبر کے کلام کو حالت بیہوشی کا ظاہر کیا خود اون لوگون کے کلام کو مصنف مخاطب نے بیہوشی کا ظاہر کر کے خوب اون لوگون سے پیغمبر کا بدلا لیا لیکن یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اون لوگون کا کلام بوجہ بدحواسی کے جب قابل لحاظ نہ ٹھیرے گا تو اوس کا نتیجہ یہی ہونا چاہئے کہ بلا اختلاف پیغمبر جو کچھ چاہتے تھے وہ ہونا چاہئے تھا۔ اور پیغمبر جو کچھ چاہتے تھے وہ یہی ہو سکتا ہے جس کو از روئے تحقیق ہم اوپر بیان کر چکے ہین۔ یعنے علیؑ مرتضیٰ کی جانشینی ایسی حیثیت سے قائم کر دینا۔ کہ جس مین پھر کسی کو جائے دم زدن نہ ہو — بدحواسی اون لوگون کی جنہون نے پیغمبر کے کلام کو بیہوشی پیغمبر کا کلام کہا ایک ایسا تازہ مضمون ہے کہ روز قضیۂ قرطاس سے مصنف مخاطب کے زمانہ تک کسیکی زبان پہ نہین آیا۔ اور نہ ابتک کبھی نے اون لوگون کی لئے معافی خدا سے مانگی۔ مصنف مخاطب کی یہہ ایجاد تازہ اگرچہ بہ تائید تدبیر منع قرطاس کے ہی۔ مگر اوسی حیثیت سے ہی کہ جیسی یزید کے لئے اوس کے طرفدار یزید کے اپنے افعال پر پشیمان ہونے سے امید مغفرت رکھتے ہین۔ اور جب یہ لوگ مادہ بدحواسی کا رکھتے تھی تو اون مین سے کوئی بھی قابلیت خلافت کی نہین رکھ سکتا تھا۔ مصنف مخاطب نے روایت خبر صحیح پر جو حاشیہ چڑھایا تھا اوسکی حقیقت مین دکھا چکنے کے بعد پھر اصل متن کی طرف متوجہ ہوتا ہون۔ اون کے متن مین موقع وہی ہے کہ

جہان وہ انبیا اور معصومین کو غلط قیاس قرار دے رہے ہین تاکہ بی بی عائشہ کو غلطی قیاس مین
دیکہ خود مصنف مخاطب نے الزام غلطی قیاس کا بی بی عائشہ پر لگایا ہی جہان بحث غضبناکی
و ناخوشی جناب فاطمہ صلوات اللہ علیہا پر شروع کی ہے (ہم مرتبہ انبیا اور معصومین
کا بناوین اور انبیا اور معصومین کو درجۂ عصمت سے کہینچ کر درجہ تنزل غیر عصمت مین لاوین
مصنف مخاطب روایت جرح کے بعد غیر صحیح قیاس کی مثال یون دیتے ہین ۲۲ کہ سیدہ
کو یہ یقین ہوگیا کہ علیؑ باوجود قوت کے میری مدد نہین کرتے اور غیض و غضب مین
وہ مضمون ارشاد فرمایا کہ جسکا ترجمہ حق الیقین مین یون منقول ہے۔
ہم چو جنین در رحم الخ۔ حالانکہ جناب سیدہؑ کا یہ خیال بہ گمان حضرات شیعہ صحیح نہ تہا۔
یہ روایت منقولہ حق الیقین وہی روایت ہی جسپر مصنف مخاطب نی بہ نوع دگر استدلال کیا تہا
اور جس کی حقیقت ہمنی جلد ایک صفحہ بارہ ستمبر ۱۸۹۴ء نمبر ۲ حرف جیم کی شروع مین
دکہا دی ہے۔ یہ روایت صاحب کتاب حق الیقین نے کتاب سقیفہ ابو بکر جو ہری
سے لی ہی جو علماء ثقہ اہلسنت سے ہین۔ تاہم اوسمین کوئی غلط قیاس جناب سیدہ کا
مرقوم نہین ہے جناب سیدہ کا یہ یقین ہی ٹہیک تہا کہ علیؑ مرتضی نی شجاعان زمانہ کو خاک
ہلاکت مین ملا دیا اور یہ یقین بہی ٹہیک تہا کہ وقت ضبطی فدک کے علیؑ مرتضی گوشہ نشین ہوگئے تہے۔ اور
یہ یقین بہی ٹہیک تہا کہ پسر ابو قحافہ نے بخشش پدر سیدہؑ اور مشیت اون کے فرزندون کی
اوسنے لی اور باواز بلند مخاصمہ کیا۔ اور یہ یقین بہی جناب سیدہؑ کا ٹہیک تہا کہ انصار جناب سیدہؑ
کی یاری نہین کرتے تہے اور مہاجرون نے اپنی آپ کو ایک طرف کر لیا تہا۔ اس سے زیادہ
مضمون اوس روایت کا اور کچہ مفہوم نہین ہے۔ ہان سیدہؑ علی مرتضی کو جوش
دلاتی تہین کہ وہ تلوار کہینچین۔ تو یہ امر ایسا تہا کہ خود علیؑ مرتضی نے اسپر غور اور فکر کی تہی
جیسا کہ انہون نے خطبۂ شقشقیہ مین فرمایا ہے۔ کہ مین سوچتا رہا کہ دست بریدہ سے حملہ کرون
یا انہون کے اندہیرے پر صبر کرون ۔۔۔ اور بالآخر اون کی رائے صبر کی قرار پائی

چنانچہ اس روایت مین ہی خطاب جناب سیدہ کا یہ جواب دیا کہ صبر کرو اور آتش حزن کو بجھادای دختر برگزیدۂ عالمیان مین نے سستی امر دین اپنے مین نہین کی اور جس چیز پر کہ خدا کیطرف سے مین مامور تھا عمل مین لایا۔ اور جس قدر کہ میرا مقدور تھا طلب حق اپنے سے کوتاہی نہین کی"۔ اس مضمون روایت سے کوئی غلط قیاس کرنا جناب سیدہ کی نسبت ظاہر نہین ہوسکتا۔ اور نہ کہین شیعون نے یہ ظاہر کیا ہے کہ جناب سیدہ کا یہ خیال صحیح نہین تھا۔ تعجب ہے کہ مصنف مخاطب نے کہان سے یہ بیان کیا ہے کہ جناب سیدہ کا یہ خیال بہ گمان حضرات شیعہ کے صحیح نہین تھا" اور اس سے زیادہ تعجب یہ ہے کہ مصنف مخاطب انبیا اور معصومین کا غلط قیاس اپنے زعم مین دکھارہے ہین اور اس مثال مین وہ خلاف واقع غلط گمان شیعون کا دکھانے لگے۔ مصنف مخاطب ایک مثال غلط فہمی اور غلط قیاس علیؑ مرتضے کی جسکو پہلے نکتہ چینون نے بھی علی مرتضے کی غلطی قرار دیا ہے یون دکھاتے ہین کہ "وہ جناب امیرؑ جب خلیفہ ہوئے۔ تو جن بلوائیون نے عثمان کو قتل کیا تھا وہ یکایک اون پر ایسے مسلط ہوئے کہ جناب امیرؑ اون کے ہاتھ مین بالکل مجبور تھے اسی وجہ سے نہ قتل عثمان کا قصاص لے سکے نہ اوس مفسد گروہ کو کچھ سزا دے سکے اس جماعت کی کثرت دیکھکر جناب امیرؑ نے اون کی قوت بڑی سمجھ لی تھی اور اپنے آپ کو اون کے مقابلہ مین عاجز سمجھتے تھے۔ اسی وجہ سے جو کچھ وہ چاہتے تھے جناب امیرؑ کو بمجبوری وہی کرنا پڑتا تھا حالانکہ یہ خیال جناب امیرؑ کا خلاف واقع تھا۔ اگر جناب امیرؑ حسن تدبیر سے اون کو دفع کرنا چاہتے تو مفسد گروہ بہت جلد پریشان ہوجاتا"۔

مصنف مخاطب اپنے اس بیان کی تائید کلام علےؑ مرتضیٰ سے کرنا چاہتے ہین۔ جس کا شروع یہ ہے۔ ومن کلام له علیه السلام بعد ما بویع بالخلافته اور اوس کلام کے ایک حصہ کا یون ترجمہ کرتے ہین "یہ اور جناب امیر علیہ السلام کا کلام ہے اوسوقت کہ جبکہ اون سے خلافت کی بیعت کی گئی اور اون سے صحابہ کی ایک جماعت نے کہا تھا کہ جن لوگون نے عثمان پر بلوہ کیا تھا اگر اون مین سے ایک ایک گروہ کو سزا دو تو بہتر ہے تو جناب امیرؑ نے فرمایا کہ اسے

میرے بھائیو میں ناواقف نہیں ہون اس سے جو تم جانتے ہو" یہان مصنف مخاطب یہہ فائدہ لکھتے ہین "یعنے جسطرح تم جانتے ہو کہ یہ لوگ سزا دینے کی لائق ہین۔ مین بھی یہی جانتا ہون اور اسی خیال مین ہون۔ شرح میثم مین لکھا ہے کہ اس قول سے ثابت ہوتا ہی کہ جناب امیر کے دل مین تھا کہ کسیطرح اون کو سزا دون" پھر ترجمۂ کلام علی مرتضیٰ کا یہ کیا ہے "اور لیکن مجھ مین قوت کہان ہے اور بلوہ کرنیوالی جماعت اپنی پوری قوت پر ہے کہ وہ ہمپر قابو رکھتے ہین اور ہم اون پر قابو نہین رکھتے بیشک جمع ہو گئے ہین اونمین غلام تمہارے اور مل گئے ہین اون کے ساتھ صحرائی لوگ اور وہ تمہارے درمیان مین ہین مجبور کرتے ہین۔ (بہ اعتبار لغت ترجمہ ہونا چاہیے " دھمکاتے ہین) تمکو جس امر پر چاہتے ہین کیا دیکھتے ہو تم کوئی موقع قدرت کا اس کام پر جس کا تم ارادہ کرتے ہو"

مصنف مخاطب نے کلام علی مرتضیٰ کا آخری حصہ ترک کر دیا ہے۔ جو اون کے استدلال کی نوعیت کو جڑ سے اوکھاڑتا ہے۔ اوس کا ترجمہ یہہ ہے۔

"اور بالتحقیق یہہ امر جاہلیت کا ہے اور بیشک واسطے اس قوم کے مادہ ہے۔ تحقیق کہ لوگ اس امر مین جسوقت کہ تحریک کی گئی اوپر اوس کے متفرق ہو گئے۔ فرقہ ہی کہ رائے رکھتا ہے جو کچھ کہ تم رائے رکھتے ہو۔ اور فرقہ ہی کہ رائے رکھتا ہے جو کچھ کہ تم رائے نہین رکھتے۔ اور فرقہ ہے کہ نہ رائے رکھتا ہے یہ نہ وہ۔ پس صبر کرو تم یہان تک کہ سکون پا جاوین لوگ (اسے فتنہ سکون پا جاوے) اور ٹھہر جاوین قلوب اپنے مواقعہ پر اور لیوین حقوق آسانی سے پس تسکین لو مجھ سے اور انتظار کرو کہ کیا حکم ہوتا ہے میرا تمکو۔ اور نہ کرو کوئی فعل کہ پست ہو جاوے قوت اور ساقط ہو جاوے توانائی اور پیدا ہو جاوے سستی اور ذلت۔ اور قریب زمانہ تک روکتا ہون مین امر کو جب تک کہ رک سکے۔ اور جسوقت کہ نہ پاؤنگا مین کوئی چارہ پس آخری دوا داغ ہے" مصنف مخاطب تشریح اپنے استدلال کی یون کرتے ہین کہ "

شرح میسم مین لکھا ہے۔ کہ قتل عثمان کے قصاص نہ لینے کا عذر جناب امیر کیطرف سے یہی تھا۔ کہ پوری قدرت حاصل نہ تھی۔ جناب امیر کی اس غلط فہمی کی۔ کہ قاتلان عثمان کے مقابلہ مین عاجز اور مغلوب سمجھ لیا تھا۔ یہان تک نوبت پہونچی کہ یہ بلوائی صحابہ کو دھمکانے لگے۔ طلحہؓ اور زبیرؓ انہین کے دھمکیون کی وجہ سے مدینہ سے نکلے۔ انہین بلوائیون نے جناب امیر کو فوج کشی پر مجبور کیا۔ اور اگرچہ بصرہ مین پہونچکر جناب امیر نے اور طلحہ اور زبیر کے ساتھ بالکل صفائی ہوگئی تھی۔ مگر انہین بلوائیون نے بغیر اجازت اور اطلاع جناب امیر کے ایکایک لڑائی چھیڑ دی۔ اور کشت وخون شروع کردیا جسکی وجہ سے چارو ناچار فریقین کو جنگ مین مبتلا ہونا پڑا۔ امیر معاویہ سے جو لڑائیان ہوئین اونمین بھی بناء مخاصمت یہی تھی۔ کہ ان بلوائیون سے قصاص کیون نہ لیا۔ اگر جناب امیر ابتدا مین اس غلط فہمی مین مبتلا نہ ہوتے اور اون کو سزا دینے کا قصد مصمم کرلیتے تو یہ ناگوار حوادث جو واقع ہوئے کبھی پیش نہ آتے۔ اور مسلمانونمین باہم کشت وخون نہ ہوتا۔ طلحہؓ اور زبیرؓ اور معاویہ جسطرح مطیع خلفاء ثلثہ کے رہے۔ جناب امیر کے بھی رہتے اور جناب امیر کی خلافت کی وہ حالت نہ ہوتی جو ہوئی۔ افسوس کہ جناب امیر اون مفسد بلوائیون کو ساتھ لیکر بصرہ مین طلحہ اور زبیر اور صفین مین معاویہ سے لڑے اور یہ نہ کیا کہ طلحہ اور زبیر اور معاویہ کو لیکر اون بلوائیون سے لڑتے۔ اس کیوجہ یہی غلط فہمی تھی کہ جناب امیر نے اپنے آپ کو اونکے ہاتھون مین بالکل مجبور سمجھ لیا تھا ؎

مصنف مخاطب نے اس موقع پر جو مثال غلط قیاس علی مرتضی کی دیکھائی ہے اوسمین کہین تاریخی واقعات غلط دیکھاتے ہین اور کہین غلط ترتیب واقعات اور اوس کی تو غنیت سے نتیجہ نکالا ہے۔ اگرچہ وہ واقعات تاریخی ہمارے رسالہ جات روشنی مین جابجا حسب موقع بقدر ضرورت مذکور ہوچکے ہین۔ مگر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعد وفات پیغمبر ترتیب مختصر واقعات تاریخی متعلق خلافت کے اور شروع برہمی خلافت حضرت عثمان اور انکے

قتل کی دیکھا کر اور نتائج صحیح نوعیت سے نکال کر بتاؤن کہ علی مرتضیٰ نے جو کچھ اپنی کلام مین فرمایا ہے اوسکے موافق کوئی نکتہ چینی نہ علی مرتضیٰ پر ہو سکتی ہے نہ انہون نے کوئی غلط قیاس کیا۔ جو کچھ انہون نے کیا اور کہا اوس سے بہتر نہ کوئی کچھ کہہ سکتا تھا اور نہ کوئی کچھ کر سکتا تھا اور اونکے قول و فعل پر جو کوئی نکتہ چینی کرے وہ درحقیقت قول و فعل پیغمبر پر نکتہ چینی کرنیوالا ہوگا۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے جنازۂ پیغمبر کو چھوڑ کر اور انصار نے شرکت جنازۂ پیغمبر سے تعین خلیفہ مقدم جانکر سقیفہ بنی ساعدہ مین جھگڑا کیا جسمین حضرت ابوبکر کا تعین خلافت پر ہو گیا اور جسکا اتباع آہستہ آہستہ ہوتا گیا وقت وفات ابوبکر نے حضرت عمر کے لئے استخلاف کیا اور حضرت عمر نے اپنی وفات کے وقت اہل شوریٰ مقرر کئے کہ اوس مجلس مین حضرت عثمان خلیفہ قرار پا گئے۔ لیکن علی مرتضیٰ شروع سے ان خلفا کے تعین و تقرر کے مخالف اور اون کے تقرر کو بے محل اور اپنا استحقاق برابر ظاہر کرتے رہے۔ مگر انہون نے اون خلفا و قتون پر حملہ کرنے سے سکوت و صبر اختیار کیا۔ حضرت عثمان سے اپنے [illegible] خلافت مین ایسے افعال اور اعمال ظہور مین آئے۔ کہ جن مسلمانون نے اون کی خلافت کو قبول اور اوسکا اتباع کیا تھا وہی مسلمان اونسے برگشتہ اور اون کے مخالف ہو گئے۔ یہان تک کہ بی بی عائشہ ترغیب قتل عثمان کی دینے لگین۔ اور طلحہ اور زبیر کوشش قتل عثمان مین کرنے لگے[1] اور حضرت معاویہ کو جسوقت کہ حضرت عثمان نے عاجز ہو کر بلایا تو وہ نہ آئے جسکا مطلب یہی ہے کہ اگر حضرت معاویہ مدد حضرت عثمان کے لئے چلے آتے تو حضرت عثمان پر واقعۂ قتل نہ گذرتا[2]۔ اول اول جو مخالفت کا اجتماع ہوا اوس مین اکثر لوگ مدینہ اور کوفہ اور مصر کے تھے۔ اوسمین قصد اصلاح اور عزل خلیفۂ وقت کا تھا جسمین علی مرتضیٰ متوسط بنائے جاتے تھے اور وہ حضرت عثمان کو نصیحتین کرتے تھے

[1] و [2] تاریخ اعثم کوفی جنگ جمل ۱۲

لیکن مروان بن حکم جو خلیفہ وقت کا اسکا جانے ہوئے تھے اونکی نصیحتوں کو علی مرتضی کا دل
حضرت عثمان کے نہیں جینے دیتے تھے۔ بالآخر ایسے واقعات پیش آئے اور خاص مسلمانون
کو ایسا جوش پیدا ہوا کہ نوبت قتل حضرت عثمان کی پہونچی۔ اوس کے بعد علی مرتضی پر جو
عزلت اختیار کئے ہوئے تھے۔ اور قبول خلافت سے بدولی رکتے تھے تمام اکابر اور غیر اکابر
صحابہ اور حاضرین مدینہ بلوائیوان اور غیر بلوائیون کا اتفاق اور ہجوم علی مرتضی پر ہوا۔ عام اس سے
کہ رضائے باطنی کسی کی ہو یا نہو۔ یہ سب مسلمان جنہین اعیان و اشراف مہاجرین و انصار
تھے بیعت کرنے پر تیار ہوئے۔ اور علی مرتضی کیطرف دوڑے۔ اور عہد بیعت مین نصرت
اور مددگاری کا اقرار ہوتا ہے۔ ایسی حالت مین علی مرتضی نے خلافت کو قبول کر لیا جب علی مرتضی
خلیفہ قبول کر لئے گئے اور اون کے خلیفہ مقرر ہو جانے کی شہرت ہو گئی تب اون لوگون نے
کہ جنہون نے علی مرتضی سے بیعت نہین کی تھی جیسے عبداللہ بن عامر کہ حضرت عثمان کیطرف
سے امیر بصرہ تھا۔ اور حضرت معاویہ جو امیر شام تھے۔ اور اون لوگون نے کہ جنہون
نے بیعت علی مرتضی سے کر لی تھی جیسے طلحہ اور زبیر کہ ایسے لوگون نے کہ اونہین سے خواہش اپنی
خلیفہ ہو جانے کی رکہتے تھے۔ علی مرتضی کی خلافت مین خلل ڈالنا چاہا چنانچہ طلحہ اور زبیر نے بی بی عائشہ
زوجہ رسول کو جو سالی حضرت زبیر کی تھین اپنے ساتھ گردہی کا سرتاج بناکر باتفاق عبداللہ
بن عامر اور عبداللہ حضرمی والئی مکہ معہ گروہ اپنے کے متوجہ بصرہ کے ہوئے اور طلب خون حضرت
عثمان کا علی مرتضی سے حیلہ اختیار کیا اور اصلی مقصد ان لوگون کا یہ تھا۔ کہ خلافت علی مرتضی
کے ہاتھ مین نہ رہے۔ دوسری جگہ قائم ہو جاوے۔ جب بی بی عائشہ کی سرتاجی سے حضرت
طلحہ اور زبیر معہ لشکر فراوان بصرہ کو تشریف لیگئے تاکہ بصرہ پر اپنی امارت قائم کرکے خلافت
علی مرتضی مین فتور ڈالدین تب علی مرتضی نے اونکا تعاقب کرنا چاہا تاکہ اون لوگون کی
اصلاح کرکے اون کو راہ راست پر لادین وقت تعاقب کرنے کے علی مرتضی نے اہل مدینہ
سے معاونت چاہی۔ کچھ نے آپ کی اطاعت کا اظہار کیا۔ اور کچھ نے مخالفت کی۔ اور کہا کہ ہم نے

علی کو نصیحت کی تھی کہ قاتلان عثمانؓ پر سیاست کیجیے تاکہ کوئی دشمن نہ ہو سکے۔ لیکن علی
مرتضیٰؑ نے قاتلان عثمانؓ کو سزا دینا چاہا تھا کہ نہ کوئی مدعی حاضر ہوا نہ گواہ۔ علی مرتضیٰ
نے قصد سپاہ مخالف کا کیا۔ ابو لیلے بن عمرو بن جراح اور عبد اللہ بن عباس اور عمر بن سلمہ
سردار لشکر اور ابو قتادہ انصاری اور ابو الہیثم تیہان بدری اور خزیمہ بن ثابت
ذو الشہادتین ساتھ تھے اور موضع ذی قار میں [illegible] اور عمار یاسر کو
روانہ کیا کہ لشکر کوفہ کو جمع کریں اور بصرہ میں [illegible]
نے بصرہ میں شیعیان علی کو قتل کر ڈالا اور عثمان بن حنیف [illegible]
اس کے کہ اوس کے ریش قبر چاموش نہیں رہنے دیے۔ اور [illegible]
تھیں۔ جب امام حسنؑ اور عمار یاسرؓ نے جامع مسجد کوفہ [illegible]
اشعری نے کہ عامل کوفہ تھا لوگون کو منع کیا کہ مسلمانون کے ساتھ [illegible]
نے اوس کو چپ کیا اور شیعیان علیؑ مستعد جنگ ہو گئے۔ [illegible] اشعری نے کہا
کہ عائشہ نے مجکو لکھا ہے کہ اہل کوفہ کو اپنی طرف ملا لون وہ اپنی گھرو نمین بیٹھے رہین۔ آخرکار
کوفہ کے لوگون نے حسنؑ اور عمارؓ کی بات قبول کی اور کئی ہزار [illegible] ہوئے اور علی مرتضیٰ کی
خدمت مین آئے۔ علیؑ مرتضیٰ اوس میدان سے کوچ کر کے لشکر عائشہ کے مقابل خیمہ زن
ہوئے۔ اور ایک خط بنام طلحہ و زبیر کے لکھا جسمین اون کی عہد شکنی اور مکر سے آگاہ
کیا اور یہ کہ وہ اپنی تدبیر اور اندیشہ سے باز آئین اور یہ کہ [illegible] تہمت [illegible]
ہون۔ اہل مدینہ کو جو اسوقت میرے اور تمہارے [illegible] ہین [illegible]
لوگ واقعی گواہی دین کہ میری طرف سے کس کس نے قتل عثمانؓ مین سعی کی ہے جرم اوسکا
معلوم ہو جاویگا۔ اور عثمان کے خون مین جسنے جسقدر سعی کی ہوگی کہل جاویگی۔ بہتر یہ ہے کہ پہلے
فرزندان عثمانؓ میری خلافت پر اقرار کرین اور اون کو میرا فرمان بردار ہونا لازم ہے۔
اس کے بعد جن لوگون پر اون کو اپنے باپ کے خون کا دعوے ہو میرے حضور مین کرنا چاہیے

ہے تاکہ مطابق عدالت اور علوم شرعیت کے اس قصہ کا فیصلہ کیا جاوے تو دعوے طلب خون عثمانؓ سے کیا واسطہ ہے۔ اور ایک خط بنام بی بی عائشہ کے لکھا کہ تو خدا و رسول کی گنہگار ہو گئی کہ تو گھر سے باہر نکل آئی۔ تجھے اوس کام کے سرانجام دہی کی فکر ہے جس سے خدا نے عورتون کو سبکدوش کیا ہے۔ عورتون کو لشکر کشی کرنی اور مردون مین اصلاح کرانے سے کیا واسطہ۔ تو نے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ خون عثمانؓ کا عوض چاہتی ہون تجھ مین اور عثمان مین کیا عزیز داری اور قرابت داری ہے۔ لیکن عین شروع جنگ تک علیؓ مرتضی کو کوشش اصلاح مین اس قدر کامیابی ہوئی کہ حضرت زبیر نے ہدایت علیؓ مرتضی کے اثر سے ارادہ قتال علیؓ مرتضی سے ترک کر کے اپنی لشکر کو چھوڑ دیا۔ اور [illegible] ہو کر ایک ایسے مقام پر پہونچے کہ جہان دھوکہ مین وہ قتل ہو گئے۔ مگر بی بی عائشہ کے جوش جنگ نے اور عبد اللہ بن زبیر نے اور اون کی لشکریون نے اور حضرت طلحہ نے جنگ سے ہاتھ نہ اوٹھایا اور لڑائی شروع کر دی اور جسمین آخرکار وہ مغلوب ہوئے یہ مغلوبی اوسی قتال مین ہوئی جو جنگ جمل کے نام سے مشہور ہے اور جسمین حضرت طلحہ بھی حضرت مروان کے تیر سے جو شریک لشکر اون کے تھے قتل ہو گئے۔ علی مرتضی نے بعد قبول خلافت اپنے عمال مخصوص واسطے ضبط ممالک خلافت کے معین کئے۔ اور اوسی عرصہ مین ادھر ادھر سے ایسے لوگ جو علیؓ مرتضی سے عناد رکھتے تھے یا ناخوش تھے یا دل سے اون کی اطاعت پسند نہین کرتے تھے حضرت معاویہؓ کے پاس پہونچ گئے اور حضرت معاویہ نے جزیرہ عرب سے بیعت لے کر اپنا خراج گذار بنایا۔ علیؓ مرتضی نے مالک اشتر کو حاکم اون دیار کا مقرر کر کے بھیجا۔ کہ مالک اشتر نے بعد جنگ وجدال کے عاملان حضرت معاویہؓ کو ہزیمت دی۔ حضرت معاویہؓ نے تیاریان شروع کین کہ تو علیؓ مرتضی سے جنگ وجدال کیا جاوے [illegible] درمیان مین باہم علیؓ مرتضی اور حضرت معاویہؓ کے [illegible] ہم ہوئے۔ علیؓ مرتضی [illegible] چاہتے تھے کہ حضرت معاویہؓ علیؓ مرتضی کی خلافت

کو قبول کریں اور سرکشی سے باز آویں۔ لیکن حضرت معاویہ باز نہ آسے اور مستعد جنگ
کے ہوگئے۔ اور بمقام صفین جنگ ہوکر بوقت قریب آگیا کہ حضرت معاویہؓ بھی مغلوب ہوجاویں
یعنے بعد جنگ لیلۃ الحریر کے علی مرتضیؑ نے اپنے لشکر کے سرداروں سے فرمایا کہ تم دیکھتے ہو حالات
تمہاری اور تمہارے دشمنوں کی کس مرتبہ کو پہونچ گئی ہیں۔ اور اونسے سوائے دم آخر کے
کچھ باقی نہیں رہا کلیۃً مشغول جنگ میں ہو تا کہ خدا حکم کردے درمیان ہمارے اور وہ
خیر الحاکمین ہے۔ جب دوسرے روز جنگ شروع ہوئی۔ توموجب اوس شورہ کے جو شب
مین باہم عمرو عاص اور حضرت معاویہؓ کے ہوچکا تھا سارے پانسو قران نیزوں پر باندھ کر
پیش کئے گئے اور یہ پکارا گیا کہ اے گروہ عرب برائے خدا اپنی اولاد اور بچوں پر رحم کرو۔
اگر جنگ کو نہ بند کروگے۔ روم و فارس کے عرب تمہارے بچے اور عورتیں پکڑ کر لیجاوینگے
اشعث بن قیس کی شب کو یہ رائے قرار پاچکی تھی کہ اگر کل لڑائی ہوگی۔ عرب کی دماغوں کی
دھوئیں اوڑجاوینگے اور اہل و عیال اون کے جاتے رہینگے۔ اہل عراق مین سے
کردوس بن ہانی بکری نے کہا۔ کہ قرانوں کا بلند کرنا مکر و نفاق ہے۔ سفیان بن ثور
بکری نے کہا کہ پہلے ہم نے کتاب خدا کیطرف کو اون کو بلایا تھا اور وہ نہیں آئے تو اونکا
خون ہمپر حلال ہوگیا تھا اب وہ ہم کو کتاب خدا کیطرف کو بلاتے ہیں ہم اگر قبول نہ
کرینگے تو ہمارا خون اونپر حلال ہو جاویگا۔ خالد بن معمر اور حصین بن منذر نے کہا کہ
رائے علی کی صائب تر ہوگی۔ علیؑ مرتضی نے فرمایا کہ میں سزاوار تر ہوں کتاب خدا
کے قبول کرنے پر تم سے اور یہ حیلہ اور مکر ہے۔ مقصود اون کا کتاب خدا پر عمل سے
نہیں ہے بلکہ جنگ سے تنگ آگئے ہیں۔ اور میں اونسے لڑونگا جب تک کہ وہ حکم
خدا پر راضی ہوجاویں۔ مگر اکثر امرا اور اعیان سپاہ علی مرتضیؑ نے کہا کہ معاویہ سے
رشوت لے چکے تھے۔ کہ دعوت معاویہؓ کو قبول کرنا چاہیئے اوس پر علی مرتضیؑ کے لشکر
کے لوگ جنگ سے باز آنے لگے مگر مالک اشتر بعد اصرار کے علیؑ مرتضی کی طلب کی بموجب

واپس آیا۔ اور اوس نے اہل عراق کو ملامت کی اور آخر کار عمرو عاص اہل شام کیطرف سے
اور اشعث بن قیس اور لشکریان علی مرتضی کیطرف سے ابوموسی اشعری خلاف راے علی
مرتضی کے حکمین مقرر ہوئے جس کا نتیجہ مشہور ہے کہ جب دونون فرقہ دومتہ الجندل مین جمع
ہوے۔ اور عمرو عاص کے مکر سے ابوموسے اشعری کے درمیان جھگڑا پیدا ہوا اور کوئی بات
طے نہین ہوئی۔ اور زیادہ تفرقہ ہوگیا جب ابوموسے اشعری دومتہ الجندل کو جانے لگے
تو ایک گروہ نے یہ چاہا کہ علی مرتضی اوس کو روکین اور علی مرتضی نے اس امر کو قبول نہ کیا
تو اوس فرقہ نے یہ کہا کہ نہین ہے حکم مگر واسطے خدا کے۔ اور اس گروہ نے علی مرتضی سے
سخت دشمنی اختیار کی اور اسی گروہ کو خوارج کہتے ہین اور یہ فرقہ اونہین لوگون سے ہے
جو خلاف راے علی مرتضی کے جنگ کا بند ہونا اور صلح باہم چاہتے تھے۔ جب ان واقعات پر
بہ ترتیب غور کیا جاوے۔ اور ہر واقعہ کے ساتھ یہ فکر کی جاوے کہ علی مرتضی کو ہر موقع پر کیا کرنا
چاہئے تھا اوس سے بہتر دوسری رائے قائم نہین ہوسکتی کہ جو اعلی سے اعلی صائب رائے شخص
پولٹکل معاملات کا جاننے والا اور راہ مستقیم پر بغیر کسی مکر وحیلہ کے سچائی سے چلنے اور چلانے
والا کرسکے جو کچھ کہ علی مرتضی نے سمجھا اور کیا اور فرمایا۔ جناب امیر جب خلیفہ ہوئے تو جن بلوائیون
نے عثمان کو قتل کیا تھا وہ اوسوقت اونپر مسلط نہین ہو گئے تھے کہ جناب امیر اون کے ہاتھ
مین مجبور رہون اور قتل عثمان کا قصاص نہ لے سکین۔ اور نہ محض اوسوقت اون کی قوت کو جناب
امیر نے بڑا سمجھ لیا تھا اور نہ اپنے آپ کو اون کے مقابلہ مین عاجز سمجھتے تھے اور نہ جو کچھ وہ
چاہتے تھے۔ جناب امیر کو مجبوری وہی کرنا پڑتا تھا جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین۔ بلکہ
جناب امیر جب خلیفہ ہوئے تو اون کو تمام مہاجر و انصار مدینہ اور تمام گروہ مسلمانون
نے جو مدینہ مین اوسوقت موجود تھے خلیفہ قبول کیا تھا اور علی مرتضی کے ہاتھ پر بیعت کی
تھی۔ گو اونمین وہ لوگ بھی شامل تھے کہ جنہون نے بلوہ کرکے حضرت عثمان کو قتل کیا
تھا۔ مگر علی مرتضی کے سامنے نہ کوئی مدعی حاضر آیا اور نہ گواہ کہ قتل عثمان کی تحقیق

بحیثیت عدالت قضا اور منصب خلافت کے کیجاتی جسکا مصمم ارادہ علی مرتضیٰ رکھتے تھے۔ علی مرتضیٰ کے صحابہ کی جماعت نے جو علی مرتضیٰ سے یہ رائے ظاہر کی تھی کہ جن لوگون نے عثمانؓ پر بلوہ کیا تھا۔ اگر اونمین سے ایک ایک گروہ کو سزا دو تو بہتر ہے اور اوس کا جواب جو کچھ علی مرتضیٰ نے دیا ہے وہ عین بعد تعین خلافت بمقابلہ مخصوص بلوائیون کے نہین ہے کہ جنہون نے ابتداءً بلوہ کر کے حضرت عثمانؓ کو قتل کیا تھا بلکہ بمقابل اوس کل قوم کے ہے کہ جو بعد قتل عثمانؓ اور خلافت علی مرتضیٰ کے جنگ جمل اور صفین اور تعین حکمین تک مختلف فرقہ مخالف اور مقابل علی مرتضیٰ کے پیدا ہو گئے تھے۔ اور اون تمام فرقون مخالف اور مقابل کا سلسلہ اوسی بلوہ اور قتل عثمانؓ اور بیعت خلافت علی مرتضیٰ کے ساتھ تھا۔ پیغمبر خدا نے دین اسلام کے قائم کرنے کے لئے جو عمل کیا تھا وہی علی مرتضیٰ نے اپنی خلافت کے قائم کرنے کے لئے عمل کیا۔ بعد ہجرت کے مدینہ مین جب پیغمبرؐ کو مہاجر و انصار بہم پہنچ گئے تھے جو اقرار رسالت پیغمبرؐ کا اور پیغمبرؐ کی اطاعت کا بیعت کر کے کر چکے تھے۔ اور پھر جب قوم عرب کی مختلف گروہ پیغمبرؐ پر حملہ آور ہوئی۔ یا پیغمبرؐ کے اجرا دین مین مزاحمت کرنے والی تھی اون پر متفرق طور سے جب جس جس گروہ سے مقابلہ ہوا جنگ کی اور اونکی مزاحمتون کو جدا گانہ طور پر رفع کیا۔ ویسے ہی علی مرتضیٰ نے جبکہ اون کے ہاتھ پر خلافت کے لئے بیعت ہوئی اور اوسکے بعد جو جو فرقہ مخالف اور مقابل ہوتا گیا اوس سے اوس اوس وقت پر جنگ کی اور مزاحمت کو دفع کیا لیکن ہنوز مخالفت بالکل مٹی نہین ہوئی تھی کہ علی مرتضیٰ شہید ہو گئے۔ اون کی شہادت کیوجہ سے جو مقابلہ اور جنگ اور دفع ہونا مزاحمت کا باقی رہگیا تھا اوس سے یہ لازم نہین آسکتا کہ جو فکر اور کوشش علی مرتضیٰ نے گروہ گروہ مخالف کو زیر اور مزاحمت کو اون سے دور کرنے کی کی اوس مین کوئی سوء تدبیری تھی جس تدبیر اسی مین تھا کہ جو مفسد گروہ پیدا ہوا

اوسکے پریشان اور دفع کرنے کے لئے فوراً تدبیر اور کوشش کی گئی ۔ پیغمبر جسطرح جب کوئی فساد کسی گروہ قوم مخالف سے پیدا ہوتا تھا اوسکا دفعیہ فوراً فرماتے تھے ویسا ہی علی مرتضیٰؑ نے جب گروہ مخالف قوم نے کوئی شگوفہ کہلایا فورا اوسکی کلی کو کچل دیا ۔ اور اوسکے کچل دینے کے لئے بلاتوقف کوشش کی ۔ لیکن جیسے کہ پیغمبر اپنی وفات کی سبب سے ملک شام اور روم اور ایران کل روئے زمین پر تسلط کرکے دین اسلام کو قائم نہ کرسکے ویسی ہی علی مرتضیٰ اپنی شہادت کیوجہ سے کل قوم سے مخالفت اور بغاوت کو رفع نہ کرسکے ۔ مگر جیسے کہ پیغمبر پر یہ الزام نہین آسکتا کہ وہ کل قومون اور انسانون پر تسلط کرکے دین اسلام کو قائم نہ کرسکے ویسے ہی علیؑ مرتضیٰ پر یہ الزام دار نہین ہوسکتا ہے کہ وہ کل قوم مسلمانون سے مخالفت اور بغاوت کو رفع کرکے اپنی خلافت کو قائم نہ کرسکے ۔ اور علی مرتضیٰؑ کی نسبت کسی واقعہ یا اون کی کسی تدبیر یا اون کی کسی سعی کی نسبت ہرگز یہ متصور نہین ہوسکتا کہ اون کا خیال کسی امر کی بابتہ خلاف واقع تہا جسکے ثابت کرنیکا مصنف مخاطب قصد کرتے ہین ۔ جب علی مرتضیٰؑ سے بیعت کی گئی ۔ اور جن لوگون نے حضرت عثمانؓ پر بلوہ کیا تھا انہون نے بہی علیؑ مرتضیٰ سے بیعت کی اوسوقت کوئی وجہ نہ تہی کہ اون لوگون کی بیعت قبول نہ کی جاتی اور اون کو متبع اور مطیع خلافت کا کہ جو مسلمان سے نہ بنایا جاتا ۔ بلکہ ضرور تھا کہ اون کی بیعت قبول کرکے متبع اور مطیع خلافت اون کو کیا جاتا تاکہ حکم قصاص قتل حضرت عثمانؓ کا اون پر نافذ ہوسکتا ۔ لیکن یہ قصاص نہین لیا جاسکتا تھا جب تک کہ کوئی مدعی اور گواہ نہ ہو اور ایسی حالت مین ضرور تھا کہ اون لوگون کو ساتھ لیکر بمقابلہ باغیان اور خلل انداز ان خلافت کے جنگ کی جائے ۔ پیغمبر ہمیشہ ایسے لوگون کو ساتھ لیکر دشمنون سے مقابلہ کرتے تھے کہ جن سے کبائر صادر ہوتے تھے ۔ اون ابتدائی بلوائیون کے ساتھ کہ جو مطیع خلافت ہوگئے تھے اور لوگ بہی شامل ہوگئے ۔ اور وہ اور دوسری گروہ بہ اتباع علی مرتضیٰ مطیع خلافت

ہو چکے تھے اور وہ کل جماعۃ واسطے رفع بغاوت اور فرو فتنہ پردازی کے کام کر چکی تھی لیکن جب جماعتیں کثیر مختلف طور پر علی مرتضیٰؑ سے جدا ہو گئیں اور جس کو علی مرتضےٰ نے قتل اور مغلوب کیا اور گروہ کثیر مسلمانون کا ایسا پیدا ہو گیا کہ جو علی مرتضےٰؑ کی طرف شرکت سے انکار اور اون کی حمایت مین سستی کرتا تھا۔ یعنی مختلف الرائے فرقہ پیدا ہو گئے تھے کہ کوئی کچھ رائے رکھتا تھا اور کوئی کچھ رائے رکھتا تھا اور ایسا گروہ جو علی مرتضیٰ سے موافق ہو۔ اور علی مرتضیٰؑ کی خلافت کا ماننے والا یا اون کے ساتھ ہو کر دشمن سے لڑنے والا تھا وہ اوس گروہ بلوائیون قتل حضرت عثمان سے کمزور تھا۔ اوسوقت ہرگز مصلحت یہ نہین ہو سکتی تھی کہ اون بلوائیون اپنے ہمراہیون مطیع خلافت کو قتل کرکے علی مرتضیٰؑ سزا دیتے کہ گروہون باغی اور دشمن کا مقابلہ جنکے ساتھ مجمع کثیر تھا کیون کر کیا جا سکتا تھا اوسوقت کی مصلحت یہی ہو سکتی تھی کہ یہ ہمراہی اون لوگون کے جو بہ اتباع علی مرتضیٰؑ اور اون کی خلافت کے مطیع تھے اول اصلی باغیون اور دشمن سے مقابلہ اور بغاوت کو رفع کیا جاتا اور بعد اوسکے جو قاتلان عثمان قرار پاتے اون کو سزا دیجاتی۔ اوسوقت جو عذر یا مصلحت بلوائیون عثمان کو سزا نہ دینے کے لئے علی مرتضیٰؑ کو ہوا وہ بالکل صحیح تھا۔ اور شارح میثم کا مفہوم بھی اسکے خلاف نہین ہے وہ خود لکھتے ہین کہ حضرت عثمانؓ پر بلوہ کرنے والی اکثر اہل مدینہ اور اہل مصر اور کوفہ سے خلق عظیم اپنے شہرون سے قطع مسافت کرکے آگئی تھی۔ اور اجلاف اعراب بادیہ نشین او بندگان مدینہ اون کے ساتھ ہو گئے تھے اور اسی حالت کے متعلق علی مرتضیٰؑ نے فرمایا ہے۔ جسپر مصنف مخاطب بحث کرتے ہین ”جبکہ ایک جماعت نے صحابہ مین سے کہا تھا کہ جن لوگون نے عثمانؓ پر بلوہ کیا تھا۔ اگر اونمین سے ایک ایک گروہ کو سزا دو تو بہتر ہے“ اوس کے جواب مین جو کچھ کہ علی مرتضیٰؑ نے فرمایا ہے وہ بہ نظر حالت اوس وقت کے ٹھیک ہے۔ اور ہر گروہ کی حالت پر نظر کرکے وہ ارشاد علی مرتضیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ وہ گروہ جو علی مرتضیٰؑ کے ساتھ

ساتھ مین تھا باہم کیا کرتا تھا۔ اور علی مرتضیٰ کے ساتھ کیا کرتا تھا۔ جو گروہ در گروہ مختلف الرائے ہو گئے تھے علی مرتضیٰ نے اوسوقت بلوائیون اور اون کے شرکا کی قوت کا اور اپنی قوت کا جو ذکر کیا ہے۔ اوسوقت جناب امیرؑ نے اوس کے اندازہ مین کچھ غلط فہمی نہین کی اور نہ اوسوقت قاتلان عثمان کو سزا دینے کے لئے خلاف مصلحت سمجھنے مین غلطی کی۔ مصنف مخاطب نے اوسوقت کے متعلق جو یہ نتیجہ نکالا ہے کہ غلط فہمی جناب امیر کی اپنے آپ کو قاتلان عثمان کے مقابل مین عاجز اور مغلوب سمجھ لینے کی یہانتک نوبت پہونچی کہ یہ بلوائی صحابہ کو دھمکانے لگے طلحہ اور زبیر اونہین کی دھمکیون کی وجہ سے مدینہ سے نکلے اور انہین بلوائیون نے جناب امیرؑ کو فوج کشی پر مجبور کیا۔ اور اگرچہ بصرہ مین پہونچکر جناب امیرؑ کے اور طلحہ اور زبیر کے ساتھ بالکل صفائی ہو گئی تھی مگر اونہین بلوائیون نے بغیر اجازت اور اطلاع جناب امیر کے یکایک لڑائی چھیڑ دی اور کشت وخون شروع کر دیا جسکی وجہ سے چار و ناچار فریقین کو جنگ مین مبتلا ہونا پڑا۔ بالکل غلط اور خلاف واقعہ ہے۔ جب علی مرتضیٰ ابتداءً خلافت کے لئے قبول کئے گئے ہین اوسی وقت اپنے آپ کو علی مرتضیٰ قاتلان عثمان کی سزا دینے کے لئے عاجز اور مغلوب ہرگز نہین سمجھتے تھے۔ لیکن اوسوقت نہ کوئی مدعی کھڑا ہوا نہ گواہ باوصف اسکے کہ علی مرتضیٰ قاتلان کی سزا دینے پر جس جس پر الزام ثابت ہو آمادہ تھے۔ اور جیسے کہ اوسوقت علی مرتضیٰ قاتلان عثمان کو سزا دینے سے عاجز نہین تھے ویسے ہی بلوائیون کے دھمکانے سے طلحہ اور زبیر مدینہ سے نہین نکلے۔ طلحہ اور زبیر نے علی مرتضیٰ کے ساتھ جو بیعت کی تھی اوس کو بہت جلد اس خیال سے کہ خود خلیفہ بجائے علی مرتضیٰ کے بنجائین بہت جلد توڑ ڈالا تھا۔ اور بی بی عائشہ جنہون نے علی مرتضیٰ کے خلیفہ ہونیکو اول ہی پسند نہین کیا تھا اپنے ہمراہ لیکر اور ایک لشکر جمع کر کے شروع خلافت علی مرتضیٰ پر جنگ کے لئے بمقام بصرہ پہونچین تھین اور قتلعہ لیا تھا۔ اور عین وقت جنگ تک علی مرتضیٰ نے کوشش کی کہ گروہ مخالف اونکا جنگ سے باز آئے اور علی مرتضیٰ کی خلافت کی اطاعت کرے اور اوسکا اثر صرف ذات حضرت زبیر پر پڑا

لیکن کل گروہ اپنے ارادہ جنگ سے باز نہین آیا کشت وخون شروع ہوجانا اس
مجبوری سے ہوا کہ گروہ مخالف علیؑ مرتضیٰ کا راہ راست پر نہین آیا۔ اور اوس کے براہ راست
آنے پر امید ہی نہین رہی تھی جو خلاف مرضی علیؑ مرتضیٰ سے کے تھا۔ اور اگرچہ حضرت طلحہؓ نے اپنے
اخیر وقت پر جن پر حضرت مروان کا تیر کارگر ہوگیا تھا علیؑ مرتضیٰ کے ایک لشکری کے
ہاتھ پر بیعت کی۔ لیکن جس وجہ سے کہ مسلمانون کو جنگ مین مبتلا ہونا پڑا اوس کی بادی
اور بانی یہی طلحہ اور زبیر اور بی بی عائشہ تہین۔ حضرت معاویہ سے جو لڑائیان ہوئین اون مین
بناء مخاصمت جس حیثیت سے مصنف مخاطب لکھتے ہین ہرگز یہ نہین تہی کہ ان بلوائیون سے
قصاص کیون نہ لیا۔ بلکہ شروع سے حضرت معاویہ نے علیؑ مرتضیٰ کی خلافت کو قبول
نہین کیا اور باوصف اسکے کہ علی مرتضیٰ خلافت کے لئے قبول کئے گئے۔ اور جو اصلی اور
برحق خلیفہ تھے حضرت معاویہ نے اون کی بیعت سے سرکشی اور سرتابی کی اور طلب
خون عثمان کی علیؑ مرتضیٰ کے مقابلہ مین ایک حجت ناحق پیدا کی۔ حضرت معاویہ کو چاہئے تھا
کہ اول علیؑ مرتضیٰ کی خلافت کو قبول اور اون کی اطاعت واجب سمجھ کر اون کی فرمانبرداری
کرتے اور پھر قاتلان عثمان پر جرم ثابت کراکے علیؑ مرتضیٰ سے سزا دلواتے حضرت معاویہ
کو بمقابلہ خلیفہ وقت اور برحق کے ہرگز یہ حق حاصل نہین تھا کہ باشتباہ بلوہ اور قتل عثمان
کے جن جن لوگون کو چاہتے اپنے ہاتھہ مین لیکر قصاص لین۔ یہ کام خلیفہ عہد کا تھا نہ اونکے
غیر کا۔ یہ کام حضرت معاویہ کے ہاتھہ مین دینا ایسا ہی تھا۔ کہ منصب خلافت علیؑ مرتضیٰ اونکے
ہاتھ مین دیدیتے۔ مصنف مخاطب غلط کہتے ہین کہ اگر جناب امیرؑ ابتدا مین اس غلط فہمی مین
مبتلا ہوتے تو یہ ناگوار حوادث پیش نہ آتے۔ علیؑ مرتضیٰ ابتدا مین ہی بلوائیون اور قاتلان
حضرت عثمان کو سزا دینے پر آمادہ تھے مگر نہ کوئی مدعی حاضر آیا نہ گواہ نہ کسی پہ
جرم قتل حضرت عثمان کا یا بہ نسبت قتل حضرت عثمان کے کسی کا بلوہ کرنا ثابت
ہوا۔ بلوائیون کی نسبت اون کی نیت کی تحقیق ضرور تہی کہ اون کا بلوہ محض بغرض اصلاح

حالت حضرت عثمان کی اور درستی انتظام خلافت کے تھا یا محض بغرض قتل حضرت عثمان کے۔ جب تک کہ اون کی نیت بغرض قتل حضرت عثمان کے تحقیق نہ ہوجاتی کسی بلوائی کو سزا نہین دیجاسکتی تھی طلحہ اور زبیر اور معاویہ جسطرح خلفاء ثلثہ کی مطیع رہے ہے علی مرتضی کے مطیع نہین رہے۔ طلحہ اور زبیر باوصف بعیت کرنے کے بعیت کو توڑکر اطاعت علی مرتضی سے باہر ہوگئے اور معاویہ نے علی مرتضی کی نہ خلافت کو قبول کیا نہ اون کی اطاعت کی۔ جسکی سبب سے مسلمانون مین کشت وخون ہوا اگر طلحہ اور زبیر اور معاویہ علی مرتضی کی اطاعت کرتے (جیساکہ انہون نے تین خلافتون سابقہ کو قبول کیا اور اون کی اطاعت کی تھی) اور بلوائیون کی نسبت اون کی نیت قتل عثمان کی اور قاتلان عثمان پر جرم قتل کہ کسنے قتل کیا ثابت کراتے اور علی مرتضی سے انحراف کرکے اون کی خلافت پر حملہ اور جنگ کے لئے آمادہ اور خلافت علی مرتضی مین خلل ڈالنے کی تیار ہوجاتے تو یہ ناگوار حوادث کبھی پیش نہ آتے۔ اور جناب امیر کی خلافت کی وہ حالت ہرگز نہوتی جو ہوئی۔ جب طلحہ وزبیر نے علی مرتضی سے انحراف کرکے اور خلافت علی مرتضی مین خلل ڈالنے کے لئے فتنہ برپا کرکے مع بی بی عائشہ کے بصرہ مین علی مرتضی کی خلافت پر حملہ کیا اور حضرت معاویہ نے اطاعت خلافت علی مرتضی کی نہ قبول کرکے اور لشکر گران لیکر علی مرتضی پر حملہ کرنے کو بمقام صفین پہونچے۔ تو یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ علی مرتضی طلحہ اور زبیر اور بی بی عائشہ سے بمقام بصرہ اور معاویہ سے بمقام صفین نہ لڑتی اور اپنی خلافت مین خلل ڈالنے والون اور فتنہ پردازون سے جنگ کرکے فتنہ کو فرو اور رفع بغاوت کی کوشش نہ کرتے۔ بمقابلہ طلحہ اور زبیر اور بی بی عائشہ کے بمقام بصرہ اور بمقابلہ معاویہ کے بمقام صفین علی مرتضی بصرف بلوائیون کو ساتھ لیکر مقابل نہین ہوئے تھے بلکہ بلوائی اور غیر بلوائیون کو جنمین مہاجر وانصار بھی شامل تھے ساتھ لیکر طلحہ اور زبیر اور بی بی عائشہ کے بمقام بصرہ اور حضرت معاویہ کے بمقام صفین مقابل ہوئے تھے

اور بلوائی جو علی مرتضیٰ کے ساتھ تھے اون کی نسبت اوسوقت تک یہ تحقیق نہین ہوا تھا کہ انہون نے بلوہ کس نیت سے کیا تھا اور حضرت عثمان کو کس کس نے قتل کیا تھا اور وہ سب اوسوقت تابع علی مرتضیٰ اور اون کی خلافت کے تھے کوئی وجہ نہین تھی کہ علی مرتضیٰ اون کو اپنے ساتھ نہ لیتے اور رفع بغاوت اور فساد اور فتنہ کے لئے جو علی مرتضیٰ کی خلافت مین برپا کیا گیا تھا اعانت کا فائدہ حاصل نہ کرتے۔ کیا پیغمبر ایسے لوگون کو جنسے گناہ کبیرہ صادر ہوجاتا تھا یا جو میدان جنگ مین پیغمبر کو چھوڑ جاتے تھے اور پیغمبر کے ساتھ سخت بدسلوکی کرتے تھے یا جو لوگ کہ پہلے پیغمبر سے جنگ اور پیغمبر پر حملہ اور پیغمبر کے قتل پر آمادہ ہوچکے تھے اور پھر اطاعت پیغمبر کی قبول کرتے تھے تو اون کو پیغمبر اپنے ساتھ لیکر دوسرے موقعون پر اپنے دشمن سے مقابلہ کے لئے نہین لیجاتے تھے یا اون کو اپنے لشکر کے ساتھ نہین رکھتے تھے ایسے ہی جن لوگون نے عہد خلافت حضرت عثمان مین بلوہ کیا تھا یا حضرت عثمان کے قتل مین شریک ہوئے اور پھر انہون نے خلافت علی مرتضیٰ کا اتباع کیا اور اون کو علی مرتضیٰ نے ہمراہ لیکر باغیون اور مخالفون سے جنگ کی تو کوئی اعتراض وارد نہین ہوسکتا اس لئے کہ بلوائی اور باغی اوسی وقت تک قابل سزا ہین جبتک کہ وہ اطاعت قبول نہ کرلین اور امر اسد کیطرف نہ آجاوین۔ یہی حکم خدا کے باغی رسول کے باغی امام اور خلیفہ کے باغی کے لئے ہی اوس حالت مین جبکہ یہ امر ملکی معاملہ سے تعلق رکھتا ہے۔ لیکن جبکہ یہ امر کسی ذات واحد سے تعلق رکھیگا یعنی کوئی کسی امام یا خلیفہ کو قتل کرڈالے تو قاتل ضرور قابل قتل ہوگا۔

افسوس ہے کہ طلحہ اور زبیر اور بی بی عائشہ اور حضرت معاویہ نے علی مرتضیٰ کی اور اون کی خلافت کی اطاعت کرکے بلوائیون اور قاتلان حضرت عثمان کو سزا نہ دلوائی اور خود علی مرتضیٰ خلیفہ مسلم اور برحق سے انحراف اور مخالفت کرکے جنگ کی۔ اور اون بلوائیون کی ایسی قوت تھی کہ جنکی نسبت بالآخر علی مرتضیٰ کو دیکھنا پڑا کہ جو انہون نے اپنے کلام مین جا بجا بیان فرمایا ہے۔ مصنف مخاطب اسی کے ساتھ علی مرتضیٰ کی غلطی قیاس کی یہ ہی مثال لاتا ہے۔

کہ جناب امیرؑ نے اون لوگون کو جنہون نے بہت سا ہجوم کرکے اون سے بیعت کی اپنا ناصر اور مددگار سمجھ لیا۔ چنانچہ خطبۂ شقشقیہ مین فرماتے ہین۔

"اگر اتنے آدمی بیعت کے لئے حاضر نہوتے۔ اور مددگارون کے موجود ہو جانے کیوجہ سے حجت پوری نہو جاتی تو مین خلافت کو کبھی نہ قبول کرتا" یہہ وہ ہو کہ جناب امیرؑ کو اسوجہہ سے ہوا کہ لوگ بڑی بد حواسی کے ساتھہ بیعت کے لئے آئے حالانکہ یہہ خیال جناب امیرؑ کا بالکل غلط تھا اور بعد کو ظاہر ہو گیا کہ وہ ہرگز مددگار نہ تھے۔ چنانچہ امتحان کیوقت اون کی حالت ظاہر ہو گئی۔ انہین کیوجہہ سے جناب امیرؑ اوس ظلم و جور کے باقی رکھنے پر مجبور ہوئے جیسا اوپر ذکر ہو چکا"

مصنف مخاطب اپنے اس بیان کی سند کیواسطے متن نہج البلاغۃ شرح میثم سے جناب امیرؑ کے دو کلامون کی سند لاتے ہین۔ ایک کا یہہ ترجمہ کیا ہے "غارت کرے تمکو اللہ بیشک۔ بہر دیا تمنے میرا دل پیپ سے اور بہر دیا تمنے سینہ میرا غصہ سے" دوسرے کلام امیر المومنین کا یون ترجمہ کیا ہے "اے اللہ مین نے اون کو ملول کر دیا اور انہون نے مجھ کو ملول کر دیا اور مین نے اون کو عاجز کر دیا اور انہون نے مجھ کو عاجز کر دیا۔ پس بدل دے تو میرے لیے اونکے عیوض بہتر قوم اون سے اور بدل دے اونکے لیئے میری عیوض مین زیادہ شر والا مجھسے"

مصنف مخاطب نے اخیر مضمون اپنے ترجمہ کا جو یہہ لکھا ہے "اور بدل دے تو میرے لیے ان کے عیوض بہتر قوم اون سے اور بدل دے اون کیلئے میری عیوض مین زیادہ شر والا مجھسے" اس مضمون کا اصل فقرہ عربی یہہ ہے "فابدلنی بھم خیرا منھم وابدلھم بی شرا منی" مصنف مخاطب نے جو اول فقرہ مین لفظ بہتر ترجمہ کیا ہے وہ صحیح نہین ہے۔ وہان پر لفظ نیک ترجمہ کرنا چاہیے تھا۔ اور فقرہ دوم مین جہان زیادہ شر والا مجھ سے ترجمہ کیا گیا وہان کا بھی یہہ ترجمہ کرنا چاہیے تھا

اصل عبارت عربی مین کوئی لفظ ایسا نہین جس سے ترجمہ مین لفظ "زیادہ" کا آ سکے۔
مصنف مخاطب نے لفظ "زیادہ" ترجمہ مین اپنی طرف سے زیادہ کیا ہے۔ صحیح ترجمہ
یہ ہے "پس بدل دے میرے لیئے نیک اون سے اور بدل دو اُنکے
لیئے بجائے میرے بد" یعنے۔ بجاے اونکے میرے لیئے نیک بدل دے اور بجائے
میرے بد اُنکے لیئے بدل دے۔

مصنف مخاطب اپنی ترجمہ کیئے ہوئے اخیر فقرہ سے یہ نکتہ چینی کرتے ہین "اس
قول مین جناب امیر نے کسی قدر شر کی اپنی طرف بھی نسبت کی یہ کمال فصاحت
کا مقتضا تھا کہ کوئی ایسا لفظ ان کو میسر نہ آیا جسمین یہ وہم پیدا نہ ہوتا" لیکن یہ نکتہ چینی
مصنف مخاطب کی صریح غلط ہے کیونکہ مصنف مخاطب جو معنے مضمون اپنے ترجمہ کے
لیتے ہین اُس ترجمہ مین انہون نے خود لفظ "زیادہ" زیادہ کیا ہے صحیح ترجمہ کے مضمون
سے جو مراد اوسکی لی جاوے کوئی اعتراض اُسپر وارد نہین ہوتا ہے۔ مضمون دونون
فقرون کا صرف یہ ہے "پس بدل دے میرے لیئے بجاے اُنکے نیک اون جیسون سے اور
بدل دے اُنکے لیئے بجاے میرے بد مجھ جیسے سے" اس مضمون مین کمال فصاحت اور بلاغت
یہ ہے کہ صنعت تضاد کا پہلو ہی اور کوئی لفظ ایسا نہین کہ جس سے اپنی مدح اور اونکی مذمت
ہو اور پھر اپنی مدح اور اونکی مذمت صریح موجود ہے۔ اور ایسا کلام خاص فصیح اور بلیغ اور
مہذب سے ہو سکتا ہے۔ اور لفظ خیر اور شر یعنی نیک اور بد کی خبریت مفہوم ہو جاتا ہے کہ خیر
کس مین ہے اور شر کس مین ہی یعنے وہ مضمون یہی ہے کہ اونکی جگہ نیک بدل دیئے جائین اور
میری جگہ بد بدل دیا جائے۔ جسکا مفہوم بہ شان ضد یہ ہوگا کہ وہ لوگ بد ہین اور مین نیک ہون
حالانکہ اُنکے نسبت لفظ بد اور اپنی نسبت لفظ نیک کا استعمال نہین کیا بلکہ اُنکے مقابل کو بہ لفظ نیک
اور اپنے مقابل کو بہ لفظ بد استعمال کیا۔ کہ جس سے خاتمہ بلاغت اور فصاحت اور صنعت تضاد
اور تہذیب واخلاق کا ہو گیا۔

مصنف صاحب نے جن دو کلاموں علی مرتضیٰ کا جزو لے کر ترجمہ کیا ہے مین اُن پورے کلاموں کا ترجمہ کرتا ہوں۔ تاکہ اوس جزو کلام مین جس طرف خطاب ہے۔ اوس کا منشاء اور یہ کہ کن لوگوں کی طرف وہ خطاب ہے آسانی سمجھ مین آجائے۔

ترجمہ کلام علی مرتضیٰ

اوّل

پس از حمد و نعت تمھین معلوم ہو کہ جہاد ایک دروازہ ہاے جنت سے ہے خداوند عالم نے اسے اپنے مخصوص دوستون کے واسطے کشادہ فرمایا ہے۔ اور جہاد پرہیزگاری کی کوشش ہے اور خداوند عالم کی مضبوط اور مستحکم زرہ ہے (یعنے دین خدا کی) اور اسکی سپر محکم اور استوار ہے۔ پس جو شخص اسے نفرت کی نگاہ سے چھوڑ دیگا خداوند عالم اوسے پوشاک ذلت پہنائیگا۔ اور بلا و مصیبت اوسکو گھیر لیگی اور ذلت و خواری کے ساتھ وہ شخص بے غیرت ہو جاویگا۔ اور اوسکے دل پر بے عقلی اور جہالت کی مار پڑیگی۔ اور حق و راستی اوس سے پھیر لی جاویگی بسبب ضائع کرنے اس جہاد کے۔ اور ملیگی اوسے ذلت اور باز رکھا جائیگا وہ شخص انصاف سے۔ آگاہ ہو کہ مین نے تمکو ان لوگون سے لڑنے کے واسطے شبانہ روز اور برملا اور پوشیدہ طور پر دعوت کی اور تم سے کہتا رہا کہ تم ان لوگون سے لڑو قبل اسکے کہ یہ تم سے لڑین۔ کیونکہ قسم بخدا انھین لڑی کوئی قوم کبھی اپنے گھر کے اندر مگر یہ کہ ذلیل ہوتے۔ بس تم لوگون نے ایک دوسرے پر ٹالا اور ایک نے دوسرے کو چھوڑ دیا۔ یہان تک کہ تمھارے یہان لوٹ پڑ گئی۔ اور تمھارے وطن چھین لیئے گئے۔ اب دیکھو کہ یہ برادر غامد (معاویہ) کا لشکر انبار مین اُترا ہے اور اسنے حسان بن حسان بکری کو قتل کر ڈالا اور تمھارے لشکرون کو سیگرنیون کے مقام سے ہٹا دیا اور مجھے خبر ہے کہ ادنمین کا ایک ایک شخص زن مسلمان اور ذمیہ کے پاس جاتا ہے اور اسکے کنگن اور چھاگل اوتار لیتا ہے

سلاح اُس تلوار کو کہتے ہین جو میان مین رکھی ہو اور گویا یہ محاورہ برہنہ شمشیر کی ضد مین ہے۱۲

اور وہ اپنے آپ کو اوس سے ہرگز بچا نہین سکتی مگر گڑگڑا کے پھر مانگ لینے سے اور بخشش
چاہنے سے۔اس کے بعد وہ لوگ مع مال بسیار لوٹ گئے۔ان مین سے ایک شخص کو بھی زخم
نہ لگا۔اور نہ کسی کا اُن مین سے خون بہایا گیا۔بس اگر کوئی مرد مسلمان اس ظلم عظیم کے بعد
اس رنج و اندوہ مین مر جاوے تو وہ شخص لائق ملامت نہین ہے۔بلکہ وہ سزاوار مرگ ہی ہے۔
کتنا بڑا مقام تعجب کا ہے وہ تعجب جو قسم بخدا دل کو مردہ کر دیتا ہے اور رنج و ملال کو کھینچ لاتا ہی
اس امر کو دیکھکر کہ یہ لوگ کسقدر اپنے باطل پر مجتمع ہو گئے ہین۔اور تم لوگ اپنے حق پر متفرق
و پراگندہ ہو۔پس بدحال ہو تمھارا۔اور تمکو صدمہ و ملال نصیب ہووے کہ تم لوگ ہدف
بن گئے ہو تیرون کا۔تمھارا مال لوٹا جاتا ہے اور تم نہین لوٹتے۔اور تم سے لوگ جنگ کرتے
ہین اور تم نہین جنگ کرتے۔اور خدا کی نافرمانی کیجاتی ہے اور تم راضی ہو۔جب مین تم سے
موسم گرما مین اُن کی طرف چلنے کو کہتا ہون تو تم کہتے ہو کہ سرخی گرمی کی جوشش مین ہے۔آپ
اسقدر ہمکو مہلت دین کہ گرمی تیر جائے۔اور جب جاڑے مین اُنکی طرف چلنے کو کہتا ہون
تو کہتے ہو تم کہ اب سخت شیر ہو گئی ہے۔آپ مہلت دین کہ ہمپر سے سردی گذر جاوے۔
یہ سب عذر جاڑہ اور گرمی سے بھاگنے کے لئے ہین پھر جب تم اگر جاڑہ اور گرمی سی بھاگتے
ہو تو تم بخدا تلوار سے زیادہ بھاگنے والے ہو۔تم لوگون کی شکل مردون کی ہے مگر مرد نہین ہو۔تمھاری
عقلین لڑکون کی سی عقلین ہین اور پردہ نشینون کی سی عقلین ہین۔اے کاش مین نے
تمہین دیکھا نہوتا۔اور تمہین پہچانا نہوتا۔اس پہچاننے سے۔قسم بخدا۔مجھے سخت شرمندگی
ہوئی۔اور رنج و غم حاصل ہوا۔خدا تمہین ہلاک کرے تم لوگون نے میرا دل پیپ سے بھر دیا
اور میرے سینہ کو غیظ و غضب سے پر کر دیا۔اور ہر سانس مین تم مجھے رنج و ملال کے گھونٹ پینے
کو دیتے ہو۔اور اپنی نافرمانی اور ترک مدد سے تم نے میری رائے کو بالکل بگاڑ دیا۔یہانتک
کہ قریش کہنے لگے کہ پسر ابوطالب مرد شجاع ہے۔مگر لڑنا نہین جانتا۔خدا کرے کہ ان کے باپ
ایسے ہی ہون۔آیا ان مین سے کوئی ایسا ہے جو مجھ سے بڑھکر جنگ کا علاج و تدبیر جانتا ہو۔اور

مجسے زیادہ معرکۂ جنگ مین ثابت قدم ہو مین اُس زمانے مین جنگ کے واسطے کھڑا ہوا تھا کہ جب بیس سال کا بھی نہ تھا۔ اور اب ساٹھ برس سے زیادہ میری عمر آچکی۔ لیکن اصل یہ ہی کہ جسکی بات نہ مانی جائے اُسکی راے کیا؟!!

ترجمۂ کلام دوم

یہ اور یہ خطبہ اُن علیہ السلام کے خطبون مین سے ہی جبکہ آپکو متواتر خبرین پہونچی تھین کہ اصحاب معاویہ شہرون پر غلبہ حاصل کر رہے ہین۔ اور دو عامل جو حضرت کے یمن مین تھے ایک عبید اللہ بن العباس اور دوسرے سعید بن نمران۔ حضرت کی خدمت مین حاضر ہوے تھے جبکہ بُسر بن ارطاہ اِن دونون شخصون پر غلبہ پا چکا تھا اُسوقت حضرت نہایت بیچینی کی حالت مین بوجہ اِسکے کہ حضرت کے اصحاب جہاد مین سُستی کرتے تھے اور حضرت کی راے سے مخالفت کرتے تھے۔ ممبر پر تشریف لیگئے اور فرمایا کہ کیا چیز رہگئی ہے میرے پاس سواے کوفے کے۔ اُسیکو سمیٹتا ہون اور اُسیکو پھیلاتا ہون۔ اگر تو (کوفہ) نہوتا میرے لیے۔ مگر تو ہے۔ کہ تجھ مین آندھیان چلا کرتی ہین۔ پس خدا اسے تعالےٰ بدحال کرے تجھے۔ پھر حضرت نے بطور مثال فرمایا (مضمون شعر) قسم ہو نیک زندگی تیرے باپ کی اسے عمرو تحقیق کہ میرے پاس قلیل چکنائی لگا ہوا برتن رہ گیا ہی۔ مجھے خبر لی ہو کہ بُسر یمن مین آگیا ہی۔ اور قسم بذاتِ خدا مجھے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ دولت تم لوگون سے نکلکر اُن لوگون کو ملجائے گی۔ کیونکہ یہ لوگ اپنے باطل پر مجتمع ہو گئے ہین اور تم اپنے حق سے متفرق ہو اور تم لوگ اپنے امام کی نافرمانی حق بات مین کرتے ہو۔ اور وہ لوگ اپنے امام کے حکم باطل مین فرمانبردار ہین۔ اور وہ ادا سے امانت کرتے ہین اپنے صاحب کی اور تم خیانت کرتے ہو۔ اور وہ اپنے شہرون مین اصلاح کرتے ہین اور تم فساد کرتے ہو

پس اگر مین تم مین سے ایک شخص کو ایک چوبی پیالے کے واسطے بھی امین قرار دون تو مجھ خوف ہو کہ اوسکا بند مین تک نہ لے اوڑے۔

پروردگارا۔ مجھے اِن لوگون نے تنگ کر دیا ہو اور یہ مجھسے تنگ ہو گئے ہین۔ اور مین انکو ستوہ مین لے آیا ہون اور یہ مجھے ستوہ مین لے آئے ہین۔ پس مجھے انکے عوض مین اِنسے نیک لوگ عنایت فرما۔ اور انکے لیے میرے عوض مین بد شخص قرار دے۔ خداوندا۔ انکے دلون کو مردہ کر دے جیسے نمک پانی سے گھُل جاتا ہو۔ قسم بخدا مجھے تمنا ہو کہ میرے پاس تمہارے عوض مین ہزار سوار قبیلۂ بنی فرس کے ہوتے (یہ خاندان شجاعت کے واسطے مشہور ہی۔ اور یہ شعر پڑھا) اسوقت اگر تم بلا لیتے تو اُن (بنی فرس) لوگون مین سے اتنے سوار تمہاری پاس دوڑتے آتے جیسے گرمی کے بادل نہایت تیزی کے ساتھ دَل کے دَل دوڑتے چلے جاتے ہین"

جو واقعات تاریخی ہمنے ابھی اوپر لکھے ہین اور جن پورے دو خطبون کا بھی ترجمہ ہمنے تحریر کیا ہو کہ جن مین سے ایک ایک فقرہ مصنف مخاطب نے لیا ہو۔ اُن واقعات اور علی مرتضےٰ کے خطبات کی دیکھنے سے ظاہر ہو جاتا ہو کہ وقت ہجوم بیعت کا علی مرتضےٰ پر اوّل تھا۔ اور جسوقت قوم کی حالت علی مرتضےٰ نے اپنی اُن دونون خطبون مین فرمائی ہو اور اُنکو جنگ کی لیے تہدید اور اپنی نصرت کے لیے ترغیب دی ہو وہ وقت اخیر ہی۔ اور یہ بھی ظاہر ہو جاتا ہو کہ جس قوم کو کہ تہدید اور ترغیب فرمائی ہو وہ قوم اُسوقت اُسیقدر نہین تھی کہ جسقدر نے مدینے مین علی مرتضیٰ سے بیعت کی تھی بلکہ علی مرتضیٰ کے قبول خلافت اور اطاعت مین بعد کو اور بھی ایک جماعت کثیر داخل ہو گئی تھی اور اُن دونون خطبون مین اگلے اور پچھلے کل قوم سے خطاب ہو۔ یہ سچ ہو کہ علی مرتضیٰ پر مدینے مین بیعت کرنے والون نے ہجوم کیا تھا اور

ضمن بیعت مین اقرار نصرت کا داخل ہوتا ہو اور اسمین بھی کچھ شک نہین کہ اُسوقت علیؑ مرتضی کو خلیفہ قبول کرنے کے لیے اسقدر اور ایسے لوگ جمع ہو گئے تھے کہ علیؑ مرتضی پر قبول خلافت کے لیے حجت پوری ہوگئی تھی اور اُس حجت پوری ہوجانے نے علی مرتضیؑ کو قبول خلافت پر مجبور کر دیا تھا اور اُس حجت کے پورا ہوجانے پر نہ علی مرتضے کو شبہہ ہوسکتا تھا اور نہ دھوکہ سمجھا جا سکتا تھا۔ وہ لوگ کسی ایسی بدحواسی کے ساتھ بیعت کے لیے نہین آئے تھے کہ جسمین یہ گمان ہو سکے کہ اُنھون نے علیؑ مرتضی کی قابلیت خلافت کو نہین سمجھا تھا۔ اُنین ایسے لوگ بالخصوص بھی شامل تھے کہ جو ہر زمانے مین علیؑ مرتضے کو مستحق خلافت سمجھتے تھے اور بالعموم اُسوقت علی مرتضے سے بہتر کسی دوسرے مین قابلیت خلافت کی نہین جانتے تھے اور اسی وجہ سے بنظر حالت اُسوقت کے اُن لوگون کے دلون کے شوق اور جوش اصرار نے قبول خلافت کے لیے علیؑ مرتضے پر ہجوم کرایا۔

ایسے شخص کیطرف جو پہلے سے بیدل ہو کر گوشہ نشین ہو چکا تھا ایسے جوشِ بیعت کو مصنف مخاطب ایسی بدحواسی اُن لوگون کی قرار دیکر علی مرتضیؑ پر یہ الزام لگانا چاہتے ہین کہ اُنکو دھوکا ہو گیا۔ لیکن جو کوئی کہ حقیقت حالت اور واقعہ پر نظر کرے گا وہ کبھی مصنف مخاطب کا ہمداستان نہین ہو سکتا۔

اُسوقت کی حالت قطعی ایسی تھی کہ علی مرتضےؑ کے خلیفہ قبول کرنے کا لوگون کے دلون مین ایسا ہی جوش تھا کہ جس سے بیعت کے لیے وہ ہجوم ہوا۔ اور اسوقت باعتبار اُس حالت ظاہری کے گو کسی کے باطن مین کوئی دوسری بات ہو لیکن امر شریعت پیغمبرؐ کے حجت کے پورا ہو جانے کی وجہ سے علیؑ مرتضی ایسے مجبور تھے کہ سواے قبول خلافت کے اور کچھ نہین کر سکتے تھے۔ بعد اُسکے اگر قوم کی حالت متغیر ہوگئی اور خود قوم نے اپنی حالت کو متغیر کیا اور خلیفہ برحق اور باضابطہ کے خلاف

امر شریعت پیغمبر کی نافرمانی کی یا اونکے حکم کی تعمیل مین سستی اور کاہلی کرنی گے جیسا کہ واقعات تاریخی سے اور اُن دونون خطبون علی مرتضےٰؑ سے ظاہر ہوتا ہی تو اِس سے وقت ہجوم بیعت کے علیؑ مرتضے کے فہم اور فعل پر کوئی غلطی وارد نہین ہوسکتی۔

پیغمبؐ نے بھی یہ ہی کیا تھا۔ کہ اول جو کوئی پیغمبرؐ کی رسالت کو قبول یا اونکی رسالت کا اقرار کرکے بیعت کرتا تھا وہ اُسکو اپنے زیر اطاعت سمجھکے اور اپنے ساتھ لیکر دشمنون سے مقابلہ کرتے تھے گو کسی کے دل مین کوئی دوسرا امر بھی ہوتا تھا۔ چنانچہ نفاق اور منافقون کی علانیہ خبر قرآن مین دیگئی ہی لیکن پیغمبرؐ موافقون اور منافقون کو ساتھ لیکر برابر دشمنون سے لڑتے رہتے تھے اور تنہا نوبت پہونچتی تھی کہ معرکے کے وقت وہی لوگ جنھون نے پیغمبرؐ کی رسالت کا اقرار یا پیغمبرؐ کی رسالت اور اطاعت کو بیعت کرکے قبول کیا تھا میدان جنگ مین پیغمبرؐ کو چھوڑ دیتے تھے یا پیغمبرؐ سے جدا ہو جاتے تھے جیسے کہ عبداللہ بن ابی سلول مع جماعت سوارون کے پیغمبرؐ سے علٰحدہ ہوگیا تھا۔ باینہمہ جو لوگ کہ میدان جنگ مین پیغمبرؐ کو چھوڑ جاتے تھے اور وہ پھر زیر اطاعت پیغمبرؐ آتے تھے اور کبھی پیغمبرؐ در بارۂ بیعت کے تجدید کرتے تھے یا جو لوگ ہمراہیان پیغمبرؐ سے وقت جنگ کے دشمن سے مقابلے کے لیے نہین نکلتے تھے یا جنگ کے جانے سے انکار کر دیتے تھے ایسے سب لوگون کو دوسرے موقعہ پر پیغمبرؐ دشمن سے مقابلے کیلئے پھر ساتھ لیجاتے تھے۔ اور آخر زمانے مین بعد فتح حنین اور طائف کے جب پیغمبرؐ نے قصد جہاد روم کا کیا تو پیغمبرؐ کے اطاعت والونکی یہی حالت ہوگئی تھی کہ وہ جنگ کیلیے آمادہ نہین ہوتے تھے اور دل چُراتے تھے۔ چنانچہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہی۔

یا ایہا الذین آمنوا مالکم اذا قیل لکم انفروا
فی سبیل اللہ اثاقلتم الی الارض ارضیتم
بالحیوۃ الدنیا من الآخرۃ فما متاع
الحیوۃ الدنیا فی الآخرۃ الا قلیل ۝ الا
تنفروا یعذبکم عذابا الیما ۝ ویستبدل قوما
غیرکم ولا تضروہ شیئا ۝ واللہ علی کل شیٔ قدیر

ترجمہ اے جو لوگ کہ ایمان لائے ہین تمہین کیا ہو گیا ہو کہ جب تمسے کہا جائے کہ دَوڑو راہ خدا مین (جہاد) بھاری کر لیا ہی تمنے آپ کو طرف زمین کے (تم اپنے گھر ونسے نکلنا نہین چاہتے) کیا تم راضی ہو گئے ہو زندگی دنیا کو بمقابلۂ آخرت کے۔ پس نہین ہو فائدہ زندگی دنیا✻ کا مگر تھوڑا۔ اگر نہ چلو گے تم (جہاد کو) عذاب دیگا تمکو عذاب دردناک اور بدل دے گا قوم غیر تمہاری۔ (اگر تم ایسا نہ کرو گے) کچھ مضرت خدا اور اوسکے رسول کو نہین ہو گی خدا ہر چیز پر قادر ہی" (سورۂ توبہ) اور اسی حالت کے متعلق سورۂ انفال مین یہ آیت موجود ہی۔

کما اخرجک ربک من بیتک بالحق و
ان فریقا من المومنین لکارہون ۝
یجادلونک فی الحق بعد ما تبین کانما
یساقون الی الموت وہم ینظرون ۝

ترجمہ جیسے کہ نکالا تجکو ربنے تیرے تیرے گھر سے سچائی کے ساتھ درحالیکہ بیشک ایک فریق مومنین سے ہر آئینہ کراہت کرنے والا ہی۔ جھگڑا کرتے ہین وہ تجسے حق بات مین بعد اسکے کہ ظاہر ہوگئی گویا کہ وہ لوگ گھسیٹے جاتے ہین طرف موت کے درحالیکہ وہ دیکھتے ہین"

یہی حالت قوم کی عہد خلافت علی مرتضیٰؑ مین بعد جنگ صفین و نہروان ہو گئی تھی جسکا ذکر اُنھون نے ان دونون خطبون مین فرمایا ہی۔ اور یہ وہی حالت ہی جو حالت پیغمبرؐ کی صحابہ اور مسلمانون کی آخر عہد پیغمبری مین ہو گئی تھی اور علی مرتضیٰؑ کے یہ دونون خطبے آیات قرآنی سورۂ انفال اور سورۂ توبہ

✻ غزوۂ تبوک

سے مقتبس ہین۔ علی مرتضیٰ نے ان خطبات مین قوم کو ترغیب جہاد کی دی ہی اور بوجہ غصہ اور افسردگی کے جو قوم کیطرف سے علیؑ مرتضیٰ کو پہونچی تھی علیؑ مرتضیٰ نے یہ فرمایا ہو کہ "مجکو عوض مین اُنکے نیک لوگ دے اور اُنکے لیے میرے عوض مین بد شخص قرار دے" یہ وہی حالت اور وہی مضمون ہی جسکا ذکر خدا نے آخر عہد پیغمبرؐ مین سورۂ برات مین فرمایا ہی جسکو ابھی ہم اوپر لکھ آئے ہین۔ قوم کی وہی حالت آخر عہد علیؑ مرتضیٰ مین ہوئی اور وہی قوم کے لیے بدل جانا علیؑ مرتضیٰ نے خدا سے چاہا کہ جو خدا نے آخر عہد پیغمبرؐ مین قوم کو آگاہ کیا تھا۔ کہ مین تمکو بدل دونگا۔ پیغمبرؐ نے سچ فرمایا ہی کہ "علیؑ قرآن کے ساتھ ہی اور قرآن علی کے ساتھ"

اب مین یہ سوال کرتا ہون کہ پیغمبرؐ کے وقت مین وہ قوم جو سلوک پیغمبرؐ سے کرتی تھی اُس سے کیا یہ لازم آتا ہی کہ پیغمبرؐ نے وقت بیعت کے اُن لوگونکی نسبت غلط قیاس یا غلط فہمی کی تھی یا پیغمبرؐ کو دھوکا ہو گیا تھا؟۔ اگر یہی امر نسبت پیغمبرؐ کے لازم آتا ہی تو اُسی امر کے لزوم سے علی مرتضیٰؑ کی نسبت جیسا مصنف مخاطب عائد کرنا چاہتے ہین ہمکو کچھ عذر نہین ہی کہ ہمکو علی مرتضیٰؑ کی اسوۂ پیغمبرؐ کے ساتھ مقصود ہی۔ لیکن ہمکو یقین ہی کہ پیغمبرؐ پر کوئی مسلمان ایسا الزام نہین لگا سکے گا۔ اُس ہر عمل پیغمبرؐ سے کہ جو سلوک قوم کے مقابلے مین پیغمبرؐ وقوع مین لائے تھے۔ بلکہ ہر عمل پیغمبرؐ کو ہر مسلمان امر شرعی اور کم سے کم مسنون سمجھے گا۔ ویسے ہی علیؑ مرتضےٰ کے ہر عمل کو جو کچھ اُنھون نے اپنے ہر ایک زمانے مین کیا اُسی کو واسطے قیام امر شرعی واجبی یا مستحسن سمجھے گا۔ یقین کرنا چاہیے کہ کسی قوم کی حالت سوائے معصوم کے ہر وقت یکسان نہین رہتی ہی اُسکے خیالات ہمیشہ تبدیل ہوتے رہتے ہین اور واقعات واتفاقات زمانہ قوم کی حالت اور

خیالات کو متغیر کر دیتے ہین۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ وا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوا بِاَنْفُسِہِمْ۔ کہ خدا کسی قوم کی حالت کو متغیر نہین کرتا جب تک وہ قوم اپنی حالت کو آپ متغیر نہ کرے پس ایک وقت کی حالت سے دوسرے وقت کی حالت پر یا امام معصوم پر یہ الزام نہین ہو سکتا کہ اُسنے کسی وقت غلط قیاس یا غلط فہمی قوم کی حالت دریافت کرنے مین کی۔ کسی قوم کی حالت جب متغیر ہو جائیگی تو نبی اور امام اوس کی ہر حالت کو سمجھ لیگا یعنی جسوقت جو حالت ہوگی اُسوقت وہی حالت اوسکی سمجھکر ہر حالت کے لحاظ سے حکم دیگا۔

اس حقیقت کے ظاہر ہونے کے بعد مصنف مخاطب کی یہ مثال کہ بیعت خلافت کے وقت علی مرتضیٰ کا خیال غلط تھا یا اُنکو دھوکا ہو گیا" ہرگز صحیح نہین سمجھی جاسکتی۔

مصنف مخاطب اِسی مثال مین علی مرتضیٰ کے ساتھ بیعت کرنے والون اور اونکی اطاعت کرنے والونکی نسبت جو یہ فقرہ لکھتے ہین کہ "اُنھین کیوجہ سے جناب امیرؑ اوس ظلم وجور کے باقی رکھنے پر مجبور ہوئے جسکا ذکر اوپر ہو چکا" مصنف مخاطب نے اعتراض جور وظلم کے باقی رکھنے کا ایک خطبۂ علیؑ مرتضیٰ سے اپنے رسالہ جلد اول مین کیا تھا جسپر پوری بحث ہمارے رسالہ روشنی ضمیمۂ اوّل جلد صفحہ ۱۰۷ پر موجود ہے۔ اور اسمین شک نہین کہ علی مرتضیٰؑ نے اپنے خطبے مین بہت کچھ اُن اُمور کا ذکر فرمایا ہو کہ جو عہد خلفاے ثلاثہ مین خلاف شرع پیغمبرؐ کے ظہور مین آئے تھے لیکن علی مرتضیٰؑ اصلاح ان اُمور کی نہین کر سکے کہ اُنکے خلیفہ قبول ہونے کے بعد فوراً مخالفتون اور دشمنیون اور بغاوتے علی مرتضیٰؑ سے لڑائیان شروع کرا دین اور علی مرتضیٰ کو وہ وقت نہین ملسکا کہ اُن مخالفتون اور بغاوت کو پورا فرو کرسکین کہ خود قتل ہو گئے۔ اسلیے صرف

اُنھین لوگون نے نہین کہ جنھون نے حضرت عثمان پر بلوہ کیا تھا اور پھر علی مرتضے کو خلیفہ قبول کیا۔ علی مرتضے کی نسبت یہ نہین کہا جا سکتا ہو کہ علی مرتضیٰ کو اُسی جور وستم کے باقی رکھنے پر مجبور کیا بلکہ اُن کل لوگون پر الزام ہو کہ جنھون نے علی مرتضیٰ کی خلافت کو قبول نہین کیا یا قبول کر کے انحراف کیا اور علی مرتضیٰ کو جنگ کرنے اور بغاوت کے فرو کرنے پر مجبور کیا وہ سب لوگ مانعین اصلاح اُن اُمور کے ہین کہ جو عہد خلفاے ثلاثہ مین خلاف شرع ظہور مین آئے تھے اگر وہ سب لوگ خلافت علیؑ مرتضیٰ کو قبول کر لیتے اور بعد قبول خلافت علیؑ مرتضیٰ کے انحراف نہ کر کے کسی قسم کا فتنہ و فساد برپا نہ کرتے تو علی مرتضےؑ اصلاح اُن اُمور کی فرما سکتے جب ملک اونکی خلافت کا فتنہ و فساد سے پاک ہو جاتا اور بعد رفع بغاوت کے ملک مین امن ہو جاتا تب اصلاح اُن اُمور کی ہو سکتی تھی۔

مصنف مخاطب ایک مثال غلطی اور دھوکہ کھانے علیؑ مرتضے کی اُسوقت کی پیش کرتے ہین جب جنگ صفین مین لشکر معاویہ کیطرف سے قرآن علمون مین باندھ کر دکھائے گئے۔ مصنف مخاطب یہ ظاہر کرتے ہین کہ "انھین یہ اشارہ تھا کہ اے مسلمانو آپس مین مت لڑو اور کسی کو ثالث مقرر کر دو جو قرآن کے بموجب فیصلہ کر دے۔ اُسوقت ابتدا مین جناب امیر کی رائے یہ تھی کہ ہرگز ثالثی نہ کیجاوے اور غضب مین آکر آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ کلمۂ حق زبان سے کہکر اُس سے باطل مراد لیتے ہین۔ اور تمام لشکر سے آپ نے فرمادیا کہ ہرگز ثالثی پر راضی نہونا چاہیے اِس رائے کے ظاہر کرنے کے بعد جناب امیر بھی (جو باعتقاد شیعہ خطای اجتہادی سے بھی معصوم تھے) رائے بدلی۔ اور ثالث مقرر کرنے پر راضی ہو گئے بعض بعض خیالات سے دھوکا کھا کر جو

جناب امیرؑ نے اپنی راے بدل دی اور ثالثی مقرر کر دی۔ یہ جناب امیرؑ کی بڑی بھاری غلطی تھی جسکے نتیجے مین جناب امیرؑ کے لشکر مین سے ایک گروہ خارجی ہوگیا اور یون کہنے لگا کہ پہلے تمنے ہمکو ثالثی مقرر کرنے سے منع کیا تھا اب ثالثی پر راضی ہونے کا حکم کرتے ہو۔ اب ہم نہین جانتے کہ تمہاری پہلی راے صحیح تھی یا دوسری راے بہتر ہی۔ مگر اس راے بدلنے اور ثالثی مقرر کرنے سے یہ ظاہر ہوگیا کہ تمکو خود اپنی امامت مین شک ہی" اور نہج البلاغہ سے مصنف مخاطب ایک فقرہ سند مین لاتے ہین کہ "اسوقت جناب امیرؑ نے کفِ افسوس ملکر یہ فرمایا۔ یہ ہی سزا اوسکی جسنے چھوڑی راے مستحکم"

مصنف مخاطب شارح میسم کا یہ قول بھی لکھتے ہین کہ "جناب امیرؑ کی رای بدلنے کی وجہ یہ ہوئی کہ اصحاب جناب امیرؑ سے ایک گروہ ثالثی مقرر کرنے پر ایسا اصرار کرتا تھا کہ اُسنے جناب امیرؑ سے یہ کہا کہ اگر تم ثالثی مقرر نہ کروگے تو ہم تمکو اسیطرح قتل کر دین گے جیسے ہمنے عثمانؓ کو قتل کر دیا۔ پس جناب امیرؑ نے اپنی راے چھوڑکر اُنھین کی راے اختیار کی"

اِسکے بعد مصنف مخاطب یون اعتراض وارد کرتے ہین کہ "جب خلیفہ مفسدون کی دھمکیون سے ایسا ڈر جائے تو اوس سے خلافت کا انتظام کیا ہوسکے۔ کثرتِ فضائل دوسری چیز ہے اور انتظام ملک اور تدبیر جنگ دوسری چیز ہی۔ ہمین کچھ شک نہین کہ جناب امیرؑ کے قلب منوّر پر کیفیات باطنی کی تجلیات ایسی غالب تھین کہ وہ ہمہ تن اونھین مشاہدات مین محو تھے اور اونکی راے کی جتنی قوت تھی وہ اوسی مین مصروف تھی۔ خلافت زبردستی اونکے سر پر ڈالی گئی جس سے وہ بچنا چاہتے تھے اسیوجہ سے اُنکے اصحاب نے جو اونکے حالات سے بہت اچھی طرح واقف تھے ابتدا

مین خلافت کی مصیبت سے اُن کو بچایا تھا وہ جانتے تھے کہ جناب امیرؑ کی حالت کے مناسب یہی ہو کہ کیفیات باطنی اور مشاہدۂ انوار قدس کی اونکو پوری فرصت اور آزادی دیجاوے اور انتظامی معاملات مین نہ پھنسا جاوے۔ چنانچہ یہ راے صحابہ کی ایسی صائب تھی جسکا نتیجہ اوس شخص پر بہت اچھی طرح ظاہر ہوگا جسنے خلفاے ثلاثہ کے عہد حکومت اور کثرت فتوحات کا مقابلہ جناب امیرؑ کے عہد خلافت کے واقعات سے کیا ہوگا جناب امیرؑ نے جو اپنی راے بدلی اور مفسدون کے دھمکانے سے ڈر گئے اس سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ وہ قاتلان عثمانؓ کے ہاتھ مین کیسے مجبور تھے

مصنف مخاطب نے جس خطبۂ علیؓ مرتضے سے ایک فقرہ لیکر اپنے اعتراض کو رونق دینا چاہا ہی اوس پورے خطبے کا مین ترجمہ لکھتا ہون تاکہ یہ امر آسانی سے معلوم ہو جاوے کہ اوس فقرے کے جسکو مصنف مخاطب سند لائے ہین کیا معنی ہین اور کس سے مراد ہے کہ "یہی جزا ہی اوسکی جسنے چھوڑی راے مستحکم" اور اس پورے خطبے کے مضمون سے حقیقت غلطی اعتراض مصنف مخاطب کی معلوم ہو جاوے گی اور یہ بھی ظاہر ہو جاوے گا کہ علیؓ مرتضی نے جسوقت جو کچھ فرمایا اور کیا وہ بحالت تغیر قوم کے تھا اور اُس سے بہتر اور کچھ نہین ہو سکتا تھا۔

ترجمہ خطبۂ علی مُرتضیؑ

حضرت علیہ السّلام کا ایک سخن ہی جبکہ ایک شخص حضرت کے اصحاب سے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ آپ نے حکم مقرر کرنے سے ہمکو منع فرمایا اور پھر اوس کا ہمکو امر کیا اب ہم نہین جانتے کہ دونون امرون مین سے کونسا زیادہ رُو براہ

لانے والا ہے۔ پس حضرت علیہ السلام نے اپنا ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا کہ آواز آئی (اظہار افسوس کے لیے) پھر فرمایا کہ یہ سزا ہی اُس شخص کی جو رائے مستحکم کو چھوڑ دے۔ آگاہ ہو قسم بخدا اگر مین تمکو اُس کام کرنے کو کہتا جسکا مین نے تمکو حکم دیا تھا۔ تو مین تمکو ایسے امر ناپسندیدہ کے بوجھ کو تمہاری پشت و سر پر رکھتا جسمین خدا نے نیکی قرار دی ہی۔ پس اگر تم استقامت ظاہر کرتے تو مین تمکو راہِ راست دکھا دیتا اور اگر تم کجی کرتے تو تمکو مین سیدھا کر دیتا۔ اور اگر تم انکار کرتے تو مین تمہارا تدارک کرتا ایسی حالت مین یہ کام استوار ہو جاتا۔ لیکن یہ کام کسکی مدد سے کرون اور کس سے مدد چاہون۔ مین چاہتا ہون کہ تمسے اسکا علاج کرون حالانکہ تم خود میرے لیے درد ہو۔ جیسے کہ کوئی کانٹے سے کانٹے کو نکالنے والا ہو در حالیکہ وہ جانتا ہی کہ وہ کانٹا اوس کانٹے کیطرف ہم پہلو جو رکا ہی (یعنی کانٹے کو کانٹے سے نکالنے مین جور ہوگا۔ ایک کانٹے نے بدن مین چُبھ کر جور کیا ہی دوسرا کانٹا اُس کانٹے کے نکالنے کے وقت چُبھے گا اور جور کرے گا) بار خدا۔ اس درد جانکاہ کے علاج سے اطبا تنگ آگئے اور پانی کھینچنے والا اِس گہرے کنوئین کی لمبی رسیون سے عاجز آگیا۔ کہان ہین وہ لوگ جنکو اسلام کی دعوت کیگئی اور اُنھون نے اوسکو قبول اور قرآن کی تلاوت کی تو اوسکے عمل کو استوار کیا اور جہاد کیطرف رغبت دلائی گئی تو اونکو اُس سے ایسی محبت ہو گئی جیسے کہ حاملہ عورتون کو بچون کے پیدا ہونے کی ہوتی ہی۔ اُنھون نے اپنی تلوارین نیامون سے نکال لین اور گروہ در گروہ وصف در صف ہو کر اطراف زمین کو لے لیا۔ بعض ان مین سے مارے گئے اور بعض ان مین سے ہلاک ہوگئے اور بعضون نے نجات پائی۔ زندون کو تہنیت نہ دیگئی

اور مردوں کی تعزیت نہ کیگئی کہ آنکھیں روتے روتے بے آب ہو جائیں۔
اور روزہ رکھتے رکھتے پیٹ اونکے تنگ گئے اور دعائیں مانگتے مانگتے لب
اونکے پژمردہ ہوگئے اور بیداری سے رنگ اُنکے زرد پڑگئے اُنکے
چہروں پر گرد فروتنی پڑی ہوئی تھی۔ وہ لوگ میرے بھائی تھے جو گذر گئے
اور ہمکو سزاوار ہے کہ ہم اونکے لیے پیاسے ہوں اور اونکی جدائی پر اپنا
پشت دست دانتوں سے کاٹیں۔ بیشک شیطان تمہارے لیے ایک
طریقہ درست کر رہا ہے اور تمہارے دین کی گرہیں کھول رہا ہے اور تمہاری
جماعت میں تفرقے کے پھندے دے رہا ہے پس سمجھو تم اور اُسکے وسوسوں
اور منتروں سے روگردانی کرو اور قبول کرو نصیحت اپنی خیرخواہی کی بات
اُس شخص سے جو تمکو راہ راست دکھاتا ہے۔ اور اپنی گانٹھ میں اوسکی بات
باندھ لو۔"

اِس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ جسوقت تک کہ جب بمشورہ اور
حیلہ حضرت معاویہ اور عمرو عاص کے لشکر حضرت معاویہ کیطرف سے
قرآن علموں میں باندھ کر دکھائے گئے اُسوقت تک قوم اور جماعت
علی مرتضے کے ساتھ تھی وہ ایسی زیر اطاعت علی مرتضے کے تھی کہ باغیوں
اور دشمنوں سے یہاں تک جنگ کر رہی تھی کہ باغیوں اور
دشمنوں کو اپنے مغلوب ہو جانے کا سخت اندیشہ ہوگیا تھا اور اُس
وقت تک حالت قوم کی جو علی مرتضے کے ساتھ تھی اُسکی نسبت یہ بھی
یقین ہوسکتا تھا کہ وہ برابر زیر اطاعت اور فرمان اپنے امام اور خلیفہ کے
رہنے کی اسلیے کہ وہ قوم ایسا سخت کام کر رہی تھی کہ جس سے زیادہ کوئی
دوسرا کام دشوار نہیں ہے یعنی قتل کرنا اور قتل ہونا۔ کسی کی جان کو ختم کرنا

اور اپنی جان کا صرف کرنا نہایت امر اہم ہے لیکن جسوقت کہ لشکر حضرت معاویہ کیطرف سے نیزون پر قرآن باندھ کر دکھائے گئے اُسوقت ایک جماعت کثیر اُس قوم سے جو علی مرتضے کے ساتھ تھی خلاف یقین او رعزم متوقع اپنی حالت کو متغیر کرلیا اور اطاعت و فرمان علی مرتضے سے باہر ہوگئی جیسے کہ کسی مسلمان یا گروہ مسلمان کی نسبت عموماً یقین کامل ہو کہ وہ برابر مسلمان اور اپنے مذہب پر رہیگا اور کسی وقت رسول یا امام اور خلیفہ برحق کیسی بادشاہ کی اطاعت سے کوئی گروہ فوجی باہر نہوگا اور وہ دفعتاً اپنی حالت کو متغیر کرکے اپنے طریقے سے مرتد یا اپنی مطاع سے منحرف ہوجائے جسکی مثالیں خود عہد پیغمبر اور خلفا اور شاہان سلف مین پائی جاتی ہین۔

اوس حصہ جماعت قوم نے جو علی مرتضے کے ساتھ تھی۔ دفعتاً جبکہ لشکر حضرت معاویہ کیطرف سے قرآن نیزون مین باندھ کر دکھائے گئے۔ تو اپنی حالت کو یون متغیر کیا کہ باہم مسلمانون کے جنگ بند کیجائے اور حکم دونون طرف سے مقرر ہوکر فیصلہ کردے۔ اور علی مرتضے نے بہت سختی سے، اونکو ہدایت اور اپنی رائے مستحکم ظاہر فرمائی کہ "باغی اور مخالف لوگ کلمہ حق زبان سے کہکر اوس سے باطل مراد لیتے ہین مقصود اونکا کتاب خدا پر عمل نہین ہے بلکہ جنگ سے تنگ آگئے ہین اور مین اونسے لڑونگا جب کہ وہ حکم خدا پر راضی نہوجائین" لیکن اس جماعت نے علی مرتضے کی نافرمانی کی اور اطاعت علی مرتضے سے باہر ہوکر یہ اصرار کیا کہ اگر تم حکم مقرر نکروگے تو ہم تمکو اسیطرح قتل کردینگے جیسے ہمنے عثمان کو قتل کردیا۔ اس جماعت مین صرف وہی لوگ نہین تھے جنھون نے حضرت عثمان کو قتل کیا تھا۔ یا اُنپر بلوہ کیا تھا۔ بلکہ وہ لوگ بھی تھے جو بلوہ اور قتل حضرت عثمان مین شریک

نہین تھے مگر تحت حکومت خلافت حضرت عثمانؓ کے رہ چکے تھے اور جب
خلافت علی مرتضے پر منعقد ہوئی تو زیر اطاعت علی مرتضے کے آگئے
تھے۔ مگر عموماً مسلمانون کے اُسوقت یہ خیالات راسخ ہو گئے تھے کہ مسلمانونکے
ہاتھ مین خلیفہ کا نصب وعزل اور اوسکا قتل کرڈالنا ہی۔ اور اپنا رسوخ
اعتقاد اُن لوگون کا اُسی عمل سے ہوگیا تھا کہ جو وفات رسول صلعم کے بعد
نصب خلیفہ کے بابت قرار دیا گیا۔ اگر بموجب ہدایت اور مرضی خدا
ورسول کے جو اُصولی قواعد حق بادشاہت سے مطابق تھے اور ملک
عرب مین اوسکا رواج تھا ابتدا مین بعد وفات رسول امام اور خلیفہ
برقرار رکھا جاتا اور قبول کیا جاتا تو جماعت برگشتہ کو علیؓ مرتضے سے
اس سخن کی جُرأت نہوتی کہ "اگر تم حکم مقرر نہ کروگے تو ہم تمکو اُسی طرح
قتل کردینگے جیسے کہ ہمنے عثمانؓ کو قتل کردیا" اور نہ وہ خلاف حکم امام
اور خلیفۂ وقت کے ایسا اصرار کرسکتے تھے کہ حکم مقرر کیا جائے اور نہ
وہ علی مرتضےؓ کے قتل پر مثل قتل عثمانؓ کے آمادہ اور مستعد ہوکر اپنی حالت
کو متغیر کرسکتے تھے۔ اور جبکہ اُس جماعت نے اپنی حالت کو ایسا متغیر
کرلیا تھا تو مین پوچھتا ہون کہ اوسوقت اُس حالت کے اعتبار سے
علیؓ مرتضے بجز اسکے کیا کرسکتے تھے کہ اوس جماعت کو اوسکی حالت پر
چھوڑین اور وہ حکم مقرر کرلے۔ اُسوقت علیؓ مرتضے یہ نہین کرسکتے تھے کہ
اُس جماعت کے قتل پر اُسیوقت آمادہ ہون یا اوسکے ساتھ جنگ پر
مستعد ہوجائین۔ اسلیے کہ جسقدر قوم علیؓ مرتضے کے ساتھ تھی وہ قبل اِسکے
کہ لشکر معاویہ کیطرف سے قرآن علمون مین باندھ کر دکھلائے گیے اِس امر
پر متفق تھی کہ حضرت معاویہ اور باغیون سے مقاتلہ کیا جائے لیکن اس

قوم کی جماعت کثیر نے جب اوس امر سے انحراف کیا اور یہ چاہا کہ حضرت معاویہ اور باغیون سے جنگ بند ہو اور حکم مقرر کیا جائے تو پھر علی مرتضے اُس موقع پر جبکہ لشکر علی مرتضے مین اختلاف واقع ہو گیا اور جماعت کثیر خلاف رائے علی مرتضے کے اس بات پر آمادہ ہو گئی کہ بجاے حضرت معاویہ اور باغیون کے خود علی مرتضے کو قتل یا اونسے جنگ کرین اُن لوگون کو سزا نہین دے سکتے تھے۔ اسوجہ سے نہین کہ علی مرتضیٰ اُن مفسدون کی دھمکیون سے ڈر گئے تھے بلکہ حالت قوم کی وہ ہو گئی تھی جیسا کہ علی مرتضے کا اونکے خطبے مین ارشاد ہی کہ یہ قسم خدا کی مین یہی کر سکتا تھا کہ تمکو حکم دون باغیون سے جنگ کے لیئے جو مکروہ تھی مگر خدا نے بہتری اُسی مین گردانی تھی۔ اگر تم اوس حکم کی تعمیل پر قائم ہوتے تو ہدایت پا جاتے اور اگر تم اپنی گردنین کج کرتے تو مین تمہاری گردنین سیدھی کرتا اور اگر تم انکار کرتے تو مین تمہارا تدارک کرتا اوسوقت وہ امر مضبوط ہو جاتا۔ لیکن مین ایسا کرنے مین کس سے مدد لیتا اور استعانت مین کسکی طرف رجوع کرتا اور مین دوا کس سے چاہتا تمہارے بعض کی ساتھ بعض کے درحالیکہ تم سب میرے لیے درد تھے اور اگر مین ایسا کرتا تو اس ضرب المثل کا مصداق ہو جاتا کہ کانٹے کو کانٹے سے نہ نکالنا چاہیے کہ وہ ہم پہلو جور کا ہی" یہ مثل اُسوقت بولی جاتی ہی جبکہ استعانت چاہی جائے اور یہ نہین ہو سکتا اسلیے کہ بعض سے اعانت بعض کے لیے غیر ممکن ہی جبکہ وہ مشابہ ہون اور اونکی خواہشونکا اتحاد ہو اور میل بعض کا طرف بعض کے ہو جیسے ہمارے یہان بھی فارسی کی یہ مثل مشہور ہی۔ سگ زرد برادر شغال یعنی دونون ہمرنگ اور مشابہ ہین۔ درحقیقت علی مرتضے نے اپنی اُس رای مستحکم کو

کہ لڑائی بند نہ کی جائے اور حکم مقرر نہ کیا جائے خود نہیں چھوڑا بلکہ قوم نے اپنی حالت سابقہ کو متغیر کر کے علی مرتضے کی اس رائے کو چھوڑا اور جو حالت کہ قوم نے اپنی متغیر کی تھی اوس حالت تغیر پر علی مرتضے نے قوم کو چھوڑا اور وہ حالت متغیرہ قوم کی یہی تھی کہ وہ جنگ کو بند کر دے اور حکم مقرر کرلے۔ اور اس حالت سے حالت اول پر قوم کو لانے کے لیے علی مرتضے کو موقع ہی نہین تھا اور اُسوقت یہی مصلحت تھی کہ قوم کو اُسکی حالت متغیرہ پر چھوڑا جائے تاکہ اوس فتنے سے محفوظ رہا جائے جو علی مرتضے کے قتل کے لیے یا لشکر علی مرتضے مین باہم جنگ ہونے کے لیے (گو علی مرتضے کے ساتھ اُسوقت اُنکے قرابت دار اور چند اصحاب ہون) برپا ہو۔

اِس تحقیق کا نتیجہ یہ ہے کہ علی مرتضے نے اپنی اول رائے کو تبدیل نہین کیا۔ بلکہ قوم نے اُس رائے پر عمل نہ کر کے دوسرا فتنہ برپا کرنا چاہا اور اوس فتنے کے برپا نہونے کے لیے قوم کی خواہش کے موجب حکمین مقرر ہوئے۔

حکمین مقرر ہونے کے بعد اُس جدید فتنے سے امن ہو گئی اور اُسوقت علی مرتضے نے جو قوم کو اوسکی حالت متغیرہ پر چھوڑا اوسکا صواب بھی ظاہر ہو گیا۔ لیکن ایک دوسرا فتنہ تازہ یہ پیدا ہو گیا کہ بعد تقرر حکمین کے بعض ہمراہیون نے اِس خدشے کو دلی یقین کر کے اپنی حالت کو متغیر کیا کہ منع کیا آپ نے ہمکو حکم مقرر کرنے سے اور پھر حکم کیا آپ نے اوسکا (اے جب قوم نے علی مرتضے کی رائے مستحکم کو نہین مانا اور علی مرتضے قوم نافرمان کو سزا نہین دیسکتے تھے اور دوسرا فتنہ برپا ہوتا تھا اوسوقت قوم سے یہ فرمایا کہ تم اپنی خواہش کے موافق حکم مقرر کرلو) پس ہم نہین جانتے کہ دو

امرون مین سے کس مین رشد زیادہ ہی" اسپر علی مرتضےٰؑ نے جو ہاتھ کو ہاتھ پر مارکر یہ فرمایا ہے کہ "یہ سزا ہے اوس شخص کی کہ جسنے چھوڑا رائے مستحکم کو" کچھ شبہہ نہین کہ علی مرتضےٰؑ نے جو فعلاً افسوس ظاہر کیا ہے وہ قوم کی حالت پر ہے کہ قوم اپنی حالت کو لحہ بلحہ اور لحظہ بلحظہ متغیر کرتی تھی۔ قوم کو اپنی حالت دم بدم تغیر پر اور اپنے امام اور خلیفہ برحق کے حکم کو نہ ماننے پر خود نادم اور شرمندہ ہونا چاہیے تھا لیکن حالت قوم کے تغیر سے جو الزام کہ قوم پر عائد ہونے کے لائق تھا وہ اپنے امام اور خلیفہ برحق پر لگاتی تھی۔ ضرور تھا کہ علی مرتضےٰؑ کو قوم پر افسوس ہو ایسی قوم جو اپنی حالت کو یون تغیر کرے اور نافرمانی اپنے امیر سے نادم نہو ایسی بیغیرت اور نافرمان قوم بے شک اپنے امیر کے لیئے قابل افسوس کے تھی۔ اور جیسے کہ علی مرتضےٰؑ نے قوم پر افسوس کیا ہو ویسے ہی بمقابلہ اُس پوچھنے والے کے "کہ منع کیا تمنے ہمکو حکم مقرر کرنے سے اور پھر حکم دیا تمنے اُسکا پس نہین جانتے ہم کون سی بات دونون مین سے کس مین زیادہ رشد ہے"

یہ ارشاد علی مرتضےٰؑ کا کہ "یہ سزا ہے اوس شخص کی جسنے چھوڑا رائے مستحکم کو" اوسی قوم قابل افسوس کے لئے ہے۔ علی مرتضےٰؑ نے فعلاً اور قولاً اوس قوم کو جو لحہ بلحہ اپنی حالت متغیر کرتی تھی۔ اور فرمان اپنے امیر کا نہین مانتی تھی جواب دیا ہے۔ اس ارشاد علیؑ کا انطباق علی مرتضےٰؑ پر نہین ہوسکتا ہے جیسا کہ مصنف مخاطب عمداً یا غلط فہمی سے علی مرتضےٰؑ پر عائد کرنا چاہتے ہین بلکہ یہ مضمون پوچھنے والے اور شخص اُس جماعت پر منطبق ہوتا ہے کہ جسنے علی مرتضےٰؑ کی اُس رائے مستحکم کو چھوڑا آپ کے اِس فرمانے کی تشریح یہ ہے کہ۔

کہ اون لوگون نے علی مرتضےٰ کی رائے مستحکم کو نہ مان کر چھوڑ دیا اور
اطاعت اور فرمان برداری سے باہر ہوگئے اور علی مرتضےٰ
اس درد کی دوا کچھ نہین کر سکتے تھے۔ اور بغرض اسکے کہ وہ لوگ ایک
اور فتنہ مین مبتلا نہون علی مرتضےٰ نے اُنکو اُنکی حالت متغیرہ پر چھوڑا کہ وہ
حکم مقرر کرلین اب جو اونکو یہ خدشہ ہوا کہ علی مرتضےٰ نے پہلے حکم مقرر کرنے
سے منع کیا تھا اور پھر حکم دیا اور نہین معلوم ان دونون امر دن مین سے
کس مین زیادہ رشد ہے اُن لوگون کا کلام دلالت کرتا ہے اس بات
پر کہ بے شک علی مرتضےٰ کے نفس امامت مین اُن لوگون کو شک ہوا
یہ خدشہ اُس رائے محکم کے نہ ماننے سے زیادہ خراب ہے کہ جس سے بجائی
نافرمانی کے انکار مطلق امامت اور خلافت سے پیدا ہوتا ہے اور قطعی
امامت اور خلافت سے منکر ہوکر اطاعت سے خارج ہو جاتا ہے پس
یہ فرمانا علی مرتضےٰ کا اون لوگون کے حق مین ٹھیک ہوتا ہے کہ "یہ سزا
ہے اُس شخص کی جسنے چھوڑا رائے مستحکم کو" اور وہ رائے مستحکم یہی تھی کہ جنگ
قائم رکھو اور جنگ کرنے پر علی مرتضےٰ کو اصرار تھا اور وہ جنگ اگرچہ مکروہ
تھی مگر اللہ نے اُسی مین بہتری فتحمندی کی اور سلامتی عاقبت کی گردانی
تھی۔ اگر وہ لوگ اُس رائے مستحکم یعنی قائم رکھنے حرب کو مانتے جسکے
نہ ماننے پر علی مرتضےٰ کچھ علاج اُن کا نہین کر سکتے تھے اور علی مرتضےٰ اونکو
حالت متغیرہ پر نہ چھوڑتے اور حکم مقرر کر لینے نہ دیتے تو یہ خراب
خدشہ اونکو ہرگز پیدا نہ ہوسکتا کیونکہ اوس خراب خدشہ کے درجہ پر
پہونچنا اون کا اسی سبب سے ہوا کہ رائے مستحکم قائم رکھنے حرب کو نہ مانا۔ اور
یہ خدشہ خراب تر اسلیے ہے کہ جن لوگون کے دلون مین یہ خدشہ

پیدا ہوا اُنکی دنیا اور آخرت دونوں خراب ہو گئیں کہ یہ بھی فرقہ علی مرتضٰی
کا امامت اور خلافت کا منکر ہو کر علی مرتضٰیؑ کی اطاعت سے باہر ہو گیا
اور جسنے لقب خوارج کا پایا سوائے چند آدمیوں کے وہ فرقہ دنیا مین قتل
ہو گیا۔ اور آخرت مین اگر رسولؐ اور امام اور خلیفہ برحق اور سلطان
عادل وقت سے جو کوئی انحراف کرے اور اُنکی اطاعت سے اپنے آپ کو
خارج کرے اگر اُسکے لیئے کوئی سزا ہے آخرت مین تو یقین کرنا چاہیئے کہ
وہ اُس سزا کو بھگتے گا۔
علیؑ مرتضٰی کے تمام خطبہ پر غور کرنے سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ
علیؑ مرتضٰی نے قوم کی حالت کو قابل افسوس سمجھا ہے اور مصداق اس
فقرہ کا (یہ سزا ہے اُسکی جسنے چھوڑا رائے مستحکم کو) اُسی قوم کو قرار دیا ہے۔
یہ امر کہ وہ قوم قابل افسوس کے اور مصداق اوس فقرہ کی تھی اور خود علیؑ
مرتضٰی مصداق اُس افسوس اور اس فقرہ کے نہین ہو سکتے خود اوس ارشاد
علی مرتضٰی سے ظاہر ہوتا ہے کہ علی مرتضٰی نے اُس فقرہ کے بعد صاف فرمایا ہے
دیکھو یا نہین ہے یہ بات قسم خدا کی بیشک جسوقت کہ حکم کیا مین نے تمکو جس امر
کا کہ حکم کیا مین نے تمکو (قیام جنگ) اور بوجھ رکھدیا مین نے تمہارے سر وان
پر ایسے مکروہ کا کہ جس مین اللہ نے بھلائی قرار دی تھی۔ پس اگر قائم ہو جاتے
تم ہدایت کرنے والا ہوتا مین تمہارا اور اگر تم اپنی گردنین ٹیڑھی کرتے سیدھا
کر دینے والا ہوتا مین تمہارا۔ اور اگر انکار کرتے تم مدارک کرتا مین تمہارا ہر
آئینہ ہوتا یہ امر مضبوط لیکن کس سے مین اعانت لیتا اور کس کے طرف رجوع
کرتا یہ کہ دوا کرے اور تم خود میرے سیلئے درد تھے پس ہوتا مین مثل نکالنے
والے کانٹے کے ساتھ کانٹے کے اور ظاہر ہے کہ علی مرتضٰی کیونکر مدد چاہتے

ساتھ بعض اُن کے کی بعض ان کے کے لیئے۔ جب کہ وہ سب اپنی خواہش مین متحد تھی اور میل اور پہلو جو بعض اُنکے کا طرف بعض اُنکے کے تھا طبیعتین بعض اُن کے کی مشابہ بعض کے تھین اور خواہش بعض کی طرف بعض کی تھی پس اس ارشاد سے لازم آتا ہے کہ علی مرتضےؑ نے قوم کو قابل افسوس کے جانا ہے نہ اپنے آپ کو اور مصداق اُس فقرہ کا وہ کہ یہ سزا ہے اُس کی جس نے چھوڑا رائے مستحکم کو" قوم کو قرار دیا ہے نہ اپنے آپ کو۔ جس سے ظاہر ہے کہ علی مرتضےؑ کی کوئی غلطی نہین تھی نہ انھون نے دہوکھا کھایا۔ جس ارشاد سے کہ ایسا لازم آتا ہے اوسکے بعد آپ خدا سے شکایت کرتے ہین کہ " بار خدایا عاجز آگئے اطباء اس درد لا علاج سے اور گران ہو گیا ہے کھینچنا ساتھ رسیون دراز کے پانی گہرے کنون کا"

اس ارشاد مین بہی قوم کی قصور کی خدا سے شکایت ہے۔ اور اس شکایت نے بہی ظاہر کر دیا کہ قوم کی حالت پر علی مرتضےؑ نے افسوس کیا ہے۔ اپنی حالت پر۔ اور فقرہ زیر بحث بہی قوم کی نسبت فرمایا ہے نہ اپنی نسبت یہ شکایت اُسی قسم کی ہے کہ حضرت یعقوبؑ نے شکایت کی تہی جسکا ذکر خدا نے فرمایا ہے آیۃ " انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ۔ (سورۂ یوسف)

ترجمہ " سوائے اسکے نہین ہے کہ شکایت کرتا ہون مین وہ اپنے حال پراگندہ اور حزن کی طرف اللہ کے " اس شکایت کے بعد علی مرتضےؑ نے اُس قوم مسلمانون کو یاد کیا ہے۔ جسکی حالت مخالف حالت اس قوم مسلمانون کے تھی وہ یعنی اون لوگون کو اسلام کی دعوت کی گئی انھون نے اُسکو قبول کیا اور یہ لوگ دعوت امامت اور خلافت کو قبول نہین کرتے اور جنھون نے قبول کیا اُس سے انحراف کرتے ہین۔ اُن لوگون نے

قرآن کی تلاوت کی تو اُسکے عمل کو نہایت استوار کیا یہ لوگ قرآن کی تلاوت کرتے ہین تو اُسکے عمل کو استوار نہین کرتے۔اُن لوگون کو جہاد کی طرف رغبت دلائی گئی تو اُنکو ایسی محبت ہو گئی جیسے حاملہ ماؤن کو اپنے بچون کی پیدائش سے ہوتی ہے۔

اِن لوگون کو جہاد کی رغبت دلاجاتی ہے تو اسمین حیلہ کرتے ہین اور جہاد کا بند کرنا چاہتے ہین اُن لوگون نے اپنی تلوارین میانون سے نکالین یہ لوگ اپنی تلوارین میانون کے اندر ڈالتے ہین اُن لوگون نے جماعت در جماعت اور صف در صف ہو کر اطراف زمین کو لے لیا یہ لوگ متفرق اور پراگندہ ہو کر اپنے مقبوضہ اطراف زمین کو چھوڑنا چاہتے ہین۔اُن لوگون مین سے جو مارے گئے۔اونکو تعزیت کی پروانہ ہوئی۔یہ لوگ یہ سمجھتے ہین کہ مرنیسے تباہ ہو جائینگے اون لوگون مین سے جو زندہ رہے انکو کچھ تہنیت نہین دی گئی۔یہ لوگ جو زندہ ہین وہ مشتاق بشارت کے ہین اُن لوگون کے شکم روزہ رکھتے رکھتے پیٹھ سے لگ گئے تھے یہ لوگ شکم سیری اور شکم پروری چاہتے ہین اون لوگون کے لب دعائین مانگتے مانگتے پژمردہ ہو گئے تھے۔یہ لوگ خدا سے دعا مانگنے کی پروا نہین کرتے اُن لوگونکا کثرت بیداری سے رنگ زرد پڑ گئے تھے یہ لوگ خواب آسائش مین ایسے سو گئے ہین کہ چونکتے ہی نہین اون لوگون کے چہرون پر گرد فروتنی پڑی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔یہ لوگ اپنے چہرون پر غازہ غرور اور نخوت کا ملے ہوئے ہین" یہ یاد دلانے کی واسطے ترغیب سامعین کی ہے۔تاکہ یہ لوگ اپنی حالت مثل حالت اون لوگون کی بنادین کہ جنکے اوصاف حمیدہ علی مرتضےٰ نے بیان فرمائے۔

اور اس یاد دلانے علی مرتضےٰ سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ حالت اِن مسلمانونکی

خلاف اُن مسلمانون سے تھی۔ کہ جنکو علی مرتضےٰ نے یاد فرمایا۔
چنانچہ اُن لوگون کو یاد کرنے کے بعد علی مرتضےٰ نے فرمایا ہے ہم کو قریباب ہے کہ ہم اُنکے لیئے پیاسے ہون اور اُنکی جدائی پر پشت دست اپنی کو دانت سے کاٹین" اور پھر اُن لوگون کو نصیحت فرمائی ہے کہ شیطان تمھارے لیئے ایک طریقہ درست کر رہا ہے اور تمھارے دین کی گراہین کھول رہا ہے اور تمھاری جماعت مین تفرقہ کے پھندے ڈے رہا ہے۔ پس سمجھو تم اور اُسکے وسوسون اور منترون سے روگردانی کرو اور قبول کرو اپنی خیر خواہی کی بات اس شخص سے جو تمکو راہ راست دکھاتا ہے اور اپنی گانٹھ مین اُس کی بات باندھ لو" اس تمام ارشاد سے علانیہ واضح ہو گیا۔ کہ علی مرتضےٰ نے اپنے ہمراہیون کی حالت کو قابل افسوس سمجھا ہے۔ اور فقرہ زیر بحث کا مصداق انھین کو قرار دیا ہے۔ نہ اپنے آپ کو۔
اور پھر اسی خطبہ پر موقوف نہین ہے۔ کہ علی مرتضےٰ نے اُن کو قابل افسوس اور لائق شکایت سمجھا اس سے پہلے بھی دو خطبون مین اُنکی نسبت ایسے ہی قابل افسوس اور لائق شکایت فقرہ فرمائے ہین۔ جنکو خود مصنف مخاطب نے اوپر نقل کیا ہے۔ اور جسپر بحث ہو چکی ہے۔ ایک کلام مین علی مرتضےٰ اون سے مخاطب ہو کر یون فرماتے ہین۔
"غارت کرے تمکو اللہ بیشک بھر دیا تمنے میرا دل پیپ سے اور بھر دیا تمنے سینہ میرا غصہ سے" دوسرے کلام مین فرماتے ہین "اے پروردگار مجھے اُن لوگون نے تنگ کر دیا ہے اور یہ مجھسے تنگ ہو گئے ہین اور مین اُنکو ستوہ مین لے آیا ہون اور یہ مجھے ستوہ مین لے آئے ہین پس مجھے اُنکی عیوض مین نیک لوگ عنایت فرما اور اُنکے لیئے میری عیوض مین بدشخص

قرار دے " ان تمام ارشادات علی مرتضےٰؑ سے ظاہر ہے کہ قوم بوجہ اسکے کہ بار بار اپنی حالت کو متغیر کرتی تھی اور پے در پے خطائین وقوع مین لاتی تھی اور کسی طرح اصلاح پذیر نہین ہوتی تھی اور اپنے آپکو قابل افسوس اور لائق شکایت کے بناتی تھی۔ قوم کی رنگ برنگ حالت مین ہوجاتے اور ایک حالت سے دوسری حالت پر بدلتے رہنے سے کوئی اعتراض غلط فہمی یا دہوکا کھانے کا علی مرتضیٰؑ پر وارد نہین ہوسکتا۔ علی مرتضےٰ قوم کی ہر حالت کو عین اُسوقت پر جو اُسکی حالت ہوجاتی تھی ٹھیک سمجھ لیتے تھے۔

مصنف مخاطب جو کثرت فضائل اور مناقب کو دوسری چیز اور انتظام ملک و تدبیر جنگ کو دوسری چیز قرار دیکر بغیر کسی شک کے قبول کرتے ہین کہ "جناب امیرؑ کے قلب منور پر کیفیات باطنی کی تجلیات ایسی غالب تھین کہ وہ ہمہ تن اُس مشاہدات مین محو تھے اور اُنکی رائے کی جتنی قوت تھی وہ اُسی مین مصروف تھی "

اِس تقریر مصنف مخاطب مین صریح اشعار ان امور کا موجود ہے کہ علی مرتضےٰؑ کے کثرت فضائل و مناقب اور اُنکے قلب منور پر کیفیات باطنی کی تجلی ایسی تھی کہ جو دوسرے خلفاء کے لیئے نہین تھی بحث باقی یہ رہتی ہے کہ انتظام ملک اور تدبیر جنگ علی مرتضےٰ کی فضائل و مناقب کو شامل ہے یا نہین اور اُنکے قلب منور پر کیفیات باطنی کی تجلیات جن کے مشاہدات مین وہ محو تھے اور اُنکی رائے کی جتنی قوت تھی وہ اوسی مین مصروف تھی اور انتظام ملک اور تدبیر جنگ انہین داخل ہے یا نہین مصنف مخاطب کو اپنی تقریر مین بتانا چاہیئے تھا کہ علیؑ مرتضےٰ کی قلب منور پر کیفیات باطنی کی تجلیات

کا غلبہ تھا اور وہ اُنکے مشاہدات مین محو تھی اور اُنکی راے کی قوت اُس مین مصروف تھی۔ تو انتظام ملک اور تدبیر جنگ جو امامت اور خلافت سے متعلق ہے علی مرتضےٰ کے قلب منور پر کیفیات باطنی کی تجلیات کی غلبہ اور محویت اون کے مشاہدات اور اُنکی مصروفیت قوت راے سی کیسے جدا رہ جاتی تھی اور اُن کا جدا رہنا کیون اور کس طرح سمجھا جا سکے۔ مذہب اسلام مین دین و دنیا جدا جدا چیزین نہین ہین۔

دین اسلام اور شریعت محمدی کی وضع پر جب اوسنے غور کیا جاتا ہے تو صاف ظاہر ہو جاتا ہے۔ کہ اصول تمدن اور انتظام تمدن اور سیاست مدن سب دین ہے جسمین انتظام ملک اور جنگ کی تدبیرین سب کچھ داخل ہین۔ کون وجہ ہے کہ علیؑ مرتضےٰ کے قلب منور پر کیفیت باطنی کی تجلیات جو غالب تھین اور جنکے مشاہدات مین وہ محو تھے اور اپنی راے کی قوت اسی مین صرف کرتے تھے اُس مین انتظام ملک اور جنگ کی تدبیرین شامل نہ ہو سکین۔ پیغمبرؐ خدا جب کہ اُنکو وہ وقت آیا ہے کہ دشمنون سے محفوظ ہین اور دشمنون کے حملون کو دفع کرین اور دشمنون پر حملہ کرین۔ کہ جسمین تدبیر جنگ اور ملک عرب پر قبضہ حکومت اور انتظام ملک سب کچھ داخل ہے۔ یعنے زمانہ ہجرت سے تجہیز جیش اُسامہ اور قریب اوس زمانہ تک کہ جب روح مقدس پیغمبرؐ کے جسم مقدس سے پرواز کر گئی) علی مرتضےٰؑ سے تخلیہ مین مشورہ کرتے رہتے تھے اور دن مین ایک وقت ایسا ہوتا تھا کہ تنہائی مین علی مرتضےٰؑ سے رازداری کے امور طے پاتے تھے اور جسکلم و رازیون پیغمبرؐ سے علی مرتضےٰ کو آگاہی ہوتی تھی۔ بعض دفعہ تخلیہ کو ایسا طول ہوا ہے کہ دوسرون نے اُسپر شک کیا ہے۔ (دیا مو ہمارے رسالجات

روشنی مین کتب اہل سنت سے مذکور ہوچکے ہین تو کیا کسی کی سمجھ مین آسکتا ہے کہ ان روزانہ مشورون اور تخلیون اور رازداریون مین تدابیر جنگ اور انتظام ملک شامل نہین تھین جبکہ یہین امور سکے لیئے وقت تھا۔

نہین۔ بلکہ یقین کرنا چاہیئے کہ پیغمبر خدا نے ان تمام امور کے لیئے بھی علی مرتضےٰ کو منتخب کر لیا تھا اور یہ انتخاب درحقیقت اُسی وقت سے جانب سے عمل مین آیا تھا جبکہ پیغمبر خدا نے۔ اپنے کنبہ کو بہ تعمیل حکم (وانذر عشیرتک الاقربین) کے دعوت اسلام کیلیئے بلا کر ضیافت کی تھی اور اسی مجلس مین علی مرتضےٰ نے کھڑے ہو کر پیغمبر سے کہا کہ مین تمہارا ناصر اور مددگار رہونگا اور پیغمبر نے فرمایا تھا کہ تو میرا وزیر اور خلیفہ ہے؟ کیا کسیکی سمجھ مین آسکتا ہے۔ کہ پیغمبر خدا اپنے وزیر اور خلیفہ سے امور وزارت اور خلافت کے متعلق تخلیہ اور مشورہ اور رازداریان نہین کرتے تھے۔ ایسے شخص سے کہ جسکو اپنا وزیر اور خلیفہ قرار دیا تھا۔ ہان یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ انتخاب تخلیون اور مشورون اور رازداریون کے لیے پیغمبر کی طرف سے غلط ہوا تھا۔ لیکن ایسا کہنا بھی خود غلط ہوگا کیونکہ عہد پیغمبر مین علی مرتضےٰ نے جو تدابیر جنگ اور اوسکے ذریعہ سے فتحمندیان اور انتظام ملک کے باتباع پیغمبر عملاً دکھائی ہین (جسکی مفصل کیفیت سوانح عمری پیغمبر خدا اور علی مرتضےٰ سے ظاہر ہو جاتی ہے اور اُسکے نشانات جابجا ہمارے رسالہ جات روشنی مین بھی موجود ہین) اُنسے خود بخود ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ علی مرتضےٰ قدرتاً ایسے قابل اور لائق تھے کہ پیغمبر خدا تخلیہ مین مشورہ ہر امر کا سوائے علی مرتضےٰ کے کسی دوسرے سے نہین لے سکتے تھے اور علی مرتضےٰ ہی ایسے شخص تھے کہ تمام امور رسالت کو جسمین تدابیر جنگ اور انتظام ملک شامل تھا ٹھیک طور پر اپنی کارگذاری سے

قائم کرتے تھے اور اسی کا پرگذاری کی بدولت سندین فضائل ومناقب کی پیغمبرؐ سے حاصل کرتے تھے اون اسنادِ فضائل و مناقب کو جب واقعات تاریخی کی حیثیت سے دیکھا جائے (جو خود کتب اہل سنت مین منقول ہین اور بہتیرے بھی اپنی رسالہ جات روشنی مین کسیقدر اُن کا ذکر کیا ہے) تو صاف ظاہر ہو جاویگا کہ تدابیرِ جنگ اور انتظامِ ملک کی حیثیت سے بھی علی مرتضےٰ کے فضائل اور مناقب مین بہت کچھ سندین پیغمبرؐ کی عطا کی ہوئی موجود ہین سب سے اعلیٰ درجہ کی فضیلت انسان کے لیئے علم ہے۔ اور پیغمبرؐ نے خود فرما دیا ہے کہ "پیغمبرؐ مدینۂ علم ہین اور علیؑ اوسکا دروازہ اور علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؑ کے ساتھ اور علیؑ تم مین اقضا ہے" اور اسی اعتبار سے علیؑ مرتضیٰ نے جنگ صفین مین جبکہ لشکر معاویہؓ کی طرف سے نیزون پر قرآن دکھائے گئے فرمایا کہ یہ قرآن صامت ہے اور مین قرآن ناطق ہون" پیغمبرؐ نے اپنے اسناد سے جو تصدیق علم علی مرتضےٰ کی کی ہے۔ علم تدابیرِ جنگ اور انتظام ملک علم علی مرتضےٰ سے اوسی وقت خارج سمجھا جا سکتا ہے کہ جب علم پیغمبرؐ سے بھی خارج سمجھا جاوے۔

علی مرتضےٰ کا تدابیرِ جنگ اور انتظام ملک اور دیگر امور مین اعلیٰ درجہ کا عالم اور اہل الرائے ہونا اُن واقعات سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ جو بعد پیغمبرؐ عہد خلفاء ثلاثہ مین پیش آئے ہین اور علیؑ مرتضےٰ کی رائے ہمیشہ امور اہم مین لی گئی ہے یا خود انھون نے نصیحت کی ہے۔ حضرت عمرؓ جو بڑے فاتح ملک شام اور ایران کے سبب سے سمجھے جاتے ہین خود انھون نے حملہ شام اور ایران کے وقت علیؑ مرتضےٰ سے تدابیرِ جنگ اور انتظام ملک کیلیے مشورہ کیا ہے اور علی مرتضےٰ کی رائے لی ہے۔

عہد خلفاء ثلاثہ مین جو ایسے واقعات پیش آئے ہین۔ کہ جن مین

علی مرتضےٰؓ سے پوچھا گیا ہے یا خود علی مرتضےٰؓ نے نصیحت کی ہے اُن سے یہ امر مسلم ہوتا ہے کہ خود خلفاء ثلاثہ علی مرتضےٰؓ کو اعلیٰ درجہ کا عالم اور اہل الرائے تسلیم کرتے تھے۔

علی مرتضےٰؓ کے خطبات اور اُن کے مکتوبوں اور کلاموں سے ظاہر ہوتا ہی کہ وہ تدابیر جنگ اور انتظام ملک اور تمام امور دین مین اعلیٰ درجہ کا علم اور قابلیت رکھتے تھے خلفاء ثلاثہ کو اُس وقت خلافت ملی تھی کہ جسوقت پیغمبرؐ اور علی مرتضےٰؓ کا کیا ہوا انتظام موجود تھا علی مرتضےٰؓ کو خلیفہ اُسوقت قبول کیا گیا ہے کہ بوجہ بلوہ کے خلافت پر اور قتل حضرت عثمان کے انتظام خلافت درہم برہم ہوگیا تھا اندرون ملک کیلئے تدبیر جنگ اور انتظام ملک کا خلفاء ثلاثہ کے لئے وقت ہی نہین ہوا تھا اگر اُنکے عہد مین ایسا برہمی خلافت کا معاملہ پیش آتا اور وہ تدابیر جنگ اور انتظام ملک اپنی رائے سے کرتے تو اُنکی ستائش موازنہ کی حیثیت سے قابل نظر کے ہوتی سوقت مجتمعہ متفقہ سی جسمین علی مرتضےٰؓ نے خلل نہین ڈالا تھا۔ شام اور حصہ ایران کے فتح کرنیکا معاملہ جو بیرون سلطنت تھا اور جسکے متعلق علی مرتضےٰؓ کی رائے لیگئی تھی معاملہ فتنہ و فساد اور بغاوت اندرون سلطنت کی تدابیر جنگ اور انتظام ملک سی موازنہ نہین ہو سکتا۔

اندرون سلطنت جو فتنہ فساد اور بغاوت پھیلی اُسکے فرو کرنے مین علی مرتضےٰؓ نے جو تدابیر جنگ کین اور اونکو فتحمندیان حاصل ہوئین کہ جنمین انتظام ملک خلافت شامل تھا اُس مین علی مرتضےٰؓ کو کامیابی حاصل ہوئی اور جسقدر کہ فتنہ و فساد اور بغاوت باقی رہگئی تھی اگر علی مرتضےٰؓ مقتول نہوجاتے تو یقین کرنا چاہئے کہ وہ بھی فرو ہو جاتی۔ علی مرتضےٰؓ نے اندرون خلافت کے جو فتنہ فساد اور بغاوت کے رفع کرنے کے لیئے تدابیر جنگ

اور انتظام ملک کے لیے کہین جس مین کامیابی ہوئی علی مرتضٰے کی غلطی یا غلط فہمی کہنا یا یہ کہنا کہ انہین تدابیر جنگ یا انتظام ملک کی قابلیت نہین تھی۔ کسی طرح روا اور صحیح نہین ہو سکتا۔ (دیکھو اسی بحث کے متعلق رسالہ روشنی جلد ۵ صفحہ ۵۹)

اور نہ اُس حیثیت سے جس حیثیت سے کہا گیا ہے یہ کہنا مصنف مخاطب کا صحیح ہو سکتا ہے وہ کہ جناب امیر کے قلب منور پر کیفیات باطنی کی تجلیات ایسی غالب تھین کہ وہ ہمہ تن اُنھین مشاہدات مین محو تھے اور اُنکی رائے کی جتنی قوت تھی وہ اُنسی مین مصروف تھی خلافت زبردستی اونکے سر پر ڈالی گئی؛ علی مرتضٰے خلافت اوّل سے لے کر خلافت سوم تک برابر خواہش خلافت کی اور اپنے حق کا اظہار اور دعوی اور خلفاء ثلاثہ کے نصب پر اعتراض کرتے رہتے اور ان تینون عہد خلافت مین جب اُن سے رائے لی گئی - یا جب اونکو موقع ملا اسلوبی خلافت کو لیئے اور اوسکی بہبودی اور ترقی کے لیے رائے برابر دیتے رہے اگر اُن مین اعلی درجہ کی قابلیت انتظام ملک اور تدبیر جنگ کی نہین تھی تو اُن کی رائین کیون لے جاتی تھین اور اونکی راوٓن کو کیون پسند کیا جاتا تھا۔

البتہ مرتبہ چہارم میکی ٹھیک مادہ مین علی مرتضٰے بیدل ہو گئے تھے اور حالت خلافت کی برہم درہم ہو گئی تھی اور یہ برہمی درہمی صرف اسی وجہ سے ہوئی تھی کہ خلافت اصول سلطنت اور مخالف ایمار خدا اور رسول کے علی مرتضٰے اعلی اور افضل قابلیت رکھنے والے خلافت کو سلطان اور خلیفہ قبول نہ کرکے اُنکے غیرون کو خلیفہ اور بادشاہ بنایا تھا۔ اگر علی مرتضٰے کو بعد وفات رسول خلیفہ قبول کیا جاتا تو نوبت بیدلی علی مرتضٰے اور برہمی درہمی خلافت کی نہ پہونچتی۔

بیشک وقت قتل حضرت عثمانؓ کے جب حالت خلافت کی نہایت خراب ہو گئی اور مدینہ کے تمام موجودہ اہل الرائے نے یہ دیکھا کہ سوائے علی مرتضےٰؓ کے کوئی حالت خلافت کو درست نہ کرسکیگا کہ اُسوقت "خلافت زبردستی اُنکے سر پر ڈالی گئی جس سے وہ بچنا چاہتے تھے" لیکن بیعت کرنے والونکی حضوری ہی نے اون پر حجت تمام کردی اور اونکو قبول خلافت پر مجبور کیا۔

مگر پھر جیسے کہ ابتدا مین خلافت کے لیئے اونکو قبول نہین کیا گیا باوصف اسکے کہ کیا اونکے استحقاق خلافت اور قابلیت کار خلافت سے کوئی انکار نہین کرتا تھا اور انتظام ملک اور تدبیر جنگ اور انفصال قضایا مین اونکی رائے وہدایت اور اُنسے مدد لی جاتی تھی۔

(جس سے ظاہر ہوگا کہ خود خلفاء ثلاثہ اونکو اہلی اور فضل کار خلافت کیلیئے جانتے تھے) ویسے ہی پھر بعض لوگون نے مثل حضرت طلحہ اور زبیر اور بی بی عائشہ کے اون کی خلافت سے انحراف کیا اور بعض لوگون نے مثل حضرت معاویہ کے اونکو خلافت کے لیئے قبول نہ کیا جس سے ظاہر ہے کہ کسی وقت مین خواہ وقت تقرر خلفاء ثلاثہ کے خواہ بعد قبول کیے جانے کے خلافت کے لیئے درجہ چہارم مین علی مرتضےٰؑ کو اس خیال سے کہ "وہ کیفیات باطنی اور مشاہدہ انوار قدس کی اونکو پوری فرصت اور آزادی دی جاوے اور انتظامی معاملات مین نہ پھنسایا جاوے" کار خلافت سے علحدہ نہین رکھا اور علحدہ کرنا نہین چاہتے تھے۔ اگر یہی وجہ تھی تو عہد خلفاء ثلاثہ مین کیون اونکو انتظام ملک اور تدبیر جنگ اور انفصال قضایا کے لیئے رائے اور ہدایت اور مدد حاصل کرنیکے واسطے تکلیف دیجاتی تھی۔ اور کیون مرتبہ چہارم مین اونکو خلیفہ قبول کیا گیا اور اون کی پوری فرصت اور آزادی کیفیات باطنی اور

مشاہد ۂ انوار قدس سے کیون روکا گیا اور انکی فرصت مین خلل کیون ڈالا گیا! اور کیون انتظامی معاملات مین پھنسایا گیا؟ اس سے ظاہر ہے۔ اور شان تمام واقعات تاریخی دیکھا رہی ہے کہ خلفاء ثلاثہ نے جو اپنی خلافت کو حاصل کیا اور بعد قبول خلافت کے مرتبہ چہارم مین علی مرتضےٰؑ سے انحراف کیا گیا۔ اوسکی وجہ خواہشات نفسانی تھین نہ کچھ اور غیر صائب ہونا اس رائے کا کہ بعد وفات رسولؐ علی مرتضےٰؑ کو خلیفہ قبول نہ رکھا گیا اور مرتبہ چہارم مین اونکی خلافت سے انحراف کیا گیا ہم پہلے دکھا چکے ہین کہ ایسی رائے نے اشاعت مذہب اسلام کو تمام روئے زمین پر مسلمانون کی قوم کو ضرر اور نقصان پہونچایا اور یہ بھی دکھا چکے ہین کہ خلافت ثلاثہ کی عہد حکومت اور کثرت فتوحات کا مقابلہ جناب امیرؑ کے عہد خلافت کے واقعات سے کرنا سخت غلطی ہے اور یہ بھی دکھا چکے ہین کہ علی مرتضےٰؑ نے کبھی اپنی رائے نہین بدلی نہ مفسدون کے دہمکانے سے ڈر گئے۔ اور نہ وہ قاتلان عثمانؓ کے ہاتھ مین کبھی مجبور ہوتے بلکہ تغیر جیسا حالت قوم کا ظہور مین آتا گیا اوسی کے موافق وہ اپنی رائے صحیح قائم کرتے گئے۔ اگر وہ مفسدون کے دہمکانے سے ڈر جاتے اور قاتلان عثمانؓ کے ہاتھ مین مجبور ہوتے تو انھین مفسدون اور انھین قاتلون کے مونھ پر مجمع عام مین اون کی بار بار تغیر حالت پر اور اپنی نافرمانی کرنے پر اور اپنی اطاعت سے باہر ہو جانے پر ہرگز نہایت سختی اور شدت سے اونکی مذمت اور ملامت اور افسوس ظاہر نہ فرماتے۔ ہر حالت موجودہ پر اور ہر وقت کی ضرورت کے لحاظ سے علی مرتضےٰؑ صحیح رائے قائم کرتے تھے اور حکم دیتے تھے۔ حالت ما بعد پر رائے اور حکم دینے سے یہ اعتراض کرنا۔ یا نتیجہ نکالنا کہ حالت اوّل کی وقت غلط فہمی ہوئی تھی خود مصنف مخاطب کی غلط فہمی ہے۔

مصنف مخاطب ایک مثال غلط فہمی امام محمد باقر علیہ السلام کی یون ظاہر کرتے
ہین کہ اصول کافی کی باب کراہتہ التوقیت مین مذکور ہے کہ جب اللہ نے خروج
مہدی کے لیئے سنہ ۱۴۰ مقرر کیے تھے تو امام باقر علیہ السّلام نے اپنے اصحاب سے
فرمایا کہ ہمنے تمکو اسکی خبر کردی اور تمنے اس راز کو مشہور کردیا۔ اس لیئے
اللہ نے اُس وقت کو ٹال دیا اور آئندہ اوس کا کوئی وقت مقرر نہ کیا۔
اس روایت سے یون استدلال کرتے ہین کہ امام باقر وغیرہ ائمہ نے نااہلون
سے اس راز کو ظاہر کیا تھا پس اگر اونکو پہلے سے نااہل جانتے تھے تو اونسے
راز کہنا گناہ کبیرہ تھا اور اگر دہوکا کھایا اور اہل و نااہل کا تمیز نہ ہوا تو یہ غلطفہمی تھی۔
یہ روایت وہی ہے جسکو مصنف مخاطب نے اپنے رسالہ جلد اوّل کی نمبر ۲
پر نقل کرکے دوسری نوعیت سے اعتراض کیا تھا۔ اور جسکی حقیقت ہمنے
اپنے رسالہ حصۂ اوّل اکتوبر سنہ ۱۸۹۳ء کے صفحہ ۴۷ پر دکھائی ہے اور
پھر اسی روایت اور اسی کی ہم قسم دوسری روایتون پر ہمارے رسالہ
جلد ۳ نمبر ۴ مین صفحہ ۴۷ سے بحث ہوئی ہے۔
مصنف مخاطب نے جو اس روایت مین یہ ظاہر کیا ہے کہ "جب اللہ
نے خروج مہدی کے لیئے سنہ ۱۴۰ مقرر کیے تھے" یہ بیان اون کا غلط ہے۔
روایت مین مطلق ذکر خروج مہدیؑ کا نہین ہے۔ بلکہ روایت مین یہ ہے کہ
بیشک اللہ تبارک و تعالےٰ کے (نزدیک) تھا وقت اس امر کا سنہ ۷۰ مین
پس جبکہ قتل کیئے گیئے حسینؑ علیہ السّلام سخت غضب اللہ کا ہوا اہل زمین
پر پس تاخیر ہوئی سنہ ۱۴۰ تک پس بیان کیا ہمنے تم سے اور ضائع کیا تمنے بات
کو اور کھول دیا تم نے پردہ بھید کا اور نہ گردانا اللہ نے اُسکے لیئے بعد اسکے
کوئی وقت ہمارے پاس محو کرتا ہے اللہ جو کچھ چاہتا ہے اور ثابت کرتا ہے

ؔ یہ ترجمہ ہے آیت کا جو کلام امام مین ہے۔ دیکھو یمحوا اللہ ما یشاء و یثبت و عندہ ام الکتاب ۱۲

اور اُسکے پاس اُم الکتاب ہے" کہا ابو حمزہ نے کہا کہ مین نے اس حدیث کا ذکر کیا امام جعفر صادق علیہ السلام سے اُنھون نے فرمایا تحقیق ایسا ہی تھا"

اِس روایت سے ظاہر ہے کہ خروج مہدی علیہ السلام کا اُسمین کچھ ذکر نہین ہے - بلکہ یہ حدیث اس امر سے متعلق ہے کہ خلافت خاندان رسالت مین کسی کسی وقت آنے کو تھی اور نہ آئی - امام علیہ السلام نے جو جو وقت بیان فرمائے ہین اُس اُس زمانے مین ایسے ایسے سامان اور اسباب مہیا ہوگئے تھے کہ خلافت خاندان رسالت مین آجاتی اِسی اعتبار سے امام علیہ السلام نے فرمایا ہی کہ وہ اوقات خدا کے نزدیک ایسے تھے کہ خلافت خاندان رسالت مین آجاتی - مگر دوسرے وجوہ اور اسباب ایسے پیدا ہوگئے کہ خلافت خاندان رسالت مین نہ آئی خلافت کا خاندان رسالت مین آنا نہ آنا تقدیر الٰہی ہے اور اسی نظر سے امام علیہ السلام نے آیت الٰہی کا ذکر کیا کہ "محو کرتا ہے اللہ جس چیز کو چاہتا ہی اور ثابت کرتا ہی اور نزدیک اوسکے اُم الکتاب ہی" مگر باعتبار فطرت انسانی کے کہ جو خدا کی قدرت سے وضع ہوئی ہے انسان اپنے اعمال اور افعال کا مختار رکھا گیا ہے اور قوم اپنی حالت کو متغیر کرتی ہے چنانچہ خدا فرماتا ہی کہ "خدا کسی قوم کو متغیر نہین کرتا بلکہ قوم اپنے آپ کو اپنے نفسون سے متغیر کرتی ہے" اور یہی مراد ہے کہ "محو کرتا ہی اللہ جس چیز کو چاہتا ہے اور ثابت کرتا ہی اور پاس اُسکے اُم الکتاب ہی" یعنے جب قوم اپنے آپ کو خود متغیر کرتی ہو تو اُس کا علم خدا کے عندیہ مین ہوتا ہی -

جسوقت کہ حضرت امام حسین علیہ السلام قتل ہوسکے اوس زمانے

مین بیشک ایسی حالت تھی کہ خاندان رسالت مین خلافت آجائے اوس وقت سے اسوقت تک کسی مسلمان کے ذہن مین یہ آسکتا ہے کہ قوم مسلمانونکی بمقابلہ یزید کے حضرت امام حسین کو خلیفہ قبول نکرے۔ یا قبول کرکے منحرف ہو جاے اور یزید کی طرف سے حسین علیہ السلام کو قتل کر ڈالے اسی تغیر حالت قوم نے خلافت خاندان رسالت مین نہ آنے دی اور جسوقت کہ قوم مسلمانون نے کوفہ مین حضرت مسلم کے ہاتھ پر نیابتاً حضرت امام حسین علیہ السلام کی بیعت کی اوسوقت کسی کے ذہن مین یہ آسکتا تھا کہ وہی قوم منحرف ہوکر حضرت مسلم اور حضرت امام حسین علیہ السلام کو قتل کر ڈالیگی۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے جو مکہ سے کوفہ کا سفر اختیار کیا تھا وہ بہ اعتبار حالت قوم کے تھا جو اسوقت حالت قوم کی تھی اگر قوم اپنی حالت کو متغیر نہ کرتی تو کچھ شبہہ نہین ہی کہ ستر تک خلافت خاندان رسالت مین آکر مستحکم ہو جاتی جسکا اشارہ اس حدیث امام علیہ السلام مین ہی۔ لیکن قتل حضرت امام حسین علیہ السلام کا ۶۱ ہجری مین واقع ہوگیا۔ ۱۴۰ھ مین زمانہ منصور دوانیقی کا تھا اور محمد اور ابراہیم اولاد حسن علیہ السلام کا خروج مشہور ہے اوسکے عہد مین امام اہلبیتؑ اور شیعون کو امید اس بات کی تھی کہ خلافت خاندان رسالت مین آجاے جسکے سامان اور اسباب مہیا ہو چکے تھے۔ مگر راز کے فاش ہو جانیسے خلیفہ عہد نے اوسکے خلاف انتظام کر لیا اور خلافت خاندان رسالت بنی فاطمہ مین نہ آسکی اور امام زمانہ خلافت پر مسلط نہ ہو سکے جس وقت امام زمانہ نے شیعون پر اپنا راز ظاہر کیا تھا اسوقت اونکی حالت بیشک ایسی ہی تھی کہ امام اہلبیت راز کو اون سے مخفی رکھتے اور اسوقت ضرورت اس بات کی تھی کہ اون لوگون سے راز ظاہر کیا جائے اوس وقت

یہ لوگ قطعی رازداری کے قابل سمجھے جاتے تھے اسوقت امام اہلبیت سے کوئی غلط فہمی نہین ہوئی البتہ اون شیعون رازدارون سے غلطی ہوئی کہ انھون نے اوس راز کا افشا نا وقت کر دیا۔ حالت مابعد سے حالت ما قبل کی نسبت یہ کہنا کہ حالت اوّل پر غلط فہمی ہوئی کسی طرح صحیح نہین ہو سکتا۔ اسباب کو سوائے خدا کے کوئی نہین جان سکتا۔ کہ کل کیا واقعہ پیش آویگا اور کل کسکی حالت متغیر ہو جائیگی۔

مصنف مخاطب ایک مثال غلط فہمی امام محمد باقر علیہ السلام کی یون ظاہر کرتے ہین کہ امام باقر علیہ السلام کو اتفاقات زمانہ سے ایک ایسا طعام طیب نعمت غیر مترقبہ مل گیا تھا جسکے کھانے والے کے لیئے خواہ وہ عمل کرے یا نکرے جنت واجب ہو جاتی تھی اسکو جناب امام نے ایک اپنے غلام کے پاس امانت رکھا اور حکم کیا کہ اس امانت کو رکھ مین تناول کرون گا مگر وہ غلام نافرمان اور خائن اس مال طیب کو بلا اجازت امام خود کھا گیا پس امام نے جو اسکو امین سمجھا تھا یہ اُنکی غلط فہمی تھی۔

مصنف مخاطب اپنے اس بیان کی سند کیلیئے کتاب من لا یحضرہ الفقیہ باب المکان للمحدث سے ایک روایت نقل کرکے یہ ترجمہ کرتے ہین "

" داخل ہوئے امام باقر علیہ السلام پاخانے مین تو پایا روٹی کا ایک ٹکڑا جو گوہ مین پڑا تھا تو اٹھالیا اوسکو اور دھویا اور ایک غلام کے حوالہ کر دیا جو اونکے ساتھ تھا اور فرمایا کہ یہ ٹکڑا تیرے پاس رہے جب مین نکلونگا تو اسکو کھاؤنگا پھر جب امام پاخانے سے باہر تشریف لائے تو غلام سے پوچھا کہ لقمہ کہان ہے غلام نے کہا کہ ابن رسول اللہ مین اسکو کھا گیا امام نے فرمایا کہ وہ نہ پہونچے گا کسی کے معدہ مین مگر واجب ہو جائیگی

اُسکے لیئے جنت پس چلاجا تو آزاد ہے مین ناپسند کرتا ہون کہ کسی ایسے شخص سے خدمت لون جو جنت والا ہو۔"

مصنف مخاطب یہ اعتراض کرتے ہین کہ "اس روایت سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ ائمہ اہل جنت سے خدمت نہین لیتے تھے اور چونکہ سب آئمہ کی حالت ایک سی ہوتی تھی تو اب فرمایئے کہ رسولؐ نے اور آئمہ نے جن لوگون سے خدمت لی ہے جیسے بلال اور قنبر وغیرہ اُنکی کیا حالت ہوگی"

مصنف مخاطب یہ حجت بھی کرتے ہین کہ "جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ بعض صورتون مین شارع معصوم کی نافرمانی مین بھی جنت ملتی ہے تو قصہ قرطاس مین عمرؓ پر کیا الزام ہے"

پھر شیعون پر یہ تعجب کرتے ہین وہ کہ شیعانِ امام سُنت امام کو چھوڑکر تلاش معاش مین سرگردان ہین ایسی غذائے لطیف اور لقمہ طیب کی تلاش کیون نہین کرتے کہ ہم خُرما و ہم ثواب ہو لذت زبان اور سیری شکم کے علاوہ جنت مُفت ملتی ہے"

یہ روایت متعلق مسئلۂ طہارت کے ہے کہ جو ایک جز شریعت محمدیؐ کا ہے اور جسکا مقصود یہ ہے کہ اگر کسی چیز کو ماکولات مین سے قاذورات لگ جائین۔ تو وہ چیز پانی سے طاہر ہو سکتی ہے اور اُسکے کھانے سے نفرت کرنا نہین چاہیے یہ ظاہر ہے کہ جو کوئی ایسے ماکولات کے کہانے سے کہ جو طاہر کر لی گئی ہو منکر یا متنفر ہوگا حقیقت مین وہ ایک مسئلۂ طہارت شریعہ کا منکر اور اُس سے نفرت رکھنے والا ہوگا۔

جو کوئی کہ کسی مسئلۂ طہارت شریعہ سے منکر یا متنفر ہوگا اوس کے جہنمی ہونے مین کوئی شبہہ نہین ہو سکتا۔ اور جو کوئی کہ مسئلۂ طہارت پر

رغبت اور عمل کرنے والا ہو گا لازم ہی کہ وہ جنتی ہو۔
امامؑ کا دراصل کام یہ ہی کہ وہ ہر ایک مسلۂ شریعت کو اپنے عمل سے دکھائے تاکہ لوگون کو اُس مسلۂ کی صحت پر شبہہ نرہے اسی نظر سے امام علیہ السلام نے اُس روٹی کے ٹکڑے کو قاذورات سی نکال کر اور طاہر کر کے حوالہ غلام کے کیا اور یہ ارادہ ظاہر فرمایا کہ خود امام علیہ السلام اوسکا استعمال کرین گے تاکہ عمل امامؑ سے اِس مسلۂ شریعت پر کسیکو شبہہ نرہے اور کسی کو اِس مسلۂ طہارت سی انکار۔ یا اوس سی نفرت پیدا نہ ہو۔ غلام کو امام علیہ السلام کے اِس ارشاد سی یقین ہو گیا کہ امام علیہ السلام اپنے عمل سے اِس مسلۂ طہارت کو دکھائینگے اور اُس ٹکڑہ طاہر شدہ کے استعمال سی نفرت کرنی نہین چاہیے جس سی انکار ایک مسلۂ طہارت شریعت کا لازم آتا ہی اور ایسی حالت مین اِس مسلۂ طہارت پر عمل کرنیسے جنتی ہونا لازمی ہے اور اُسکے انکار یا نفرت پیدا ہونیسے جہنمی ہونا لازم آتا ہی اس سے غلام نے اُس ٹکڑیکو کھا لیا تاکہ یہ بات ظاہر ہو جائے کہ جس مسلۂ طہارت کو امام علیہ السلام اپنے عمل سی دکھانا چاہتے تھے اوسپر اوسنے عمل کر لیا اور اُس مسلۂ کے انکار یا اوس سی نفرت پیدا نہونیکے باعث وہ جنتی ہو گیا اور امام علیہ السلام نے اِسی بناء پر اوس غلام کا جنتی ہونا ظاہر فرمایا۔ اور خود یہی عمل غلام کا جس سی صحت مسلۂ طہارت شرعی کا ثابت ہونا لازم آتا ہے۔ ایک عمل عظیم تھا اور وہ اوس غلام کے جنتی ہونے کی لیئے بس ہے۔
امام علیہ السلام مسلۂ غلامی اور آزادی کے متعلق منشاء پیغمبرؐ کو یہی سمجھتے تھے کہ جہان تک ہو سکے انسان قید غلامی سی آزاد کیا جائے اور غلام ہوکر

ساتھہ وہی برتاؤ کیا جائے جو آزادون کے ساتھہ کیا جاتا ہی اسی - جہ سی امام علیہ السلام آزادیکو نہایت پسند فرماتے تھے اور اپنے عمل سی اپنی پسندیدگی دکھاتے تھے جیساکہ امام علیہ السلام نے اوس غلام کو جسنے ہدایت امام کی بموجب ایک مسئلہ طہارت شریعت کو اپنے عمل سے ثابت کردیا فوراً اور بلا توقف آزاد فرمایا۔

پیغمبرؐ اور آئمہ اہلبیت نی بلال اور قنبر اور مثل اونکے دوسرن سی غلامی اور آزادی دونون حالتون مین خدمت لی ہے - فرق یہ تھا کہ خدمت حالت غلامی کی معاوضہ مین ہوتی تھی اور آزادی کیحالت مین وہ خدمت اُن آزادون کی اپنے اختیار اور خوشی سے ہوتی تھی صرف بہ لحاظ اعتقاد کی جو مذہب اسلام قبول کرنیکے سبب سی وہ نسبت پیغمبرؐ اور آئمہ اہلبیتؑ کے رکھتی تھی - اور جسکے سبب سی اونکو عزت اور فخر اور اجر عظیم حاصل ہوتا تھا اون آزادشدون کی وہ خدمت اُسی حیثیت سی ہوتی تھی کہ جو ایسے لوگ بلا معاوضہ کرتے تھے جو کبھی غلام نہ ہوئے ہون اور حُر ہون - اور غلامون کو بعد مسلمان ہوجانیکے پیغمبرؐ اور آئمہ خاص خاص موقعونپر آزاد کر دیتے تھے - جب اونکی حالت قابل آزادی کے پاتے تھے جس سی اخلاق پیغمبرؐ و آئمہ کا قابل تسلیم ہوجاتا تھا۔

امام علیہ السلام نے اوس غلام کو آزاد کرکے جو فرمایا ہی کہ مین ناپسند کرتا ہون کہ کسی ایسے شخص سی خدمت لون جو اہل جنت سی ہو اوس سے صرف مقصود یہ ہی کہ اہل جنت کو حالت غلامی مین رکھنا اور حالت غلامی مین اوس سی خدمت لینا ناپسندیدہ ہی اور یہ ایک خاص موقع غلام آزاد کردینیکا اور امام کی حُسنِ اخلاق کی ثابت ہونیکا تھا۔

اس حقیقت کے ظاہر ہو چکنے کے بعد وہ خدشہ مصنف مخاطب کا کہ ائمہ اہل جنت سے خدمت نہین لیتے تھے اور رسول اور ائمہ نے خدمت لی ہی کسی طرح باقی نہین رہ سکتا۔

مصنف مخاطب کا یہ اعتراض کہ غلام نے امانت مین خیانت اور نافرمانی امام علیہ السلام کی کی بالکل غلط ہی وہ ٹکڑا روٹی کا اُفتادہ اور مال لقطہ سے تھا ملکیت امام علیہ السلام کا نہین تھا اور غلام اس امر کو جانتا تھا کہ وہ مال لقطہ ہی اور ملکیت امام نہین ہی اور امام علیہ السلام نے اوس ٹکڑے روٹی کو امانتاً اوسکے سپرد نہین کیا تھا اور نہ روایت مین کوئی لفظ ایسا ہی جس سے امانتاً اوسکے سپرد کرنا ظاہر ہو بلکہ روایت سے صاف ظاہر ہی کہ مال لقطہ امام علیہ السلام نے حوالہ غلام کے کیا تھا اور یہ ظاہر فرمایا تھا کہ امام مسئلہ طہارت خود اپنے عمل سے دکھا دین گے اور غلام کو منع نہین کیا تھا کہ تو اوسکو نہ کھانا۔ غلام نے امام کی اس بات پر یقین کر کے کہ امام علیہ السلام ایک مسئلہ طہارت کی صحت کو ہم لوگون کی ہدایت کیلئے اپنے عمل سے دکھانا چاہتے ہین خود اوسی نے جو اوس ٹکڑے روٹی کو کھا لیا اور مسئلہ طہارت پر موافق منشاء امام علیہ السلام کے عمل کیا تو ایسی حالتمین نہ اوس مال پر کہ لقطہ تھا اطلاق امانت کا ہو سکتا ہی اور نہ غلام خائن اور نافرمان قرار پا سکتا ہی۔ بلکہ وہ اعلی درجہ کا مطیع اور فرمان بردار قرار پاتا ہی۔ کہ جسنے امام علیہ السلام کو واجب الاطاعت مان کر مسئلہ طہارت پر اوسی طرح سے عمل کیا کہ جسطرح مسئلہ طہارت کو امام علیہ السلام اپنے عمل سے دکھانا چاہتے تھے۔

یہ صورت اس روایت سے ہرگز نہین پیدا ہوتی ہے کہ شارع معصوم

کی نافرمانی سے بھی جنت ملتی ہے۔ بلکہ اس روایت سے صریح ظاہر ہے کہ شارع
معصوم کی فرمانبرداری اور اطاعت سے جنت ملتی ہے۔ اور قصۂ قرطاس
کا الزام حضرت عمرؓ پر سے رفع نہین ہو سکتا جسکے رفع کرنیکا مصنف تحفہ
اس موقع پر قصد کرتے ہین۔ پیغمبرؐ نے جسوقت یہ فرمایا تھا کہ لے آؤ
میرے پاس کاغذ و دوات تاکہ مین لکھدون تمکو ایسی کتاب کہ میرے بعد
گمراہ نہ ہوگا اُسوقت اگر حضرت عمر دوات قلم لاکر خود وہ کتاب لکھدیتے
کہ جو پیغمبرؐ کا منشاء تھا تو یہ الزام حضرت عمرؓ پر عاید نہین ہو سکتا تھا کہ
پیغمبرؐ نے تو فرمایا تھا کہ مین وہ کتاب لکھدون اور حضرت عمرؓ نے موافق منشاء
پیغمبرؐ کے وہ کتاب لکھدی۔ بلکہ یہ فعل اونکا ایک اعلی درجہ کا فعل
اطاعت اور فرمانبرداری کا سمجھا جاتا اور اُسوقت حضرت عمر مثل اُس
غلام امام محمد باقر علیہ السلام کے سمجھے جاتے کہ جیسے مسئلۂ طہارت کو امامؑ
علیہ السلام نے اپنے عمل سے قائم کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا اُس مسئلہ کی
صحت کو اُس غلام نے اپنے عمل سے موافق منشاء امامؑ کے ثابت کردیا۔
ویسی ہی حضرت عمرؓ اوس امر ہدایت کو جسکے لکھنے کے لیے پیغمبرؐ نے
اپنا ارادہ ظاہر کیا تھا خود لکھدیتے۔ لیکن حضرت عمرؓ نے بجائے اسکے
کہ جو عمل پیغمبرؐ کرنا چاہتے تھے وہی عمل خود کرتے یہ کیا کہ حجت کرکے پیغمبرؐ
کو اوس عمل سے باز رکھا۔ ایسی حالت مین وہ الزام نافرمانی کے عاید
ہونے سے محفوظ نہین رہ سکتے۔ یہ ظاہر ہے کہ غلام کی حالت جسکا ذکر
اُس روایت مین ہے مثل حالت حضرت عمرؓ کے اُسوقت ہوتی کہ جب
امام علیہ السلام نے پائخانہ سے باہر تشریف لاکر غلام سے پوچھا کہ وہ لقمہ
کہان ہے۔ اور غلام اُسکے جواب مین کہتا کہ وہ لقمہ موجود ہے گھر مین یہ لقمہ

آپ کو ہرگز کھانے نہین دونگا - اس صورت مین اس روایت سے نہ یہ معلوم ہوتا ہی کہ بعض صورتون مین شارع معصوم کی نافرمانی مین بھی جنت ملتی ہے علاوہ قصہ قرطاس مین جو الزام حضرت عمرؓ پر ہے وہ ٹل سکتا ہے شیعان امام نے سنت امام کو کبھی نہین چھوڑا وہ تلاش معاش جائز اور غذائی لطیف اور لقمہ طیب مین ہمیشہ رہے اور رہتے ہین - انھون نے کبھی حرام کو حلال اور حلال کو حرام اور نجس کو طاہر اور طاہر کو نجس خلاف شریعت نہ سمجھا نہ قرار دیا جن لوگون نے کہ خلافت خاندان رسولؐ پر ناحق قبضہ کیا اور خلاف حق متصرف ہوئے اور حق کو ناحق اور ناحق کو حق قرار دیا اور اُس دولت کے جو اونکے لیے غیر طیب اور غیر طاہر بلکہ نجس اور متنجس تھی طاہرہ غذائے لطیفہ مثل شراب وکباب کی تناول فرماتے رہے وہ غذا بموجب مسئلہ شریعت کی درحقیقت باطن مین قاذورات کے برابر ہے - ایسے لوگ جنکو ایسی غذائے لطیف اور لقمہ طیب بہم پہونچتے رہے ہین اور جس کے کھانے کے وہ عادی ہوگئے ہین اونکو کچھ ضرورت ایسی غذا کی تلاش کی بلاشک نہین رہی ہے کہ جس کی ہدایت مصنف مخاطب شیعونکو کرتی ہین -

اہل سنت کو اپنے یہان کے مسائل طہارت اور نجاست پر نظر کرنی چاہیے (دیکھو در مختار اور رد مختار) نجس چیز خواہ برتن ہو خواہ کھانے کی شے مستعمل پانی سے اور سرکہ اور گلاب اور دودھ سے اور جس حیوان کا گوشت کھاتے ہون اوسکی پیشاب سے (جو اونکے نزدیک خود نجس ہے) پاک ہو جاتی ہے یہانتک کہ لعاب دہن سے - جس چیز مین مسام نہ ہون جیسے ناخن اور آئینہ اور ہڈی اور چکنا برتن اور غیر منقوش چاندی کی ٹھیکرے سے پونچھنے سے پاک ہو جاتی ہے اُس نجاست کا جرم ہو یا نہ ہو وہ نجاست تر ہو یا خشک ہو اس مسئلہ سے

قائلین کو چاہیئے۔ کہ چینی کی رکابی یا پیالہ جو بول و براز سے نجس ہو جائے۔ اسکو پونچھ کر بے تکلف اوس مین کھانا کھالین یہ نجس گھی زیادہ جوش اور نجس گوشت جوش سی پاک ہو جاتا ہی لہٰذا ایسے گھی اور گوشت سی اغذیہ لطیف طیار کر کے تناول فرمانا چاہیئے اور کھانیکی دیگ مین شراب ڈال دی جائے۔ پھر سرکہ ڈال دیا جائے۔ اور وہ ترش ہو جائے اوسکے کھانے کا کچھ مضائقہ نہین ہے لہٰذا ایسے مزیدار کھانے کو ہرگز ترک کرنا نہین چاہیئے خشک منی بھی جہان کھین لگی ہو اوسکا میل رگڑنے اور چھیلنے سی پاک ہو جاتا ہی۔ اونا پاک روئی دہننے سے پاک ہو جاتی ہے لہٰذا ایسے لباس جنسے منی رگڑ ڈالی ہو۔ اور ناپاک روئی دُھنی ہوئی سے لباس تیار کرا کے زیب تن فرمانا چاہیئے۔ تاکہ جیسی غذائی لذیذ ہو ویسا ہی نفیس لباس ہو۔

بدن کے صاف کرنے کے لیئے بھی عمدہ صابون تجویز کیا گیا ہی کہ نجس روغن اوسکا صابون بنانے سے پاک ہو جاتا ہے اور یہ سمجھتے بہ ہی کہ حقیقت مین جو لوگ ایسے صابون سے بدن کو صاف کرین اور ایسے لباس پہنین اور ویسی غذائین کھائین اون کو اور کسی مطہرات کے تلاش کی ضرورت نہین ہو سکتی۔

جس روایت پر امام اہلبیت کی اعتراض کیا جاتا ہے اُس مین یہ ثابت کرنا چاہیئے تھا کہ وہ ٹکڑا روٹی کا جو قاذورات مین پڑا ہوا تھا دہونے سی پاک نہین ہو سکتا تھا۔ جس پر یہ الزام لگ سکتا کہ امام علیہ السلام نی نجس کو طاہر اور حرام کو حلال قرار دیدیا جیسا کہ ہم نے مختصر حالت آئمہ اہل سنت کے دکھائی۔

۔ مصنف مخاطب نی ابتک جو مثالین غلط فہمی انبیا اور آئمہ کی

دکھائی تھین اور عائشہ صدیقہ کو جھٹلایا تھا اُنسے منقول روایت غضبناکی و ناخوشی جناب سیّدہ کی بابت اُسکی حقیقت ہم دکھا چکے اور اس جلد ششم کو ختم کرتے ہین۔ آئندہ جو مثالین مصنف مخاطب نی غلط فہمی ملائکہ کی دکھائی ہین اونکی حقیقت انشاءاللہ جلد ہفتم سنہ ۱۹۱۰ع مین دکھائی جائے گی۔

راقم مین ہون وہی خاص شیعہ



مختصر فہرس مضامین جلد ہذا

صفحہ	خلاصہ مضمون	صفحہ	خلاصہ مضمون
۱	مصنف کے ایک خطبہ جناب امیر کے چند فقرات سے جداگانہ ان استدلالون کی مفصل حقیقت کہ جناب امیر خلافت ابوبکر سے مزاحمت فتنہ سمجھتے تھے۔		پر بندر دن کا کودنا اور اُسکی تصدیق ارشاد جناب امیر سے۔
۱۴	روایت تفسیر صافی و مجمع البیان سے اس استدلال مصنف کی مفصل حقیقت کہ جناب امیر کو اپنی خلافت کا وقت معلوم تھا در روایت حفصہ۔	۴۶	علی مرتضےٰ کے ایک کلام کے بعض فقرات سے اس غلط استدلال کی مفصل حقیقت کہ جناب امیر ابوبکر کی اطاعت واجب سمجھتے تھے اور پوری خطبہ کا ترجمہ۔
۲۲	لیلۃ القدر اور شجرہ ملعونہ کی تفسیر مین آیات متعلق مذمت بنی امیہ اور منبر رسول	۴۸	واقعات سقیفہ کے سلسلہ مین آیۃ وما محمد الا رسول الخ کے معنے کی تحقیق بھی
		۵۰	اس استدلال کی حقیقت کہ تاخیر بیعت

اب یہ سلسلہ ... [illegible] ... ختم ہوا

امید ہے کہ جن صاحبوں کو یہ سلسلہ ناظرین کے ذوق کے مطابق

معلوم ہو، وہ قدر فرما کر اعلیٰ فرمائیں گے

عبدالغنی مرزا اسسٹنٹ ایڈیٹر

بقیہ رسید زر بابتہ جلد نہم ۹۰۸

چوماہی اول کے ساتھ جو رسید زر نمبر ۲۶ شائع ہوئی تھی وہ نمبران
چوماہی دوم کے ساتھ نمبر ۶۲ مکرر طبع ہو گئی ہے —

نمبر شمار	نام معاونین	تعداد
۶۲	جناب سید امیر حسن و سید امیر حسین صاحبان -	سے ر
۶۳	جناب خان بہادر سید محمد امیر صاحب آنریری مجسٹریٹ معہ بقایا	لعہ ر
۶۴	جناب سید مظفر علیخان صاحب بہادر التخلص بہ کوثر معہ بقایا	سے ر
۶۵	جناب مرزا محمد مہدی خانصاحب اسکوتر کوکب -	سے ر
۶۶	جناب سید علی حسین صاحب مدرس -	عما ر
۶۷	جناب سید امیر رضا صاحب -	سے ر
۶۸	جناب مولوی سید کلب جعفر صاحب کمشنر نیلام	سے ر
۶۹	جناب سید محمد جعفر صاحب ریوینیو ایجنٹ -	سے ر
۷۰	جناب سید نیاز محمد خانصاحب -	سے ر
۷۱	جناب سید فضل حسین صاحب نائب تحصیلدار -	سے ر
۷۲	جناب سید حمزہ علی صاحب امین -	سے ر
۷۳	جناب نواب مظفر علیخانصاحب پنشنر انسپکٹر معہ بقایا	صہ ر
۷۴	جناب مرزا محمد صادق صاحب مشہدی تحصیلدار	صہ ر
۷۵	جناب سید آغا حسن صاحب داروغہ نزول	ے
۷۶	جناب آغا محمد حسین صاحب تحصیلدار -	سے
۷۷	جناب میر مہدی حسین صاحب مہتمم کلسائر -	ے

نمبر شمار	نام معاونین	تعداد
۷۸	جناب سید محمد عسکری صاحب ضلعدار	سے ر
۷۹	جناب سید محمد نصیر صاحب ضیا	ست ر
۸۰	جناب قاضی سید نور الدین علیخانصاحب بہادر باقیا	عسه ر
۸۱	جناب مرزا محمد عباس علیخانصاحب بہادر	عسه ر
۸۲	جناب قاضی بندہ حسین خانصاحب سب رجسٹرار	سے ر
۸۳	جناب ماسٹر سید کاظم علیصاحب	سے ر
۸۴	جناب مولوی سید آل احمد صاحب وکیل	سے ر
۸۵	جناب بابو سید محمد تقی صاحب بابت بقایا	عما ر
۸۶	جناب سید غلام امام صاحب سپرنڈنٹ پولیس معہ بقایا۔	عسه ۸ ر
۸۷	جناب سید احمد حسین صاحب سررشتہ دار محکمہ سروے	سے ر
۸۸	جناب حکیم سید میر نصاحب منجملہ بقایا	عما ر

جن چند بزرگوارون کے ذمہ ابھی سنہ ۹۸ء جلد پنجم کا چندہ باقی ہی وہ بھی براہ کرم اگر جلد ششم سنہ ۹۹ء کے ساتھ ہی بھیجدین تو بڑی عنایت ہو ۔ ہمین تو بار بار تقاضا کرتے ہوئے حجاب معلوم ہوتا ہی ۔

العبد مرزا عبد التقی قزلباش اڈیٹر روشنی

دفتر روشنی سے ذیل کی کتابین نقد قیمت آنے یا بذریعہ ویلیو پارسل بھی جا سکتی ہین ۔ اِخاء علی مرتضیٰ کی اسلام و ایمان کے ثبوت مین ۔ قیمت عسه
تنقید الفاروق کا ریویو موسوم بہ النظر عسه ۸ ر

رسالہ روشنی

دو جز ماہوار شایع ہوتا ہے

سالانہ چندہ ستے ر ہے۔

مجلدات سنین ماضیہ کی قیمت علاوہ محصول ڈاک حسب تفصیل

جلد اول معہ حصص ضمیمہ ۔ عما

جلد ثانی بابت سنہ ۹۵ء ۔ عما

جلد ثالث بابت سنہ ۹۶ء عما

جلد رابع بابت سنہ ۹۷ء عما

جلد خامس بابت سنہ ۹۸ء عما

جلد سادس بابت سنہ ۹۹ء یعنی جلد ہذا ۔ ستے

ترسیل زر اور ہر قسم کی خط و کتابت بنام اڈیٹر دفتر رسالہ روشنی لکھنؤ کے پتے سے ہونی چاہئے ۔ اپنا پتہ نشان معہ نام ڈاکخانہ صاف لکھنا چاہیئے ۔ اور بصورت تبدل مقام سے بھی اطلاع دینی چاہئے ۔

المشتہر مرزا قزلباش اڈیٹر
چاہ کنکر لکھنؤ ۔